حرمت تصویر

علماء عرب و عجم کے فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم
بانی و مہتمم الجامعۃ الاسلامیۃ مسیح العلوم، بنگلور

مکتبہ مسیح الامت دیوبند و بنگلور

حرمتِ تصویر

علمائے عرب وعجم کے فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم
بانی ومہتمم الجامعۃ الاسلامیہ مسیح العلوم بنگلور
وخلیفہ حضرت اقدس شاہ مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم مظاہر علوم وقف سہارنپور

مکتبہ مسیح الامت دیوبند وبنگلور

نام کتاب : حرمتِ تصویر علمائے عرب وعجم کے فتاویٰ

افادات : حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم
بانی ومہتمم الجامعۃ الاسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور
خلیفہ حضرت اقدس شاہ مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم مظاہر علوم وقف سہارنپور

صفحات : ۲۵۵

تاریخ طباعت : شوال المکرم ۱۴۳۵ھ

ناشر : مکتبہ مسیح الامت دیوبند وبنگلور

موبائل نمبر : 9036701512 / 09634830797

ای میل : maktabahmaseehulummat@gmail.com

فہرستِ مضامین

''فوٹو گرافی'' اور علمائے ہندو پاک کے فتاویٰ

تصویر کے بارے میں اکابر کا عمل

باسمہٖ تعالیٰ

تمہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ :

تصویر کی حرمت پر بہت سے علما نے اب تک بہت کچھ لکھا ہے اور ہندو بیرونِ ہند کے دارالافتاؤں سے بھی اس کے بارے میں حرمت کے فتاویٰ بار بار جاری ہوتے رہے ہیں اور تقریباً اس کا حرام و ناجائز ہونا، عوام و خواص کے نزدیک ایک مسلمہ امر ہے؛ مگر اس کے باوجود اس میں عوام تو عوام، خواصِ امت کا بھی ابتلا عام ہے اور اسی صورتِ حال کو دیکھ کر بعض ناواقف لوگوں کو اس کے جائز ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے، بالخصوص جب علما و مدارسِ اسلامیہ کے ذمہ دار حضرات کی جانب سے تصاویر کے سلسلے میں نرم رویہ برتا جاتا ہے اور ان کی تصاویر اخبارات و رسائل و جرائد میں بلا کسی روک ٹوک کے شائع ہوتی ہیں، تو ایک عام آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ حلال ہونے کی وجہ سے لی جا رہی ہے یا یہ کہ ان کے تساہل کا نتیجہ ہے؟ پھر جب وہ علما کی جانب رجوع کرتا ہے اور اس کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں سوال کرتا ہے، تو اس کو کہا جاتا ہے کہ یہ تو حرام ہے۔ اس سے اس کی پریشانی اور بڑھ جاتی ہے اور وہ علما کے بارے میں کسی منفی رائے کے قائم کرنے میں حق بجانب معلوم ہوتا ہے۔ علما کی تصاویر کے سلسلے نے جہاں عوام الناس کو بے چینی و پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے، وہیں اس سے ایک حرام کے حلال سمجھنے کا رجحان بھی پیدا ہو رہا ہے، جو اور بھی زیادہ خطرناک وانتہائی تشویش ناک صورتِ حال ہے؛ کیوں کہ حرام کو حرام اور حلال

کو حلال سمجھنا ایمان کا لازمہ ہے؛ اگر کوئی حرام کو حلال سمجھنے لگے، تو اس سے ایمان بھی متأثر ہوتا ہے۔

کسی عربی شاعر نے اسی صورت پر دل گیر ہوکر یہ مرثیہ لکھا ہے:

كَفٰى حُزْنًا لِلدِّيْنِ أَنَّ حَمَاتَهٗ
إِذَا خَذَلُوْهُ قُلْ لَنَا كَيْفَ يُنْصَرُ
مَتٰى يَسْلَمُ الْإِسْلَامُ مِمَّا أَصَابَهٗ
إِذَا كَانَ مَنْ يُرْجٰى يُخَافُ وَ يُحْذَرُ

(دین پر غم کے لیے یہ کافی ہے کہ دین کے محافظ ہی جب اس کو ذلیل کریں، تو مجھے بتاؤ دین کی کیسے نصرت ہوگی؟ اسلام کب ان باتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے، جو اس کو پیش آرہی ہیں؛ جب کہ جن لوگوں سے اسلام کی حفاظت کے لیے امید لگی ہوئی تھی، انھیں سے اس کو خوف وخطرہ لاحق ہوگیا ہے)

آج کئی مدارس اور علما اور دینی و ملّی تحریکات کے ذمہ داران کی تصاویر آئے دن اخبارات میں بلا تامل شائع ہوتی ہیں، یہاں تک کہ بعض علما کی جانب سے شائع ہونے والے ماہناموں میں بھی تصاویر کی بھرمار ہوتی ہے اور ان میں عورتوں اور لڑکیوں کی تصاویر بھی ہوتی ہیں۔ کیا یہ صورتحال انتہائی تعجب خیز اور افسوس ناک نہیں؟ علما جو رہبرانِ قوم تھے، ان کا خود یہ حال ہو، تو عوام الناس کہاں جائیں؟ کسی شاعر نے کہا:

بِالْمِلْحِ نُصْلِحُ مَا نَخْشٰى تَغَيُّرَهٗ
فَكَيْفَ بِالْمِلْحِ إِنْ حَلَّتْ بِهِ الْغِيَرُ

(ہم نمک کے ذریعے اس کھانے کی اصلاح کرتے ہیں، جس کے خراب

ہو جانے کا خدشہ ہو، اگر نمک ہی میں خرابی پیدا ہو جائے، تو کیا حال ہوگا؟)

ہمارے اکابر و علما و مشائخ تو حلال امور میں بھی احتیاط برتتے اور لوگوں کے لیے تقوے کا ایک اعلیٰ نمونہ ہوا کرتے تھے اور یہاں یہ ہو رہا ہے کہ حرام کا ارتکاب، بے محابا اور کھلے طور پر کیا جا رہا ہے۔ اگر اس میں اختلاف بھی مان لیا جائے، تو رہبرانِ قوم کا کیا فرض بنتا ہے؟ اس پر غور کیجیے!!

حرمتِ تصویر اور جمہور امت کا مسلک

"عکسی تصویر" اور "ٹی۔ وی" اور "ویڈیو" کے بارے میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ علمائے ہند و پاک ہی ان کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور عالمِ اسلام کے دوسرے علما جیسے علمائے عرب و مصر وغیرہ سب کے سب ان کو جائز کہتے ہیں؛ یہ غلط فہمی خود بندے کو بھی رہی ؛لیکن ایک مطالعے کے دوران علمائے عرب و مصر کے متعدد فتاویٰ و تحریرات نظر سے گزریں، تو اندازہ ہوا کہ ان حضرات میں سے بھی جمہور علما کا "عکسی تصویر" اور "ٹی۔ وی" اور "ویڈیو" کے بارے میں وہی نقطۂ نظر ہے، جو ہندوستانی و پاکستانی علما کا شروع سے رہا ہے۔

ہاں! اس میں شک نہیں کہ وہاں کے بعض گنے چنے علما نے "عکسی تصویر" کو جائز کہا ہے اور "ٹی۔ وی" اور "ویڈیو" کی تصاویر کو بھی عکس مان کر ان کو بھی جائز کہا ہے؛ لیکن یہ وہاں کے جمہور کا فتویٰ نہیں ہے، جمہور علما اسی کے قائل ہیں کہ یہ تصاویر کے حکم میں ہیں اور اس لیے حرام و ناجائز ہیں اور خود وہاں کے علما نے مجوزین کا خوب رد و انکار بھی کر دیا ہے۔ جیسے شیخ حمود بن عبد اللہ التویجری نے "تحریم التصویر" اور "الإعلان بالنکیر علی المفتونین بالتصویر" نامی رسائل اسی سلسلے میں لکھے ہیں؛ نیز "جامعة قصیم" کے استاذ شیخ عبداللہ بن محمد الطیار نے " صناعة الصورة بالید مع

بیان احکام التصویر الفوتوغرافي'' کے نام سے رسالہ لکھا ہے اور مصر کے عالم شیخ ابوذر القلمونی نے ''فتنة تصویر العلماء'' کے نام سے ان کا رد لکھا ہے؛ نیز علما نے اپنے اپنے فتاویٰ میں بھی اس پر کلام کیا ہے۔ اسی طرح ''ڈش آنٹینا'' (Dish Antina) ،جس کا فساد اب حد سے تجاوز کر گیا ہے اور اس نے انسانوں کی تباہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے، اس کے بارے میں بھی علمائے عرب کے فتاویٰ میں حرمت کا حکم اور اس سے بچنے کی تلقین موجود ہے۔

حرمتِ تصویر اور علمائے ہند و پاک

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کیمرے کی عکسی تصویر کی حرمت میں اگر چہ کہ معاصر علما کے درمیان میں اختلاف ہوا ہے اور ایک چھوٹی سی جماعت اس کے جواز کی جانب مائل ہوئی ہے؛ لیکن اس میں کیا شک ہے کہ تصویر کی حرمت جمہور امت کا متفقہ فتویٰ و فیصلہ ہے، عرب سے لے کر عجم تک جمہور امت نے اسی کو قبول کیا ہے۔

جہاں تک علمائے ہند و پاک کا تعلق ہے، بات بالکل واضح و مُسلَّم ہے۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ نے تو اپنے رسالے ''التصویر لأحکام التصویر'' میں یہ تصریح کی ہے کہ ان کے زمانے تک کم از کم ہندوستان (جو اس وقت تک غیر منقسم تھا) میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رَحِمَہُ اللّٰہُ کے علاوہ کسی نے جواز پر قلم نہیں اٹھایا اور پھر انھوں نے بھی اس سے رجوع کر لیا۔(۱)

یہاں یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے ماہنامہ ''معارف'' کی متعدد قسطوں میں ایک مضمون عکسی تصویر کے جائز ہونے پر لکھا تھا حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ نے اس کے رد میں ''التصویر

(۱) جواہر الفقہ: ۳/۱۷۱

لأحكام التصویر" لکھی، اس کو دیکھ کر حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اپنے جواز کے قول سے رجوع کر لیا تھا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"یہ رجوع واعتراف کا مضمون علامہ سید صاحب رحمہ اللہ کے کمالِ علم اور کمالِ تقوے کا بہت بڑا شاہکار ہے، اس پر خود حضرت مرشد تھانوی، سیدی حکیم الامت رحمہ اللہ نے غیر معمولی مسرت کا اظہار نظم میں فرمایا"۔

اس سلسلے میں دوسری بڑی شہادت و گواہی یہ ہے کہ عالمِ اسلام کی مشہور و معروف علمی و روحانی شخصیت حضرت اقدس مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے بھی اس بات کا ذکر کیا ہے کہ "ہندوستان کے تمام مسلمان تصویر کے حرام ہونے پر متفق ہیں"؛ چناں چہ آپ کی کتابِ لاجواب " ما ذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" کے شروع میں فضیلۃ الشیخ الاستاذ احمد الشرباصی نے حضرت والا کا جو تعارف لکھا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں کہ

"آپ ہر قسم کی تصویر کو بُرا سمجھتے تھے اور خود پر اس کو پوری سختی سے حرام قرار دیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں ایک بار آپ کے ساتھ قاہرہ کے ایک بڑے مطبَع میں گیا، تو مطبَع کے مصوِّر نے آپ کی ایک یادگار تصویر اتارنے کی اجازت چاہی، تو آپ نے منع کر دیا اور ذکر کیا کہ "إن المسلمین في الهند، متفقون علیٰ حرمة التصویر" (ہندوستان کے مسلمان تصویر کی حرمت پر متفق ہیں)(۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ بھی خود تصویر کو حرام سمجھتے تھے اور اس کو کم از کم ہندوستان کے تمام علما کا متفقہ فیصلہ قرار دیتے تھے۔

---

(۱) ماذا خسر العالم :۲۱

اور یہاں یہ بھی عرض کر دینا خالی از فائدہ وعبرت نہیں کہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحب مرحوم جنھوں نے مدتِ دراز تک اپنا مشہور اخبار ''الہلال'' باتصویر شائع کیا، جب وہ رانچی کی جیل میں تھے، آپ کے متعلقین نے آپ کی سوانح شائع کرنا چاہی، تو آپ سے سوانح کے ساتھ شائع کرنے کے لیے ایک تصویر کا مطالبہ کیا، اس پر مولانا ابوالکلام آزاد نے جو جواب دیا وہ خود اسی ''تذکرہ'' میں شائع کیا گیا ہے، جس میں آپ نے لکھا ہے کہ

> ''تصویر کا کھنچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے، یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور ''الہلال'' کو باتصویر نکالا تھا، اب میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں، میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہیے نہ کہ از سرِ نو ان کی تشہیر کرنا چاہیے''۔(۱)

الغرض! اس سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کم از کم ہندوستان کے علما کا تصویر کے عدمِ جواز پر اتفاق تھا اور رہا حضرت سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے جواز کا خیال، تو آپ نے خود اس سے رجوع کر لیا اور سب کے موافق عدمِ جواز کے قائل ہو گئے۔

تصویر کے بارے میں علمائے عرب ومصر کا موقف

اسی طرح دیگر ممالکِ اسلامیہ میں بھی جمہور علما کا فتویٰ تصویر کے ناجائز ہونے ہی کا ہے، عام طور پر لوگ مصر کے علما کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں؛ مگر یہاں بھی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ بھی مصر کے چند علما کا فتویٰ ہے، سب کا اور جمہور کا نہیں؛ اس کی شہادت مصر ہی کے ایک عالم شیخ ابوذر القلمونی کی یہ عبارت دیتی ہے جو انھوں نے اپنی کتاب '' **فتنة تصوير العلماء** '' میں لکھی ہے کہ

---

(۱) بہ حوالہ جواہر الفقہ: ۳/۱۷۱

" ثم حريّ بطلبة العلم تدارک هذه الفتنة، إذ تحريم التصاوير كان مستقراً بين إخواننا، ثم في العقد الأخير اخذ هذا المنكر يفشو ويذيع؛حتى صار هو الاصل، وصار المحق عازفا عن الانكار، اجتنابا للذم"(١)

اس سے معلوم ہوا کہ مصر میں بھی جمہور علما کے مابین یہی بات مسلم و طے شدہ تھی کہ تصویر حرام ہے؛ لہٰذا مطلقاً یہ کہنا کہ مصر کے علما اس کو جائز کہتے ہیں خلافِ واقعہ ہے۔

اور سعودی حکومت کی جانب سے قائم کردہ دارالافتا اور علمی مسائل کی تحقیق کا ایک بڑا و معتبر عالمی مرکز "اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء" نے ایک فتوے میں کہا کہ:

"القول الصحيح الذي دلت عليه الأدلة الشرعية وعليه جماهير العلماء:أن أدلة تحريم تصوير ذوات الأرواح تضم التصوير الفوتو غرافي واليدوي،مجسما أو غير مجسم ،لعموم الادلة.(٢)

(صحیح قول جس پر شرعی دلائل دلالت کرتے ہیں اور جس پر جمہور علما قائم ہیں، یہ ہے کہ جان دار چیزوں کی تصویر کی حرمت کے دلائل فوٹو گرافی کی تصویر اور ہاتھ سے بنائی جانے والی تصاویر سبھی کو شامل ہے؛ خواہ وہ مجسم ہو یا غیر مجسم ہو، دلائل کے عام ہونے کی وجہ سے)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جمہور امت خواہ وہ مصر کے لوگ ہوں یا سعودی کے یا کسی اور علاقے کے، وہاں جمہور اس کے عدمِ جواز پر متفق ہیں۔

---

(١) فتنة تصوير العلماء :٥

(٢) فتاویٰ الإسلامية: ٣٥٥/٤

نیز یہ بھی سنتے چلیے کہ ایک مرتبہ عربی مجلّہ "عکاظ" میں سات علما کا تصویر کے جواز کا فتویٰ شائع ہوا، تو علما نے اسی وقت اس کا رد کیا۔ سعودی عرب کے ایک مفتی شیخ حمود بن عبداللہ بن حمود التویجری نے "تحریم التصویر" کے نام سے اس کا باقاعدہ رد لکھا ہے، اس رسالے میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"جریدہ عکاظ والوں نے اس شاذ فتوے کا جو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تصاویر کو مٹانے کے حکم کے مخالف ہے، اس کا جو عنوان رکھا ہے، وہ ہے: "علما مصلحت پر متفق ہیں اور یہ کہ تصویر حرام نہیں ہے" اس باطل عنوان کو قائم کرنے میں اہلِ جریدہ کو بہت بڑی خطا لگی ہے؛ کیوں کہ اس سے عوام یا خواص کالعوام کو یہ وہم ہوتا ہے کہ مصلحت کی وجہ سے تصویر لینے کے حلال ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور یہ کتاب اللہ وسنت رسول کو مضبوط پکڑنے والے متقدمین و متأخرین علما پر ایک بہتان ہے؛ کیوں کہ وہ تو تصویر سے منع کرتے اور اس میں سختی کرتے ہیں اور ان سہولت پسند لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں، جو فتویٰ دینے میں بغیر تثبت کے جلد بازی کرتے ہیں؛ کیوں کہ شریعت مطہرہ میں مصلحت سے یا بغیر مصلحت کسی بھی وجہ سے تصویر کا حلال ہونا وارد نہیں ہے اور اگر ان مسائل میں سے کسی مسئلے میں جس میں کوئی نص نہ ہو، سات علما ایک قول پر اجماع کر لیں اور ان کی بات معقول بھی ہو، تب بھی ان کا قول اجماع نہیں ہے۔ جس کا ماننا لازم ہو؛ بل کہ ان کے اور دیگر علما کے اقوال کو دیکھا جائے گا اور ان کی بات قبول کی جائے گی، جن کا قول کتاب اللہ وسنت سے مؤید ہو۔ (۱)

---

(۱) تحریم التصویر: ۲

دیکھیے ! کس قدر صفائی کے ساتھ اس فتوے کو شاذ اور مخالفِ احادیث قرار دیا ہے اور جمہور علما کے نقطۂ نظر سے ٹکرانے والا قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حجاز و مصر کے جمہور علما بھی حرمتِ تصویر پر متفق ہیں۔

تصویر کے باب میں اختلاف کی حیثیت

ہاں ! بعض علما جن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے، انھوں نے ضرور عکسی تصویر کے متعلق جواز کا فتویٰ دیا ہے؛ مگر اس کے بارے میں غور طلب بات یہ ہے کہ اس مسئلے میں اختلاف کی حیثیت ونوعیت کیا ہے؟

کیوں کہ بنظرِ غائر مطالعے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ہر اختلاف ایک ہی درجے کا نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے مسئلے میں تخفیف نہیں ہو جاتی ؛ بل کہ اس میں بھی اختلاف کی نوعیت وحیثیت کا لحاظ رکھنا پڑے گا، ورنہ غور کیجیے کہ ڈاڑھی منڈانے کے مسئلے میں بھی مصریوں کا اختلاف ہے، جمہور امت یہ کہتی ہے کہ حرام ہے؛ جب کہ مصریوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے؛ حتیٰ کہ " جامعة الأزهر " کے بعض مفتیوں نے بھی اس کو صرف سنت کہتے ہوئے منڈانے کو جائز کہا ہے۔(۱)

کیا اس کا کوئی اثر جمہور امت نے قبول کیا ؟ اور کیا اس کی وجہ سے حرمت کے فتوے میں کوئی گنجائش برتی گئی ؟ کیا یہاں بھی یہ کہا جاسکے گا کہ ڈاڑھی منڈانے کے مسئلے میں چوں کہ مصریوں کا اختلاف ہے؛ اس لیے اس میں بھی شدت نہ برتی جائے اور منڈانے والوں کو گنجائش دی جائے اور اگر امام لوگ بھی منڈائیں، تو ان پر بھی کوئی نکیر نہ کی جائے؟

اسی طرح ''ربا'' یعنی سود کی حرمت ایک متفقہ امر ہے؛ مگر چند برسوں سے بینکوں

(۱) دیکھو: فتاویٰ الأزهر : ۱۶۶/۲

کے نظام کے تحت وصول ہونے والے سود کو بعض لوگ جائز کہنے لگے ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور نزولِ قرآن کے وقت، جو سود رائج تھا، وہ ذاتی وشخصی ضروریات پر لیے جانے والے قرضوں کی بنیاد پر لیا جاتا تھا اور یہ واقعی ایک ظلم ہے؛ لہٰذا وہ ناجائز ہے؛ مگر بینکوں کے اس دور میں قرضے ذاتی ضرورت کے بہ جائے تجارتی ضرورت کے لیے لیے جاتے ہیں اور اس میں حرمتِ سود کی وہ علت نہیں پائی جاتی، جو اُس دور میں تھی؛ لہٰذا یہ بینکوں والا سود جائز ہے۔ اور لکھنے والوں نے اس پر مضامین بھی لکھے اور کتابیں بھی لکھیں، جیسے ایک صاحب نے ''کمرشیل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت'' لکھی ہے۔ فرمایئے کہ کیا اس اختلاف کو بھی مؤثر مانا جائے گا؟ اور اس کی وجہ سے سود کی حرمت بھی حدودِ جواز میں داخل سمجھی جائے گی اور اس میں سختی کرنا فعلِ مکروہ اور غیر دانش مندانہ کام ہوگا؟

ایک اور مسئلہ سنیے کہ چاند کے ثبوت کا مدار شریعت نے رؤیت پر رکھا ہے، نہ کہ فلکیاتی حسابات پر، جمہور امت نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اس سے ہٹ کر ایک طائفہ قلیلہ نے چاند کے ثبوت کے لیے فلکیاتی حسابات کو بھی معیار مانا ہے؛ مگر اس کو علما نے مذہبِ باطل قرار دیا ہے۔

اسی طرح گانا بجانا مزامیر کے ساتھ حرام ہے؛ مگر اس میں علامہ ابن حزم ظاہری، علامہ محمد بن طاہر المقدسی اور علامہ ابو الفرج اصفہانی نے اختلاف کیا ہے اور اس کو جائز قرار دیا ہے اور بالخصوص آخری دو حضرات نے تو اس سلسلے میں مواد فراہم کرنے کی بڑی کوشش کی ہے حتی کہ ابو الفرج نے اپنی کتاب "الأغاني" میں شرابیوں کبابیوں، گویوں اور موسیقی کاروں کے حالات بھی خوب جمع کر دیے ہیں؛ مگر کیا اس اختلاف کو کسی بھی معتبر عالم و مفتی نے درخورِ اعتنا سمجھا اور گانے بجانے کی حرمت کو خفیف و معمولی قرار دیا؟

اسی طرح ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں یا تین؟ اس میں جمہور امت کا موقف یہ ہے کہ تین طلاق تین ہی ہوتی ہیں خواہ مجلس ایک ہو یا الگ الگ۔ مگر علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس میں بعض حضراتِ صحابہ وائمہ کے اختلاف کا ذکر کیا ہے اور امت کے علما وعوام میں سے ''اہل حدیث'' و''اہلِ ظواہر'' نے اسی کو اختیار کیا ہے اور وہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیتے ہیں، مگر جمہور امت نے اس کو قبول نہیں کیا؛ بل کہ ہمیشہ فتویٰ اسی پر دیا گیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

دیکھیے! اختلاف ہونے کے باوجود اس کا کوئی اثر حرمت کے فتوے پر نہیں پڑا۔ کیا کسی معتبر عالم و مفتی نے اس اختلاف کے پیشِ نظر ایک مجلس کی تین طلاق میں ایک قرار دینے کی گنجائش دی؟

اس کی ایک اور مثال لیجیے کہ اسلاف میں سے بعض بڑی اہم شخصیات سے مُتعے کا جواز نقل کیا گیا ہے، جس کو جمہور امت نے قبول نہیں کیا اور بعد کے ادوار میں تو اس کی حرمت پر اجماع ہی ہو گیا۔ (۱)

اسی طرح بعض بڑے بڑے صحابہ وائمہ سے جوازِ وطی فی الدبر کا قول بھی منقول ہے، اگر چہ کہ بعض کی جانب اس کا انتساب صحیح طور پر ثابت نہیں؛ لیکن بعض حضرات جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا بروایت صحیحہ ثابت ہونا ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباري'' میں بیان کیا ہے؛ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کو وہم قرار دیا ہے۔ اسی طرح بعض نے امام مالک رحمہ اللہ سے اس کا ثابت ہونا لکھا ہے، اگر چہ کہ ان کے اصحاب اس کا انکار کرتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) دیکھو: فتح الباري: ۹/۱۷۳

(۲) تفسير القرطبي: ۳/۹۳، الدر المنثور: ۲/۶۱۰-۶۱۲، فتح الباري: ۸/۱۹۰، عمدة القاري: ۲۶/۴۶۲

اس سے معلوم ہوا کہ ہر اختلاف ایک درجے کا نہیں کہ اس کو اہمیت دی جائے اور اس کی وجہ سے مسئلے میں خِفت و ہلکا پن خیال کیا جائے؛ لہٰذا جو حضرات اس کو ایک اختلافی مسئلہ قرار دے کر اس کی حرمت کو ہلکا سمجھتے یا سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ایک سعیِ لاحاصل میں لگے ہوئے ہیں۔

اختلاف سے فائدہ اٹھانے والوں کے لیے قابلِ غور

لہٰذا یہاں ان حضرات کے لیے جو اختلاف سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، دو باتیں قابلِ غور ہیں:

ایک تو یہ کہ تصویر کو جائز کہنے والوں نے کسی مضبوط دلیل کی بنیاد پر جواز کو اختیار نہیں کیا ہے؛ بل کہ بعض احادیث کے سمجھنے میں غلط فہمی کا شکار ہو کر، جواز کی بات کہی ہے۔ اور وہ غلط فہمی کیا ہے اس کا ذکر اس رسالے میں علما کے فتاویٰ سے معلوم ہو جائے گی؛ لہٰذا کسی غلط فہمی کی بنیاد پر اختلاف کو دلیل کی بنیاد پر اختلاف کے درجہ میں سمجھنا ایک اصولی غلطی ہے۔ اس اختلاف کی مثال ڈاڑھی منڈانے میں اختلاف سے دی جا سکتی، جس کو محض ایک غلط فہمی کہا جا سکتا ہے؛ لہٰذا ان مجوزین کا قول ایک شاذ قول کی حیثیت رکھتا ہے، جس کو معمول بہ بنانا اور اس پر عمل درآمد کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ بالخصوص اس صورت میں جب کہ جواز کے دلائل کے ضعف و کمزوری کو حضرات علما نے واضح کر کے حقیقت سے پردہ اٹھا دیا اور جائز قرار دینے والوں کی غلط فہمی کو دور کر دیا ہے۔

دوسری بات قابلِ غور یہ ہے کہ جوازِ تصویر کے قائلین اور حرمتِ تصویر کے قائلین ان دونوں کے علمی و عملی مقام و حیثیت اور ان کے تفقہ و دیانت کے معیار میں محاکمہ کیا جائے، تو حرمت کے قائلین کے لحاظ سے جواز کے قائلین کا کوئی خاص مقام و

حیثیت نہیں معلوم ہوتی۔ ایک جانب حرمتِ تصویر کے قائلین میں اپنے زمانے کے آسمانِ علم وعمل کے آفتاب ومہتاب فقہا نظر آئیں گے، جن کے علم وعمل، تقویٰ وطہارت، تفقہ وبصیرت، ثقاہت ودیانت اہلِ اسلام کے نزدیک مسلمات میں سے ہے، تو دوسری جانب جواز کے قائلین وہ حضرات ہیں، جن میں سے بیشتر کو عام طور پر جانا پہچانا بھی نہیں جاتا اور اگر جانا پہچانا جاتا ہو، تو ان کا مقام ودرجہ فتویٰ وفقہ کے بارے میں وہ نہیں، جو پہلے طبقے کے لوگوں کو حاصل ہے؛ لہٰذا ان دونوں میں سے کیا ان کا فتویٰ قابلِ عمل ولائقِ توجہ ہونا چاہیے، جن کی شانِ تفقہ وافتا اور جن کی ثقاہت و عدالت مُسلَّم ہے یا ان کا جن کو یہ درجہ حاصل ہی نہیں؟ اس پر غور کیا جائے۔

ایک اور بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں اگرچہ اختلاف ہوا ہے؛ مگر فتوے کے لیے علما نے حرمت ہی کے قول کو ترجیح دی ہے، ہندوستان وپاکستان کے بارے میں تو سبھی جانتے ہیں کہ یہاں کے علما نے ہمیشہ اس کے عدمِ جواز ہی کا فتویٰ دیا ہے اور اسی طرح عرب دنیا میں بھی یہی صورت حال ہے، سعودی عرب کے ایک عالم شیخ ولید بن راشد السعیدان نے "**حكم التصوير الفوتوغرافي**" میں لکھا ہے کہ

> عکسی تصویر کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے اس سے منع کیا ہے اور یہ حضرات اکثر ہیں اور اسی قول پر سعودی عرب کے اندر فتویٰ ہے۔ (۱)

جب فتویٰ حرمت پر ہے، تو اس سے اعراض کرنا اور اس کے خلاف کو ترجیح دینا چہ معنے دارد؟ یہ بات قابلِ غور ہے؛ کیوں کہ بلا وجہ مفتیٰ بہٖ قول کو چھوڑ کر شاذ قول پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے۔

الغرض! تصویر کے مسئلے میں جب ایک جانب جمہورِ امت ہے اور اس کے اساطین وائمہ ہیں اور وہ سب کے سب تقریباً اس کی حرمت پر متفق ہیں اور جمہور کے

(۱) **حكم التصوير الفوتوغرافي**:۱۱

نزدیک مجوزین کی رائے غلط فہمی کا نتیجہ اور بے دلیل ہے اور پھر جمہور نے ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا اور حق کو دلائل کی روشنی میں واضح کر دیا ہے، تو ان کے قول سے گُریز کرنا اور ایک چھوٹی سی جماعت کے قول ہی کو ترجیح دینا کس بنیاد پر ہے؟ کیا جمہور امت کا موقف اس لائق نہیں کہ اس کو ترجیح دی جائے؟ بل کہ جمہور علمائے عرب وعجم کی بات کو قبول نہ کر کے ایک شاذ قول کا اس قدر احترام کرنا کہ گویا وہی صحیح ہے اور حرمت کا قول گویا باطل وغلط ہے، کیا یہ طرزِ عمل کسی صالح معاشرے و نیک ذہن کی پیداوار ہے یا کسی بیمار ذہنیت کا نتیجہ؟ امامِ حدیث عبد الرحمٰن بن مہدی نے اسی لیے فرمایا کہ: " **لا يكون إماماً في العلم،من أخذ بالشاذ من العلم** " (جو شخص علما کے شاذ قول کو لیتا ہے، وہ علم کی دنیا میں امام نہیں ہوسکتا) (۱)

جمہور علما کی مسئلۂ تصویر میں شدت

پھر یہاں ایک اور بات قابلِ لحاظ ہے کہ اگر مسئلۂ تصویر ایک اختلافی مسئلہ ہونے کی وجہ سے اس میں شدت؛ بل کہ اس پر نکیر کوئی غلط بات ہوتی، تو جمہور علمائے امت نے اس پر کیوں نکیر کی اور پوری شدت سے کی؟ چناں چہ علمائے عرب وعجم نے تصویر کو جائز قرار دینے والوں پر جس قدر شدت برتی ہے، اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس مسئلے میں اختلاف کی وہ حیثیت نہیں، جو مسائلِ اختلافیہ کو حاصل ہے؛ ورنہ ان حضراتِ اکابر کا یہ شدت برتنا جائز نہ ہوتا؛ کیوں کہ علما نے تصریح کی ہے کہ مسائلِ اختلافیہ میں ایک دوسرے پر اعتراض جائز نہیں اور یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ جواز کے قول پر سختی سے تردید کی گئی ہے، جس کے نمونے اس رسالے میں موجود اکابرین کے فتاویٰ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً: علامہ شیخ ابن باز رَحِمَہُ اللہُ

---

(۱) جامع بيان العلم: ۲/۴۸

نے بعض فتاویٰ میں لکھا ہے کہ

''ہم نے جواب میں جو احادیث اور اہلِ علم کا کلام نقل کیا ہے، اس سے حق کے مُتلاشی پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لوگ جو کتابوں، مجلوں، رسالوں اور جریدوں میں جان دار کی تصویر کے سلسلے میں وسعت برت رہے ہیں یہ واضح غلطی اور کھلا ہوا گناہ ہے۔''(۱)

مفتی علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ نے لکھا ہے کہ

''جس نے یہ خیال کیا کہ شمسی تصویر منع کے حکم میں داخل نہیں اور یہ کہ منع ہونا مجسم صورت اور سایہ دار چیزوں کی تصویر کے ساتھ خاص ہے، تو اس کا خیال باطل ہے۔''(۲)

''اللجنة الدائمة'' کے ایک فتوے میں لکھا ہے کہ

''انسان وحیوان وغیرہ جان دار چیزو کی شمسی وعکسی تصویر لینا اور ان کو باقی رکھنا حرام ہے؛ بل کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔''(۳)

اور علامہ شیخ عبدالرحمٰن بن فریان ''شمسی تصویر کی حرمت'' پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''ولا تغترّ أيها المسلم! بِمَنْ تَنَطَّعَ بمعسول الكلام وقام يحلّل و يحرّم ، بغير دليل و برهان ؛ بل بمجرد الرأي والهذيان ، من بعض متعلمة هذه الأزمان وأجاز الصور الضوئية وجعل المنع خاصا بما لهٗ أجسام سبحان اللّٰه !

(۱) فتاویٰ شیخ ابن باز: ۱۸۹-۱۷۹/۴

(۲) فتاویٰ و رسائل شیخ محمد بن إبراهيم: ۱۳۴/۱

(۳) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۴۵۹/۱،رقم الفتویٰ: ۱۹۷۸

من أين هذا التفريق و لم يجي لا في سنة ولا قرآن .

(اے مسلم! تو اس زمانے کے بعض علم کی جانب منسوب لوگوں سے دھوکہ نہ کھانا، جو چکنی چپڑی باتیں کرتے اور بلا دلیل و برہان، محض اپنی رائے اور بکواس سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہیں اور عکسی تصویر کو جائز قرار دیتے اور منع کو صرف ان تصویروں سے خاص کرتے ہیں، جو مجسمے کی شکل میں ہوں۔ سبحان اللہ! یہ فرق کہاں سے آیا؟ جب کہ نہ تو سنت میں یہ فرق آیا اور نہ قرآن میں آیا!!)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

" فيجب على المسلمين إنكار هذا المنكر ولا يجوز لهم السكوت ولا يُغترّ بفشوه و رواجه فإن المنكر هو بحالهٖ منكر كما هو في الشرع ولا يُحلّله كثرتُه و رواجُه ولا محبةُ البعض و ارتكابُه". (۱)

(لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس منکر پر انکار و نکیر کریں اور اس پر ان کی خاموشی جائز نہیں ہے اور تصویر کے رواج اور عام ہو جانے سے دھوکہ نہ کھایا جائے؛ کیوں کہ منکر تو ہر حال میں منکر ہے، اس کا عام ہو جانا اور رواج پا جانا اس کو حلال نہیں کر دیتا اور نہ بعض لوگوں کی اس سے محبت اور اس کا مرتکب ہونا اس کو جائز کرتا ہے)

قابلِ غور یہ ہے کہ اگر تصویر کے مسئلے میں اختلاف اس درجے کا ہوتا، جو مختلف فیہ مسائل میں ہوتا ہے، تو کیا اس قدر شدت کا جواز تھا، جو ان حضرات نے اختیار کیا ہے؟ اور تصویر کو حرام؛ بل کہ گناہِ کبیرہ قرار دیا ہے اور جواز کے قائلین کو کھلی غلطی و واضح گناہ پر

---

(۱) الدرر السنية: ۱۵ / ۲۳۴

ٹھیرایا ہے؟ اور اہل اسلام کو اس پر انکار و نکیر کرنا ضروری قرار دیا ہے؟ اور خاموشی کو ناجائز کہا ہے اور اس کے عام ہو جانے اور رواج پا جانے کو بے اثر ٹھیرایا ہے؟ نہیں! اس سے معلوم ہوا کہ اس اختلاف کو وہ حضرات کوئی قابلِ لحاظ ہی نہیں مانتے تھے۔

اسی طرح ہند و پاک کے علما کا بھی رویہ رہا ہے، ایک دو حضرات کے اس سلسلے میں فتاویٰ نقل کر دینا اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے ایک اسکول کے جلسے (جس میں تصویر لی جاتی ہے) کے بارے میں سوال پر لکھا ہے کہ

> ''یہ معصیت کی مجلس ہے، جس میں شرکت قطعاً جائز نہیں؛ بل کہ دورانِ مجلس اس قسم کی حرکت شروع ہو، تب بھی روکنے کی قدرت نہ ہونے والے ہر شخص پر اٹھ جانا واجب ہے''؛ نیز لکھا کہ تصویر سازی شریعت کی رو سے ایک کبیرہ گناہ ہے؛ نیز فرماتے ہیں کہ انتہائی قلق کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ تصویر کی لعنت عوام سے تجاوز کر کے خواص؛ بل کہ علما تک پھیل گئی ہے، جس کا افسوس ناک نتیجہ سامنے آ رہا ہے کہ بہت سے لوگ ان حضرات کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر اس قطعی حرام کو حلال باور کرنے لگے!!(۱)

پاکستان میں ایک جگہ ایک مسجد میں رمضان میں ختم قرآن کے موقعے پر جلسہ ہوا ، اس میں ایک وہیں کے مُدرس صاحب نے جلسے کی تصاویر لیں ،لوگوں کے منع کرنے پر اس نے بتایا کہ یہ ریل امام صاحب نے بھروائی ہے اور ان ہی کی اجازت سے تصویر لے رہا ہوں اور ایسا سب جگہ ہوتا ہے۔ الغرض! اس نے ضد میں تصاویر کھینچیں اور خود ان امام صاحب کے مائک پر آنے پر ان کی بھی تصاویر لیں، اس

(۱) احسن الفتاویٰ: ۸/۴۱۷، ۴۱۸، ۴۳۴

واقعے کا ذکر کرکے کسی نے حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ سے سوال کیا، تو اس کے جواب میں حضرت نے لکھا ہے کہ

''تصویریں بنانا خصوصاً مسجد کو اس گندگی کے ساتھ ملوث کرنا حرام اور سخت گناہ ہے۔ اگر یہ حضرات اس سے علانیہ توبہ کا اعلان کریں اور اپنی غلطی کا اقرار کرکے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، تو ٹھیک ہے، ورنہ ان حافظ صاحب کو امامت سے اور تدریس سے الگ کردیا جائے اور ان کے پیچھے نماز ناجائز اور مکروہِ تحریمی ہے'' (۱)

اسی طرح علما و بزرگان کی آئے دن اخبارات میں شائع ہونے والی تصاویر کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

تصویر بنانا اور بنوانا گناہ ہے؛ لیکن اگر قانونی مجبوری کی وجہ سے ایسا کرنا پڑے، تو امید ہے کہ مواخذہ نہ ہوگا۔ باقی بزرگان دین نے اول تو تصویریں اپنی خوشی سے بنوائی نہیں اور اگر کسی نے بنوائی ہوں، تو کسی کا عمل حجت نہیں، حجت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ (۲)

ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

فلم اور تصویر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے حرام ہے اور ان کو بنانے والے ملعون ہیں۔ (۳)

پاکستان کے وزیرِ خارجہ ''سردار آصف احمد'' نے ایک بیان میں کہا تھا کہ اسلام میں رقص و موسیقی اور تصویر سازی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس کا رد کرتے ہوئے

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷/۶۱

(۲) آپ کے مسائل: ۷/۶۲

(۳) آپ کے مسائل: ۷/۶۷

آپ نے اولاً ان امور کے بارے میں احادیث نقل کیے ہیں؛ پھر لکھا ہے کہ

> آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بعد سردار آصف احمد کا یہ کہنا کہ اسلام میں ان چیزوں پر کوئی پابندی نہیں، قطعاً غلط وخلافِ واقعہ ہے اور ان کے اس فتوے کا منشأ یا تو ناقص مطالعہ ہے یا خاکم بدہن صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف ہے؛ پہلی وجہ جہلِ مرکب اور دوسری وجہ کفرِ خالص۔(۱)

علما کی تصاویر اور ان کا ٹی-وی پر آنا عوام کو یا تو بے چین کرتا ہے یا یہ کہ وہ اس سے اس کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے آپ سے جب اس سلسلے میں علما کے فعل کا حوالہ دیا، تو جواب لکھا کہ

> ''یہ اصول ذہن میں رکھیے کہ ''گناہ ہر حال میں گناہ ہے، خواہ ساری دنیا اس میں ملوث ہو جائے''۔ دوسرا اصول یہ بھی ملحوظ رکھیے کہ ''جب کوئی بُرائی عام ہو جائے، تو اگر چہ اس کی نحوست بھی عام ہوگی؛ مگر آدمی مکلّف اپنے فعل کا ہے''۔ پہلے اصول کے مطابق علما کا ٹی-وی پر آنا، اس کے جواز کی دلیل نہیں، نہ امامِ حرم کا تراویح پڑھانا ہی اس کے جواز کی دلیل ہے؛ اگر طبیب کسی بیماری میں مبتلا ہو جائیں، تو بیماری بیماری ہی رہے گی، اس کو صحت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔(۲)

ان فتاویٰ پر غور کیجیے کہ کیا ایک اختلافی مسئلے پر کسی کو ملعون کہنا اور اس کام کے ارتکاب پر امامت سے ہٹانے کی تجویز رکھنا؛ بل کہ اس کا فتویٰ صادر کرنا صحیح ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اس مسئلے کی وہ نوعیت نہیں، جو

---

(۱) آپ کے مسائل: ۷/۷۶

(۲) آپ کے مسائل: ۷/۸۱

اختلافی مسائل کی ہوتی ہے؛ بل کہ ان حضراتِ علما کے نزدیک اس مسئلے میں اختلاف غلط فہمی کا نتیجہ ہے، نہ یہ کہ اس کی بنیاد دلائل ہیں۔

مجوزین کی ایک لچر دلیل کا جواب

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہے کہ موجودہ دور کے مجوّزینِ تصویر میں سے بعض کو سنا گیا کہ وہ دلیلِ جواز یہ دیتے ہیں کہ آج کل تصویر کا عام رواج ہو چکا ہے، کوئی محفل و مجلس اس سے خالی نہیں، عوام تو عوام علما بھی لیتے ہیں، تو کب تک اس کو ناجائز کہتے رہیں گے؟ ابھی قریب میں ہمارے مدرسے کو ایک مفتی صاحب کا ورود ہوا، میں تو سفر پر تھا؛ لہٰذا ملاقات نہیں ہوئی، دیگر اساتذہ کے درمیان انھوں نے یہ باتیں کہیں اور تصویر کو ناجائز کہنے والوں پر طنز و تعریض کی۔

مگر اس دلیل کو مان لیا جائے، تو پھر تمام حرام کاموں کو جائز ہو جانا چاہیے؛ کیوں کہ آج شراب بھی عام ہے، موسیقی و گانا بجانا بھی عام ہے، موبائیل فون سے گانے بجانے کی ٹیون (Tune) ہم نے علما کو بھی رکھتے دیکھا ہے اور بے پردگی بھی عام ہے، سود و جوا بھی عام ہے اور رشوت خوری کا بھی خوب چلن ہے؛ بل کہ غور کرنا چاہیے کہ کونسا گناہ ایسا ہے، جو آج کے معاشرے میں رواج نہیں پا رہا ہے؛ لہٰذا یہ سب کے سب حرام کام اس لیے جائز ہو جانا چاہیے کہ ان کا رواج عام ہو گیا ہے؛ لہٰذا کب تک اس کو حرام کہتے رہیں؟ **لا حول ولا قوۃ إلا باللّٰہ !** اگر یہ مفتیانہ منطق چل جائے، تو اسلام کا خدا ہی حافظ!!!

یہاں ان مفتی صاحب کی دلیل کے جواب میں صرف یہ بات کافی ہے کہ ہم حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ کے رسالے ''گناہ بے لذت'' سے ایک عبارت نقل کیے دیتے ہیں، بغور ملاحظہ کیجیے! حضرت لکھتے ہیں کہ

''آج کل یہ گناہ اس قدر وبا کی طرح تمام دنیا پر چھا گیا ہے کہ اس سے پرہیز کرنے والے کو زندگی کے ہر شعبے میں مشکلات ہیں، ٹوپی سے لے کر جوتے تک کوئی چیز بازار میں تصویر سے خالی ملنا مشکل ہو گیا ہے، گھریلو استعمال کی چیزیں، برتن، چھتری، دیا سلائی، (Match stick) دواؤں کے ڈبے اور بوتلیں، اخبارات ورسائل یہاں تک کہ مذہبی اور اصلاحی کتابیں بھی اس گناہِ عظیم سے خالی نہ رہیں۔ فإلی اللہ المشتکي! اور غور کیا جائے، تو ان میں سے اکثر حصہ تصاویر کا محض بے کار و بے فائدہ ''گناہ بےلذت ہے''مسلمان کو چاہیے کہ گناہ کے عام ہو جانے سے اس کو ہلکا نہ سمجھے؛ بل کہ زیادہ اہمیت کے ساتھ اس سے بچنے اور دوسرے مسلمانوں کو بچانے کی فکر کریں۔(۱)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ جیسے اپنے زمانے کے مفتی بے مثال تو تصویر کے عام ہو جانے کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ عام ہو جانے سے دھوکہ نہ کھائیں اور اس کو ہلکا نہ سمجھیں؛ بل کہ اس سے مسلمانوں کو بچانے کی فکر کریں اور یہ جدید الخیال وروشن خیال مفتی صاحب یہ کہتے ہیں کہ جب یہ عام ہو گئی، تو اب حرام کو حرام نہیں؛ بل کہ حلال کہو۔ فیا للعجب!!

رسالے کا مقصد

یہ رسالہ اسی غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے تحریر کیا گیا ہے کہ علمائے عرب تصویر کے جواز کے قائل ہیں۔ہم نے اس رسالے میں عرب دنیا اور مصر وغیرہ کے قابلِ قدر علما ومفتیانِ کرام، جن کو عالمِ اسلام میں شہرت واستناد حاصل ہے، ان کے فتاوی باحوالہ

(۱) گناہ بےلذت:۵۲

درج کردئے ہیں اور فتاویٰ بھی ان کی اصل زبان یعنی عربی میں نقل کیے ہیں اور عوام کی ضرورت وطلبہ کی سہولت کے خیال سے ان کا ترجمہ بھی کردیا ہے؛ تاکہ حقیقت اچھی طرح سے سمجھ میں آجائے۔

یہاں میں اپنی اس تمہید کے اختتام کے لیے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ کے الفاظ مستعار لیتا ہوں، حضرت نے اپنے رسالے "التصویر لأحکام التصویر" کے مقدمے میں حالاتِ زمانے کا شکوہ کرتے ہوئے اور اپنے اس رسالے کو (جو مقدمہ لکھنے سے چالیس سال قبل لکھا گیا تھا، اس کو) شائع کرنے کی وجوہات پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"اس چالیس سال کی مدت میں زمانہ کہاں سے کہاں پہنچا، حالات میں کیا کیا انقلابات آئے، تصویر اور فوٹو زندگی کے جزو بن گئے، دنیا کی کوئی چیز اس سے خالی نہ رہی، عوام وخواص سبھی اس میں مبتلا ہوگئے۔ ہندوستان، پاکستان اور خصوصاً عرب ممالک کے بڑے بڑے علما، فضلا، ارباب وعمائم، سبھی کی تصاویر اخباروں اور کتابوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان میں بہت سے علما کو بغیر ان کے علم اور قصد کے فوٹو اسٹیج پر زبردستی لایا گیا ہے؛ مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ بہت سے علما خود گروپ فوٹوؤں میں کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس میں عموم وشیوع اور ابتلائے عام کا ایک طبعی تقاضا تو مایوسی اور خاموشی تھا؛ مگر دوسرا عقلی تقاضا یہ تھا کہ جس چیز کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی احادیثِ متواترہ نے حرام وناجائز قرار دیا ہے، لوگوں کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشادات سے باخبر کرنے اور مقدور بھر اس گناہ سے بچنے کے لیے کسی کے ماننے نہ ماننے؛ بل

کہ طعنے اور فقرے کسنے کی پروا کیے بغیر پوری جد و جہد کی جائے، جو عقل و شرع کا تقاضا ہے؛ کیوں کہ وبائی بیماری کے عام ہو جانے کے وقت اگر حفظِ ماتقدم کے متعلق ساری ڈاکٹری تدبیریں فیل ہو جائیں اور وبائے عام پھیل جائے، تو کسی عقل مند کے نزدیک ڈاکٹر کا اس وقت یہ کام نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اب لوگوں کو یہ تلقین کرنے لگے کہ اس بیماری کو بیماری نہ سمجھو، نہ اس کا کوئی علاج کرو، نہ اس سے بچنے کی فکر کرو؛ بل کہ ڈاکٹر اس عمومِ وبا کے وقت بھی دوا اور علاج نہیں چھوڑتے اور ان میں بہت سے کام یاب بھی ہو جاتے ہیں۔" (۱)

لہٰذا احقر نے بھی سوچا کہ اگر اس ابتلائے عام کے دور میں جب کہ علما و مشائخ امت کا طبقہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں نظر آتا؛ بل کہ اس کی حرمت کا فتویٰ دینے والوں اور اس کی حرمت پر وعظ کہنے والوں کو زمانے سے بے خبری اور دقیانوسی کے طعنے بھی دیے جاتے ہیں، احقاقِ حق و ابطالِ باطل اور اتمامِ حجت کے طور پر اس سلسلے میں اکابرِ امت کے فتاویٰ جمع کر کے شائع کر دیے جائیں، تو ہو سکتا ہے کہ کسی کو اس سے نفع ہو اور وہ میرے لیے ذخیرۂ آخرت بن جائے۔ ایک شاعرِ عربی نے خوب کہا ہے کہ

عَلَى الْمَرْءِ أَنْ يَسْعٰى لِمَا فِيْهِ نَفْعُهٗ

وَ لَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يُسَاعِدَهُ الدَّهْرُ

(آدمی کے ذمہ تو یہ ہے کہ جس میں نفع ہے، اس کی کوشش کرے، اس کے ذمہ یہ نہیں ہے کہ زمانے والے بھی اس کا ساتھ دیں)

چناں چہ اس رسالے کو میرے فقہی رسائل کے مجموعے "نفائس الفقہ" میں شاملِ اشاعت کر دیا گیا تھا؛ مگر اب ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کی اشاعت علاحدہ

(۱) "التصویر لأحکام التصویر" مندرجہ، جواہر الفقہ: ۱۷۲/۳

رسالے کی صورت میں بھی ہونا چاہیے اور ساتھ ہی یہ بھی خیال ہوا کہ عرب و مصر کے علما کے ساتھ ہند و پاک کے معروف اکابر علما و اہلِ افتا بزرگان کے فتاویٰ بھی جمع کر دیے جائیں، تو یہ ایک دستاویزی رسالہ ہو جائے گا؛ لیکن احقر کو اپنی مصروفیات کی بنا پر اس کام کے لیے وقت نکالنے کی گنجائش نہیں مل رہی تھی؛ لہٰذا احقر نے اپنے عزیز ''مولوی محمد یاسین حفظہ اللہ تعالیٰ''، مدرس جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور کو یہ کام سپرد کیا کہ وہ اس سلسلے میں ہند و پاک کے علما کے فتاویٰ جمع کر دیں۔ ماشاء اللہ تعالیٰ عزیزِ گرامی نے اس سلسلے میں محنتِ شاقہ اٹھائی اور اس کام کو بہ خوبی انجام دیا، اللہ ان کو جزائے خیر عطا کرے۔

لہٰذا اب اس کو ''حرمتِ تصویر- علمائے عرب و عجم کے فتاویٰ'' کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے، اللہ کرے کہ اس سے غلط فہمیاں دور ہوں اور لوگ حق کی جانب رجوع کریں اور بالخصوص گناہوں سے باز آنے میں پیش قدمی کریں اور حق کے واضح ہونے پر اس کو قبول کریں۔

فقط

خادم العلم والعلما

احقر محمد شعیب اللہ خان

۲۶/ جمادی الاخری/ ۱۴۳۲ھ ہجری

مطابق یکم جون/ ۲۰۱۱ء

4

عکسی تصویر حرام ہے!

یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر چہ بعض علمائے مصر و عرب کی جانب سے شمسی تصویر کے جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے؛ مگر یہ وہاں کے تمام علما کا یا جمہور علما کا فتوی نہیں ہے؛ بل کہ وہاں کے بھی جمہور علما کا فتویٰ یہی ہے کہ یہ ناجائز ہے؛ لہٰذا آگے بڑھنے سے پہلے خود وہاں کے علما کی اس سلسلے میں تصریح ملاحظہ فرمالیجیے۔

"اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الإفتاء" سعودی حکومت کی جانب سے قائم کردہ ایک دار الافتا اور علمی مسائل کی تحقیق کا ایک بڑا و معتبر مرکز ہے، جس کے صدر الشیخ علامہ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ تھے اور متعدد حضراتِ علما و مفتیان اس میں تحقیق و افتا کے کام پر مامور ہیں اسی "اللجنة الدائمة" نے ایک فتوے میں کہا کہ

> "القول الصحيح الذي دلت عليه الأدلة الشرعية وعليه جماهير العلماء: أن أدلة تحريم تصوير ذوات الأرواح تضم التصوير الفوتوغرافي واليدوي، مجسما أو غير مجسم، لعموم الادلة. (۱)
>
> (صحیح قول، جس پر شرعی دلائل دلالت کرتے ہیں اور جس پر جمہور علما قائم ہیں، یہ ہے کہ جان دار چیزوں کی تصویر کی حرمت کے دلائل فوٹوگرافی کی تصویر اور ہاتھ سے بنائی جانے والی تصاویر سبھی کو شامل ہیں، خواہ وہ مجسم ہو یا غیر مجسم ہو، دلائل کے عام ہونے کی وجہ سے)

---

(۱) فتاویٰ الإسلامية: ۳۵۵/۴

اس سے معلوم ہوا کہ عرب کے جمہور علما کا فتویٰ یہی ہے کہ شمسی تصویر حرام ہے اور تصویر کی حرمت کا حکم اس کو بھی شامل ہے؛ لہٰذا جو لوگ یہ سمجھتے یا سمجھاتے ہیں کہ عرب کے علما شمسی تصویر کے جواز کے قائل ہیں ، یہ یا تو غلط فہمی ہے یا دھوکہ بازی ہے؛ کیوں کہ چند علما کا فتویٰ سبھی کا فتویٰ نہیں ہو جاتا اور اتباع تو جمہور کی کرنی چاہیے، بالخصوص اس وقت جب کہ ان چند علما کے اس فتوے کو جمہور علما نے رد بھی کر دیا ہو۔

اس کے بعد ہم عرب و مصر وغیرہ کے اہم و معروف علما کے اس سلسلے میں فتاویٰ نقل کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کا ترجمہ بھی کرتے ہیں، تاکہ حق واضح ہو جائے۔

شیخ عبد العزیز ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ

(۱) عالمِ اسلام کے معروف مفتی اور سعودی عرب کے عظیم فقیہ، شیخ عبد العزیز ابن باز رحمہ اللہ ، جو اپنے علم و تقوے کے لحاظ سے ایک مستند شخصیت مانے جاتے ہیں، ان سے کسی نے پوچھا کہ ان تصاویر کا کیا حکم ہے، جن میں آج عام ابتلا ہے اور لوگ اس میں منہمک ہیں؟ شیخ نے اس کا جواب بہت تفصیل سے دیا ہے، اس جواب کے شروع میں فرماتے ہیں کہ

”فقدجائت الأحاديث الكثيرة عن النبي صلى الله عليه وسلم في الصحاح والمسانيد والسنن دالةً علىٰ تحريم تصوير كل ذي روح ،آدمياً كان أو غيره“

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحاح ، و مسانید و سنن کی کتابوں میں بہت سی احادیث ہر جان دار کی تصویر کی حرمت پر دلالت کرنے والی آئی ہیں، چاہے وہ آدمی ہو یا کوئی اور چیز)

اس کے بعد اس کے دلائل ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ

"وبما ذكرنا في هذا الجواب من الأحاديث وكلام أهل العلم يتبين لمريد الحق أن توسع الناس في تصوير ذوات الأرواح في الكتب والمجلات والجرائد والرسائل خطأً بين ومعصية ظاهرة "(۱)

(ہم نے جواب میں جو احادیث اور اہلِ علم کا کلام نقل کیا ہے، اس سے حق کے متلاشی پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لوگ جو کتابوں، مجلوں، رسالوں اور جریدوں میں جان دار کی تصویر کے سلسلے میں وسعت برت رہے ہیں، یہ واضح غلطی اور کھلا ہوا گناہ ہے)

(۲) ایک اور فتوے میں شیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

" لا ريب أن إخراج المجلات والصحف اليومية وغيرها بدون تصوير، هو الواجب؛ لأن الرسول صلى الله عليه وسلم لعن المصورين وأخبر أنهم أشد الناس عذاباً يوم القيامة ،وهذا يعم التصوير الشمسي والتصوير الذي لهٗ ظل ،ومن فرَّق فليس عنده دليل علىٰ التفرقة "(۲)

(بیشک مجلّات اور روزنامے وغیرہ کا بغیر تصویر کے شائع کرنا ہی واجب ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر لینے والوں پر لعنت کی ہے اور یہ خبر دی ہے کہ وہ لوگ قیامت کے دن سب لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب میں ہوں گے اور یہ وعید شمسی تصویر اور اس تصویر کو، جس کا سایہ ہوتا ہے، عام ہے اور جو شخص ان دونوں میں فرق کرتا ہے، اس کے پاس اس فرق کی کوئی دلیل نہیں ہے)

---

(۱) فتاویٰ الشیخ ابن باز: ۱۷۹/۴-۸۹

(۲) فتاویٰ شیخ ابن باز: ۱۳۳/۵

(۳) ایک صاحب نے ایک کتاب لکھی، جس میں انھوں نے شمسی تصویر کو آئینہ میں پڑنے والے عکس کے برابر قرار دیا؛ اس کتاب پر الشیخ عبد العزیز ابن باز رَحِمَہُ اللہُ نے رد کیا اور ان صاحب کے قیاس کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ

"ويقال لهٗ أيضاً : لقد أخطأت في التسوية والقياس من وجهين: أحدهما أن الصورة الشمسية لا تشبه الصورة في المرآة لأن الصورة الشمسية لا تزول عن محلها والفتنة بها قائمة ، وأما الصورة في المرآة فهي غير ثابتة تزول بزوال المقابل لهاوهذافرق واضح لا يمتري فيه عاقل . والثاني أن النص عن المعصوم صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جاء بتحريم الصور مطلقاً و نص على تحريم ما هو من جنس الصورة الشمسية كالصورة في الثياب والحيطان" (۱)

(ان صاحب سے کہا جائے گا کہ تم نے دونوں (شمسی تصویر و آئینے کے عکس) کو برابر قرار دینے اور اس قیاس میں دو وجہ سے غلطی کی ہے :ایک اس لیے کہ شمسی تصویر آئینے کی تصویر کے مشابہ نہیں ہوتی؛ کیوں کہ شمسی تصویر اپنے محل سے زائل نہیں ہوتی اور فتنہ اس شمسی تصویر کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور رہی آئینے کی تصویر، تو وہ غیر پائے دار، زائل ہونے والی ہوتی ہے، جو مقابل کی چیز کے زائل ہونے سے زائل ہو جاتی ہے، یہ ایسا واضح فرق ہے جس میں کسی عاقل کو شبہ نہیں ہوسکتا اور دوسرے اس لیے کہ رسول اللہ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے جو نص وارد ہے، وہ مطلقاً تصویر کی حرمت بیان کرتی ہیں اور اس نے تصویر شمسی جیسی تصویر

---

(۱) فتاویٰ الشیخ بن باز: ۱۸۸/۳

کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے جیسے کپڑے اور دیوار کے اوپر کی تصویر)

شیخ علامہ عبداللہ بن عقیل رحمہ اللہ کا فتویٰ

شیخ علامہ عبداللہ بن عقیل رحمہ اللہ ، جو ملک عبدالعزیز کے زمانے میں ریاض میں عہدۂ قضاوافتا پر مامور رہے، اور بہت بڑے علامہ مانے جاتے تھے،ان سے سوال کیا گیا کہ مجسمے کی تصویر اور شمسی تصویر میں کیا فرق ہے؟اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ

"وهٰذا يعم تصوير كل مخلوق من ذوات الأرواح من آدميين وغيرهم ، ولا فرق أن تكون الصورة مجسدةً أوغيرَ مجسدةٍ،وسواء أُخِذَتْ بالآلة أو بالأصباغ والنقوش أو غيرها لعموم الأحاديث،ومن زعم أن الصورة الشمسية لا تدخل في عموم النهي ، وأن النهي مختصٌّ بالصورة المجسمة وبما له ظل؛ فهذا تفريق بغير دليل، لأن الأحاديث عامة في هذا،ولم يفرق بين صورة و صورة، وقد صرح العلماء بأن النهي عام للصور الشمسية وغيرها كالإمام النووي و الحافظ ابن حجر وغيرهما" (۱)

(یہ حرمت کا حکم ہر جان دار مخلوق کی تصویر کو عام ہے؛ خواہ وہ انسان ہو یا کوئی اور مخلوق اور احادیث کے عموم کی وجہ سے اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ ہو اور خواہ وہ کسی آلے سے لی گئی ہو یا رنگوں یا نقش وغیرہ سے بنائی گئی ہو، سب کا حکم ایک ہے اور جس نے یہ خیال کیا کہ شمسی تصویر منع کے حکم میں داخل نہیں اور یہ کہ منع ہونا مجسم

(۱) فتاویٰ الشیخ عبد اللّٰہ بن عقیل: ۵۵۰/۲

صورت اور سایہ دار چیزوں کی تصویر کے ساتھ خاص ہے، تو یہ تفریق بغیر دلیل ہے؛ کیوں کہ احادیث اس سلسلے میں عام ہیں، جو ایک قسم اور دوسری قسم میں کوئی فرق نہیں کرتیں اور علما جیسے امام نووی اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ منع کا حکم شمسی و غیر شمسی تصویر سب کو شامل ہے)

شیخ علامہ عبدالرزاق العفیفی رحمہ اللہ کا فتویٰ

شیخ علامہ عبد الرزاق العفیفی رحمہ اللہ جو کبھی مصر کی معروف یونیورسٹی "جامعة الأزهر" میں استاذ تھے اور بعد میں سعودی حکومت میں "اللجنة الدائمة" میں مفتی کے عہدے پر فائز رہے، انھوں نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ

" أما التصوير الشمسي لذوات الأرواح فهو محرم وممنوع لأن فيه مضاهاة لخلق الله ، ولأن فاعله من أظلم الناس. (۱)

(رہی جان دار کی شمسی تصویر، تو وہ حرام و ممنوع ہے؛ کیوں کہ اس میں اللہ کی تخلیق سے مشابہت و نقالی ہے اور اس لیے بھی کہ اس کام کو انجام دینے والا ظالم لوگوں میں سے ہے)

علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ کا فتویٰ

سعودی عرب کے قاضی القضاۃ و مفتی، علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ جو سعودی عرب میں مختلف بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے، وہاں کے مفتی بھی رہے، قاضی القضاۃ بھی رہے، "الجامعة الاسلامية مدينة" کے رئیس بھی رہے اور "رابطہ عالم اسلامی" کے صدر بھی رہے، ان کے فتاویٰ شاہ فیصل

(۱) فتاویٰ الشیخ عبد الرزاق العفیفي:۲۱۱

رحمۃ اللہ کے حکم پر جمع کیے گئے ہیں۔ ان کے فتاویٰ سے یہاں چند فتاویٰ نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱) ان سے ایک سوال اس سلسلے میں کیا گیا، تو انھوں نے اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ

" فإن التصوير الشمسي، وإن لم يكن مثل المجسّد من كل وجه ؛ فهو مثله في علة المنع ، وهي إبراز الصورة في الخارج بالنسبة إلى المنظر، ولهٰذا يوجد في كثير من المصورات الشمسية ما هو أبدع في حكاية المصور حيث يقال : هٰذه صورة فلان طبق الأصل . وإلحاق الشيء بالشيء لا يشترط المساواة من كل وجه كما هو معلوم . وهذا لو لم تكن الأحاديث ظاهرةً في التسوية بينهما ، فكيف وقد جائتُ أحاديثُ عديدةٌ واضحةُ الدلالة في المقام.وقد زعم بعض مجيزي التصوير الشمسي أنه نظير ظهور الوجه في المرآة و نحوها من الصقيلات ، و هذا فاسد ؛ فإن ظهور الوجه في المرآة ونحوها شيء غير مستقر، وإنما يُرٰى بشرط بقاء المقابلة، فإذا فَقَدَتِ المقابلة فَقَدَ ظهورُ الصورة في المرآة ونحوها بخلاف الصورة الشمسية ؛ فإنها باقية في الأوراق و نحوها مستقرةً فإلحاقها بالصورة المنقوشة باليد أظهر وأوضح وأصح من إلحاقها بظهور الصورة في المرآة ونحوها ؛ فإن الصورة الشمسية وبدوّ الصورة في

الأجرام الصقيلة ونحوها يفترقان في أمرين :أحدهما الاستقرار والبقاء ، والثاني: حصول الصورة عن عمل و معالجة" (۱)

(تصویرِ شمسی اگر چہ کہ ہر لحاظ سے مجسمے کی طرح نہیں ہے؛ لیکن منع کی علت میں اس کے مشابہ ہے اور وہ علت منظر کے لحاظ سے خارج میں صورت کا ظاہر کرنا ہے، اسی وجہ سے بہت سی شمسی تصاویر میں آدمی کی نقل بہت ہی عمدہ نظر آتی ہے، جس کی وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اصل کے مطابق فلاں کی صورت ہے اور جیسا کہ معلوم ہے، ایک چیز کو دوسری چیز سے لاحق کرنے میں تمام اعتبارات سے برابر ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ یہ بات تو اس صورت میں ہے جب کہ احادیث دونوں قسم کی تصاویر کے مابین برابری ہونے میں ظاہر نہ ہوں؛ پھر کیا خیال ہے: جب کہ متعدد احادیث اس مقام میں واضح الدلالت بھی وارد ہوئی ہیں؟ اور بعض شمسی تصویر کو جائز کہنے والوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ یہ شمسی تصویر آئینہ وغیرہ صاف وشفاف چیزوں میں دکھائی دینے والے چہرہ کی طرح ہے اور یہ بات فاسد ہے؛ کیوں کہ آئینہ وغیرہ میں چہرے کا دکھائی دینا ایک غیر مستقر چیز ہے، اس میں اس وقت دکھائی دیتا ہے، جب کہ ایک دوسرے کے مقابل ہوں اور جب ایک دوسرے میں تقابل نہ رہے، تو یہ دکھائی دینا بھی ختم ہو جاتا ہے، بخلاف شمسی تصویر کے کہ وہ اوراق وغیرہ پر قائم رہ جاتی ہے، لہذا اس کو ہاتھ سے نقش کی ہوئی تصویر سے ملحق قرار دینا بنسبت آئینہ کی تصویر کے زیادہ ظاہر و واضح

(۱)فتاویٰ و رسائل الشیخ محمد بن ابراھیم: ۱/۱۳۱

اوراصح ہے؛ کیوں کہ شمسی تصویراورشفاف چیزوں میں اجسام کے ظاہر ہونے میں دو طرح فرق ہے؛ ایک: استقرار و بقا میں اور دوسرے: عمل وکام سے تصویر کے حاصل ہونے میں)

(۲)مفتی علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ نے ایک اور موقعے پر لکھا ہے:

"وهٰذا يعم تصوير كل مخلوق من ذوات الأرواح من آدميين وغيرهم ، ولا فرق أن تكون الصورة مجسدةً أو غيرَ مجسدةٍ ، وسواء أُخِذَتْ بالآلة أو بالأصباغ والنقوش أو غيرها ، لعموم الأحاديث. و من زعم أن الصورة الشمسية لا تدخل في عموم النهي ، وأن النهي مختصٌّ بالصورة المجسمة وبما لهٗ ظل فزعمه باطل؛ لأن الأحاديث عامة في هٰذا ، ولم تفرق بين صورة و صورة وقد صرح العلماء بأن النهيعام للصور الشمسية وغيرها كالإمام النووي والحافظ ابن حجر رحمهما اللہ وغيرهما . (١)

(یہ حرمت کا حکم ہر جان دار مخلوق کی تصویر کو عام ہے؛ خواہ وہ انسان ہو یا کوئی اور مخلوق اور احادیث کے عموم کی وجہ سے اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ ہو اور خواہ وہ کسی آلے سے لی گئی ہو یا رنگوں یا نقش وغیرہ سے بنائی گئی ہو، سب کا حکم ایک ہے اور جس نے یہ خیال کیا کہ شمسی تصویر منع کے حکم میں داخل نہیں اور یہ کہ منع ہونا مجسم صورت اور سایہ دار چیزوں کی تصویر کے ساتھ خاص ہے، تو اس کا خیال باطل ہے؛ کیوں کہ احادیث اس سلسلے میں عام ہیں، جو ایک قسم اور

---

(۱) فتاویٰ و رسائل شیخ محمد بن ابراھیم: ۱/۱۳۴

دوسری قسم میں کوئی فرق نہیں کرتیں اور علما جیسے امام نووی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ منع کا حکم شمسی و غیر شمسی تصویر سب کو شامل ہے)

(۳) ایک اور جگہ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

" الصور هي أحد ما لا يصح بيعه ، سواء المأخوذة بالشمسية هذه، أو نسج .ولا منفعة فيها إلا مطالعة الصور، فحرم الله التصوير، وإبقاء ه واستعماله ، فلا يجوز ذلک"(۱)

(تصاویر ان چیزوں میں سے ایک ہیں، جن کی خرید و فروخت صحیح نہیں، خواہ وہ کیمرے سے لی گئی ہو یا بنی گئی ہو اور اس میں کوئی فائدہ نہیں، سوائے اس کے کہ اس کو دیکھا جائے؛ چناں چہ اللہ نے تصویر لینے کو، اس کے باقی رکھنے کو اور اس کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے؛ لہٰذا یہ جائز نہیں ہے)

(۴) ایک اور موقعے پر آپ نے لکھا ہے کہ

"الصور سواء مما يمسک باليد وله ظل أو المأخوذا ت بالآلة أو بالصبغ أو بالخياطة كلها جميعا داخلة في التغليظ في التصوير الوارد في الأحاديث، والتصوير الشمسي أبلغ في المضاهاة"(۲)

(تصاویر خواہ وہ ہاتھ سے بنائی جائیں اور ان کا سایہ ہو یا آلے سے لی جائیں یا رنگ سے یا سیون سے بنائی جائیں سب کی سب تصویر

(۱) فتاویٰ ورسائل محمد بن ابراهيم: ۳/۷

(۲) فتاوی ورسائل محمد بن ابراهيم: ۱۲۵/۸

کی حرمت میں داخل ہیں، جو احادیث میں وارد ہوئی ہے اور شمسی تصویر تو اللہ کی تخلیق میں مشابہت میں اور بڑھی ہوئی ہے)

علمائے "اللجنة الدائمة" کے فتاویٰ

"اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء" سعودی حکومت کی جانب سے قائم کردہ ایک دارالافتا اور علمی مسائل کی تحقیق کا ایک بڑا و معتبر مرکز ہے، جس کا ذکر ہم نے ابتدا میں کیا ہے، اس "اللجنة الدائمة" سے بھی متعدد فتاویٰ میں یہی بات بار بار اور پوری شدت کے ساتھ کہی گئی ہے، میں یہاں " فتاویٰ اللجنة الدائمة" سے اس سلسلے کے چند فتاویٰ نقل کرتا ہوں۔

(۱) "اللجنة الدائمة" سے ایک سوال کیا گیا ہے، جس میں سائل نے شیخ عبدالعزیز بن باز سے پوچھا ہے کہ فوٹوگرافی کی تصویرِ شمسی، کیا ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویر کے حکم میں داخل ہے؟ جب کہ بعض نے کہا ہے کہ اس میں صرف ایک بٹن دبانا ہوتا ہے اور ہاتھ سے کوئی کام نہیں ہوتا؛ لہٰذا جائز ہے۔ اور اس شخص نے کویت کے ایک رسالہ میں آپ کی تصویر بھی چھپی ہوئی دکھائی، تو کیا ہم اس کو دلیلِ جواز سمجھیں؟ اور متحرک تصاویر جیسے ٹیلی ویژن کی تصویر دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں "اللجنة الدائمة" نے کہا کہ

"التصوير الفوتوغرافي الشمسي من أنواع التصوير المحرّم، فهو والتصوير عن طريق النسيج والصبغ بالألوان والصور المجسّمة سواءٌ في الحكم . والاختلاف في وسيلة التصوير وآلته لا يقتضي اختلا فاً في الحكم . وظهور صورتي في مجلتي "المجتمع" و"الاعتصام" مع

فتواي في أحكام الصيام ليس دليلاً على إجازتي التصويرَ، ولا على رضاي به فإني لاأعلم بتصويرهم لي"(۱)

(شمسی تصویر بھی حرام تصویروں کی ایک قسم ہے، پس یہ تصویر اور بُنی جانے والی اور رنگی جانے والی اور ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویر سب برابر ہے۔ تصویر سازی کے وسیلے اور آلے کا مختلف ہونا، حکم کے مختلف ہونے کا تقاضا نہیں کرتا۔ اور میری کتاب ''احکام الصیام'' میں حرمت کے فتوے کے باوجود میری تصویر کا مجلّہ "المجتمع" اور "الإعتصام" میں شائع ہونا، اس بات کی دلیل نہیں کہ میں نے اجازت دی ہے یا میں اس سے راضی ہوں؛ کیوں کہ مجھے ان کے تصویر لینے کا کوئی علم ہی نہیں ہے)

(۲)" فتاویٰ اللجنة الدائمة "میں ایک سوال کے جواب میں کہا گیا ہے اور اس فتوے پر چار حضرات علما کے دستخط ہیں: شیخ علامہ عبدالعزیز ابن باز، شیخ عبدالرزاق عفیفی، شیخ عبداللہ بن غدیان اور شیخ عبداللہ بن قعود رَحِمَهُمُ اللّٰهُ فتوے میں ہے کہ

"وليس التصوير الشمسي مجرد انطباع ، بل عمل بآلة ينشأ عنه الانطباع ، فهو مضاهاة لخلق الله بهٰذه الصناعة الآلية ، ثم النهي عن التصوير عام ، لما فيه من مضاهاة خلق الله ، والخطر على العقيدة والأخلاق ، دون نظر إلىٰ الآلة والطريقة التي يكون بها التصوير"(۲)

(شمسی تصویر محض عکس نہیں ہے؛ بل کہ آلے کے واسطے سے ایک عمل ہے، جس سے عکس پیدا ہوتا ہے؛ لہٰذا وہ بھی اس آلے کی فن کاری

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱/۴۶۳، رقم الفتویٰ: ۳۳۷۴

(۲) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱/۴۶۶ رقم الفتویٰ: ۴۵۱۴

کے ذریعے اللہ کی تخلیق کی نقالی ہے؛ پھر یہ تصویر کا ممنوع ہونا سب صورتوں کو عام ہے ؛ کیوں کہ اس میں آلہ وطریقہ جس سے تصویر لی جارہی ہے، اس سے قطع نظر تخلیق خداوندی کی مشابہت اور عقیدے واخلاق پر خطرہ پایا جاتا ہے)

(۳)" اللجنة الدائمة" کے مفتیان سے سوال کیا گیا کہ چند دوستوں میں شمسی تصویر لینے اور اس کو رکھنے کے بارے میں اختلاف ہوگیا اور کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے؛ لہٰذا آپ بتائیں کہ اس کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب فاضل مفتیان نے یہ لکھا ہے کہ

"التصوير الشمسي للأحياء من إنسان أو حيوان والاحتفاظ بهذه الصور حرام ؛ بل هو من الكبائر،لما ورد في ذلک من الأحاديث الصحيحة المتضمنة للوعيد الشديد والمنذرة بالعذاب الأليم للمصورين ومن اقتنى هذه الصور ، ولما فيذلک من التشبه باللّٰه في خلقه للأحياء؛ولأنه قد يكون ذريعةً إلىٰ الشرک كصور العظماء والصالحين أو باباً من أبواب الفتنة كصور الجميلات والممثلين والممثلات والكاسيات العاريات"(۱)

(انسان وحیوان وغیرہ جان دار چیزوں کی شمسی وعکسی تصویر لینا اور ان کو باقی رکھنا حرام ہے؛ بل کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، ان احادیثِ صحیحہ کی وجہ سے، جو تصویر کشی کرنے والوں کو سخت وعید اور دردناک عذاب کی دھمکی پر مشتمل ہیں اور اس لیے کہ اس میں اللہ کے ساتھ زندوں کو پیدا کرنے میں تشبُہ ہے اور اس لیے کہ یہ شرک کا ذریعہ ہے، جیسے بڑے لوگوں اور صالحین کی تصویروں میں ہوتا ہے اور یہ فتنے

---

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة :۴۵۹/۱،رقم الفتویٰ: ۱۶۷۸

کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جیسے خوبصورت عورتوں اور فلم ایکٹروں اور ایکٹرس اور نیم عریاں عورتوں کی تصویروں میں ہوتا ہے)

(۴)" اللجنة الدائمة" سے ایک صاحب نے سوال کیا ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تصویر بنانے والوں پر لعنت کی ہے؛ لیکن یہ تصویر بنانے والے کون ہیں؟ کیا وہ لوگ مراد ہیں، جو مجسمے بناتے ہیں یا وہ بھی، جو فوٹو گرافی کی تصویر لیتے ہیں؟ اس کا جواب " اللجنة الدائمة" کی جانب سے یہ دیا ہے کہ

" تصوير ذوات الأرواح حرام ، سواء كان تصويراً مجسماً أو شمسياً أو نقشاً بيد أو آلة لعموم أدلة تحريم التصوير". (۱)

(حرمتِ تصویر کے دلائل کے عام ہونے کی وجہ سے جان دار چیزوں کی تصویر حرام ہے، چاہے وہ مجسمے کی تصویر ہو یا عکسی تصویر ہو یا ہاتھ یا کسی آلے سے نقش کی ہوئی ہو)

(۵) "اللجنة الدائمة " سے ایک سوال یہ کیا گیا ہے کہ مصوِّرین (واو کے زیر کے ساتھ، یعنی تصویر بنانے والوں) پر لعنت تو وارد ہوئی ہے، کیا مصوَّرین (واو کے زبر کے ساتھ، یعنی جن کی تصویر لی جائے ان) پر بھی کسی خاص دلیل میں لعنت وارد ہے؟ تو اس سوال کا جواب یہ دیا کہ

"كما أن الأدلة وردت في لعن المصورين و توعدهم بالنار في الدار الآخرة ، فكذٰلک الذي يقدّم نفسَه من أجل أخذ صورة لها داخل في ذلک ، ولا يدخل في ذلک من اقتضت الضرورة أن يأخذ صورةً له"(۲)

---

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱/۴۶۲، رقم: ۳۲۴۷

(۲) فتاویٰ الجنة الدائمة: ۱/۴۷۰، رقم الفتوی: ۲۲۲

(جس طرح دلائل تصویر بنانے والوں پر لعنت اوران کوآخرت میں دوزخ کی آگ کی دھمکی کے سلسلے میں وارد ہیں، اسی طرح جوشخص اپنی تصویر لینے کے لیے خود کو پیش کرتا ہے، وہ بھی اس میں داخل ہے، ہاں! وہ اس میں داخل نہیں، جسے تصویر لینے کی ضرورت پیش آئی ہو)

(٦) "اللجنة الدائمة" سے سوال کیا گیا کہ "درسی کتابوں میں جو توضیح و تفہیم کے لیے تصویر ہوتی ہے، اسی طرح علمی کتابوں، مجلّات ورسائل میں جو تصاویر ہوتی ہیں، جن کا ہونا توضیح و تفہیم کے لیے ضروری ہوتا ہے، ان کا کیا حکم ہے؟" "اللجنة الدائمة" کے علما کا جواب یہ تھا کہ

"تصوير ذوات الأرواح حرام مطلقاً، لعموم الأحاديث التي وردت في ذلک ، وليست ضرورية للتوضيح في الدراسة ؛ بل هي من الأمور الكمالية ، لزيادة الإيضاح ، وهناک غيرها من وسائل الإيضاح يمكن الاستغناء بها عن الصور في تفهيم الطلاب والقراء ، وقد مضىٰ على الناس قرون وهم في غنىً عنها في التعليم والإيضاح ، وصاروا مع ذلک أقوى منّا علماً وأكثر تحصيلاً وما ضرّهم ترک الصور في دراستهم !! "(١)

(جان دار کی تصویر مطلقاً حرام ہے، ان احادیث کے عموم کی وجہ سے، جو اس بارے میں آئی ہیں اور یہ تصاویر تعلیم کے لیے کوئی ضروری نہیں ہیں؛ بل کہ محض زیادہ وضاحت کی وجہ سے امورِ کمال میں سے ہو سکتے ہیں اور یہاں ان کے علاوہ توضیح و تفہیم کے دوسرے وسائل بھی

(١) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ١/٤٨٠، رقم الفتویٰ: ٩٣٤٩

موجود ہیں، جن کے ذریعے طالب علموں اور پڑھنے والوں کو سمجھانے کا کام لے کر تصاویر سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ اور لوگوں پر کئی زمانے ایسے گزرے ہیں کہ وہ تعلیم و تفہیم میں ان تصاویر سے مستغنی تھے اور اس کے باوجود علم میں ہم سے زیادہ قوی اور تحصیل میں ہم سے زیادہ وسیع رہے اور ان کو تصاویر کا ترک کرنا کچھ نقصان نہیں دیا!!)

(۷) ایک سوال کے جواب میں "اللجنة الدائمة" کے علما و مفتیان حضرات نے لکھا ہے:

" تصوير الأحياء حرام ؛ بل من كبائر الذنوب، سواء اتخذ المصوِّر ذٰلك مهنةً له أم لم يتخذ مهنةً ، و سواء كان التصوير نقشاً أم رسماً بالقلم و نحوه أم عكساً بالكاميرأو نحوها من الآلات ، أم نحتاً لأحجار و نحوها ، و سواء كان ذلك للذكرى أم لغيرها "(۱)

(جان دار کی تصویر حرام ہے؛ بل کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، خواہ تصویر لینے والے نے اس کام کو پیشہ بنالیا ہو یا وہ پیشہ نہ بنایا ہو اور خواہ وہ تصویر نقش ہو یا قلم وغیرہ سے بنائی ہو یا کیمرے وغیرہ آلات سے لیا ہوا عکس ہو یا درختوں وغیرہ کو کاٹ کر بنایا ہو؛ پھر وہ برائے یادداشت ہو یا کسی اور وجہ سے لی گئی ہو)

(۸) "اللجنة الدائمة" سے سوال کیا گیا کہ " برطانیہ میں بعض علما حالت جماعت میں نمازیوں کی اور قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے بچوں کی تصویریں لینے کے قائل ہیں ؛ کیوں کہ ان تصاویر کو جب مجلّات و جرائد میں نشر کیا جاتا ہے، تو

(۱) فتاوىٰ اللجنة الدائمة :۱/۴۸۴، رقم الفتوىٰ :۲۳۹۶

غیر مسلم اس سے متأثر ہوتے اور اسلام اور مسلمانوں کو جاننے میں رغبت کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں مفتیانِ کرام نے لکھا ہے:

"تصوير ذوات الأرواح حرام، سواء كانت الصور لإنسان أم حيوان آخر، وسواء كانت لمصلّ أم قارئ قرآن أم غيرهما، لما ثبت في تحريم ذلك من الأحاديث الصحيحة، ولا يجوز نشر الصور في الجرائد والمجلات والرسائل، ولو كانت المصلين أو المتوضئين أو قراءة القرآن رجاءَ نشر الاسلام والترغيب في معرفته والدخول فيه؛ لأنه لا يجوز اتخاذ المحرمات وسيلة البلاغ و نشر الاسلام، ووسائل البلاغ المشروعة كثيرة فلا يعدل عنها إلى غيرها مما حرمه الله. والواقع من التصوير في الدول الاسلامية ليس حُجةً علىٰ جوازه؛ بل ذٰلك منكر للأدلة الصحيحة في ذلك، فينبغي انكار التصوير عملاً بالأدلة" (۱)

(جان دار کی تصویر حرام ہے؛ خواہ وہ انسان کی ہو یا کسی اور جان دار کی اور خواہ وہ کسی مُصلی کی ہو یا قاریٔ قرآن کی یا ان کے علاوہ کسی اور کی؛ کیوں کہ اس کی حرمت کے بارے میں احادیثِ صحیحہ ثابت ہیں اور اسلام کی نشر و اشاعت اور غیروں کے اسلام کی جانب رغبت یا اس میں داخل ہونے کی امید پر تصاویر کا جرائد و رسائل میں شائع کرنا بھی جائز نہیں، اگر چہ کہ وہ نماز پڑھنے والوں کی یا وضو کرنے والوں یا قرآن پڑھنے والوں کی تصاویر ہوں؛ کیوں کہ حرام چیزوں کو اسلام کی تبلیغ و

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱/۴۸۶-۴۸۷، رقم: ۲۹۲۲

اشاعت کا ذریعہ بنانا جائز نہیں، جب کہ مشروع وسائلِ تبلیغ ودعوت بھی بہت سے موجود ہیں، تو ان وسائل کو جنھیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے، اختیار کر کے مُباح وسائل سے اعراض نہیں کیا جا سکتا اور رہا عرب مما لک میں تصویر کا رواج، تو یہ اس کے جواز پر حجت نہیں ہے؛ بل کہ یہ دلائلِ صحیحہ کی وجہ سے منکر ہے اور تصویر پر انکار ونکیر دلائل پر عمل کرتے ہوئے ضروری ہے)

(۹)"اللجنة الدائمة" سے ایک سوال میں پوچھا گیا کہ کلاسیکی وفنی تصویریں بنانے کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں حضرات علمائے "اللجنة الدائمة" نے اپنے فتوے میں کہا ہے کہ

"مدار التحريم في التصوير كونه تصويراً لذوات الأرواح، سواءٌ كان نحتاً أم تلويناً في جدار أو قماش أو ورق، أم كان نسيجاً ، و سواءٌ كان بريشةٍ أم قلم أم بجهاز وسواء كان للشيء على طبيعتهِ أم دَخَلَهُ الخيالُ ، فصُغِّرَ أو كُبِّرَ أوجُمِّلَ أو شُوِّهَ أوجعل خطوطاً تُمَثِّلُ الهيكل العُظْمٰى، فمناط التحريم كون ما صُوِّرَ من ذوات الأرواح ولو كالصور الخيالية التي تجعل لمن يمثل القُدَامٰى من الفراعنه و قادة الحروب الصليبية و جنودها ، وكصورة عيسى و مريم عليهما السلام المقامتين في الكنائس"(۱)

(حرمتِ تصویر کا مدار جان دار کی تصویر ہونا ہے؛ خواہ وہ تراش کر ہو یا دیوار، کپڑے یا کاغذ پر رنگنے سے ہو، یا بننے سے ہو اور خواہ وہ ریشے سے

---

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة : ۱/۴۸۲، رقم: ۵۰۶۸

ہو یا قلم سے یا آلے سے ہو اور خواہ وہ کسی چیز کی اصل فطرت پر بنائی جائے یا اس میں خیال کو دخل ہو اور اصل سے چھوٹی یا اس سے بڑی یا اس سے خوبصورت یا بدصورت بنائی جائے، یا لکیریں کھینچ کر اس طرح بنائی جائے کہ کسی بھاری بھرکم ہیکل کا پارٹ ادا کرے۔ الغرض! مدارِ حرمت جان دار چیزوں کی تصویر ہونا ہے، اگر چہ کہ وہ خیالیہ صورتیں ہی کیوں نہ ہوں، جو (مثلاً) فراعنہ یا صلیبی جنگوں کے قائدین اور سپاہیوں میں سے پرانے لوگوں کا پارٹ ادا کرے، یا جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام کی وہ تصاویر، جو چرچ میں نصب کی گئی ہیں)

(۱۰) فتاویٰ اللجنة الدائمة: میں ہے کہ یہ سوال کیا گیا کہ "ماحکم تصویر الصور الشمسية للحاجة أو الزينة؟ (شمسی تصویر کسی حاجت یا برائے زینت لینے کا کیا حکم ہے؟) اس کا جواب وہاں کے متعدد علما نے لکھا کہ

" تصوير الأحياء محرّم ، إلا ما دعت إليه الضرورة كالتصوير من أجل التابعية و جواز السفر، وتصوير المجرمين لضبطهم و معرفتهم ، ليقبض عليهم إذا أحدثوا جريمة ولجأوا إلى الفرار ، و نحو هٰذا مما لا بد منه"(۱)

(جان دار چیزوں کی تصویر حرام ہے؛ الّا یہ کہ کوئی ضرورت اس کا تقاضا کرے، جیسے شہریت اور پاسپورٹ کے لیے تصویر، یا مجرمین کو پکڑنے اور پہچاننے کے لیے ان کی تصویر لینا؛ تاکہ جرائم کے ارتکاب اور راہِ فرار اختیار کرنے پر ان کو پکڑا جا سکے، یا اس جیسے ضروری کام، جن کے بغیر چارہ نہیں)

---

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱/۴۵۸، رقم الفتویٰ: ۲۶۰

یہاں تک ''اللجنة الدائمة'' کے فتاویٰ میں سے دس فتاویٰ نقل کیے گئے، جن میں صاف وواضح الفاظ میں علمائے عرب نے تصویرِ عکسی کو بھی حرام وناجائز قرار دیا ہے اور اس کو آئینے کے عکس کی طرح قرار دینے کو غلط اور قیاسِ فاسد ٹھہرایا ہے۔ اس سے روزِ روشن کی طرح یہ واضح ہے کہ وہاں کے جمہور علما بھی اسی کے قائل ہیں کہ یہ شمسی وعکسی تصویر جو کیمرے سے لی جاتی ہے، وہ بھی حرام ہے اور احادیث حرمت کے عموم میں داخل اور موجبِ لعنت وگناہ ہے۔

شیخ علامہ محمد علی الصابونی کا فتویٰ

علامہ شیخ مفسر محمد علی الصابونی جو کہ '' جامعه أم القُریٰ ، مكة المكرمة '' کے استاذ رہے ہیں اور متعدد علمی کتابوں کے مصنف ہیں، انھوں نے اپنی کتاب ''روائع البیان'' میں لکھا ہے:

''یرى بعض المتأخرین من الفقهاء أن التصویر الشمسي (الفوتوغرافي) لا یدخل في دائرة التحریم ، الذي یشمله التصویر بالید المحرم . وألحق أن التصویر الشمسي الفوتوغرافي لا یخرج عن کونه نوعاً من أنواع التصویر فما یخرج بالآلة یسمیٰ صورة ، والشخص الذي یحترف هذهٖ الحرفة یسمیٰ في اللغة والعرف مصوراً، فهو و إن کان لایشمله النص الصریح لأنه لیس تصویراً بالید ، ولیس فیه مضاهاة لخلق الله ، إلا أنه لا یخرج عن کونه ضرباً من ضروب التصویر، فینبغي أن یقتصر في الإباحة على حد الضرورة ''(۱)

(۱) روائع البیان: فتنة تصویر العلماء : ۶۴-۶۵

(بعض متأخرین فقہا کی رائے ہے کہ فوٹو گرافی کی شمسی تصویر اس حرمت کے دائرے میں داخل نہیں، جس میں ہاتھ کی حرام تصویر داخل ہے؛ لیکن حق یہ ہے کہ فوٹو گرافی کی شمسی تصویر، تصویر کی ایک قسم ہونے سے خارج نہیں ہے؛ کیوں کہ جو آلے کے ذریعے تصویر نکلتی ہے، اس کو تصویر ہی کہا جاتا ہے اور جو شخص اس کا پیشہ کرتا ہے، اسے لغت اور عرف میں مصوِّر (تصویر لینے والا) کہتے ہیں، پس اس تصویر کو اگرچہ نصِ صریح شامل نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ ہاتھ کی تصویر نہیں ہے اور اس میں اللہ کی تخلیق سے مشابہت بھی نہیں ہے؛ لیکن وہ تصویر کی قسموں میں سے ایک قسم ہونے سے خارج نہیں ہے؛ لہٰذا ضرورت کی حد تک اس کی اجازت کو محدود رکھنا چاہیے)

شیخ علامہ صالح الفوزان رحمہ اللہ کا فتویٰ

سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ صالح الفوزان رحمہ اللہ، جو وہاں کے ادارے "هيئة كبار العلماء" کے رکن اور " اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء" کے ایک اہم ممبر تھے، ان کے فتاویٰ "المنتقیٰ" میں ہے کہ انھوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ

" لايجوز اقتناء الصور لذوات الأرواح إلا الصور الضرورية كصور حفيظة النفوس و البطاقة الشخصية و رخصة القيادة و ما عداها من الصور . فلا يجوز اقتناء ه للعب الأطفال أو لأجل تعليمهم ، لعمومات النهي عن التصوير و استعماله ، وهناك لعب الأطفال كثيرة من غير

الصور و هناک وسائل التعليم من غير الصور . ومن أجاز اقتناء الصور للعب الأطفال فقوله مرجوح" (١)

(جان دار چیزوں کی تصویر لینا جائز نہیں؛ مگر یہ کہ ضرورت کی تصاویر ہوں ، جیسے پیدائشی سرٹیفکیٹ ، شناختی کارڈ اور ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ کی تصاویر؛ لہٰذا تصویر اور اس کے استعمال سے نہی کے عام ہونے کی وجہ سے بچوں کے کھیل اور ان کی تعلیم کے لیے تصاویر کا لینا بھی جائز نہیں اور پھر بچوں کے بغیر تصاویر کے کھلونے بھی بہت موجود ہیں اور تعلیمی وسائل بھی بے تصویر کے بہت سے ہیں اور جس نے بچوں کے کھلونوں کی تصویر کو جائز کہا اس کا قول مرجوح ہے)

شیخ صالح الفوزان سے معلوم کیا گیا کہ بچوں کے کپڑوں پر تصاویر ہوتی ہیں، کیا ان کا خریدنا اور بچوں کو پہنانا جائز ہے؟ تو آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

" لا يجوز شراء الملابس التي فيها صور ورسوم ذوات الأرواح من الآدميين أو البهائم أو الطيور ؛ لأنه يحرم التصويرواستعماله للأحاديث الصحيحة التي تنهى عن ذلک و تتوعد عليه بأشد الوعيد ، فقد لعن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم المصورين و أخبر أنهم أشد الناس عذاباً يوم القيامة ، فلا يجوز لبس الثوب الذي فيه الصورة ولا يجوز إلباسه االصبي الصغير ، والواجب شراء

(١) المنتقى: ٢٠٣/٣

الملابس الخالية من الصور و هي كثيرة "(۱)

(ان لباسوں کا خریدنا جائز نہیں، جن میں انسانوں یا جانوروں یا پرندوں میں سے کسی جان دار کی تصاویر اور نقشے ہوں؛ کیوں کہ تصویر لینا اور اس کا استعمال حرام ہے، ان احادیث کی وجہ سے، جو اس سے منع کرتی اور اس پر سخت وعید سناتی ہیں۔ کیوں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے تصویر لینے والوں پر لعنت کی اور خبر دی ہے کہ وہ قیامت کے دن تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب میں ہوں گے؛ لہٰذا ایسے کپڑوں کا پہننا اور چھوٹے بچوں کو پہنانا، جن میں تصویر ہو جائز نہیں، اور واجب ہے کہ تصویر سے خالی کپڑے خریدے جائیں اور ایسے کپڑے بہت ہیں)

شیخ علامہ صالح الفوزان سے پوچھا گیا کہ کیا عورت کار وغیرہ کی ڈرائیونگ کر سکتی ہے؟ تو فرمایا کہ عورت کے لیے ڈرائیونگ کرنا جائز نہیں ہے، پھر اس کی متعدد وجوہات بیان کرتے ہوئے ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ

" لأن قيادتها للسيارة تحوجها إلى طلب رخصة قيادة وهذا يحوجها إلى التصوير ، و تصوير النساء حتىٰ في هذه الحالة يحرم لما فيه من الفتنة والمحاذير العظيمة " (۲)

(کیوں کہ عورت کا کار کی ڈرائیونگ کرنا اس کو ڈرائیونگ لائسنس کا محتاج بنائے گا اور اس کے لیے تصویر کی ضرورت پڑے گی اور عورت کی تصویر اس ضروری حالت میں بھی حرام ہے؛ کیوں کہ اس میں فتنہ اور بڑے مفاسد ہیں)

---

(۱) المنتقیٰ: ۲۰۳/۳

(۲) المنتقیٰ: ۱۸۷/۵

شیخ ناصر الدین الالبانی کا فتویٰ

معروف سلفی عالم شیخ ناصر الدین الالبانی نے ایک سوال متعلقہ تصویر کے جواب میں لکھا ہے کہ

"التحريم يشمل الصورة التي ليست مجسمة ولا ظل لها لعموم قول جبريل عليه السلام : " فإنا لا ندخل بيتا فيه تماثيل" وهي الصور ، ويؤيده أن التماثيل التي كانت على القرام لا ظل لها ، ولا فرق في ذلک بين ما كان منه تطريزاً على الثوب أو كتابة على الورق أو رسما بالآلة الفوتوغرافية ؛ إذ كل ذلک صورة و تصوير ، و التفريق بين التصوير اليدوي والتصوير الفوتوغرافي –فيحرم الأول دون الثاني– ظاهرية عصرية وجمود لا يحمد" (۱)

(حرمت کا حکم اس تصویر کو بھی شامل ہے، جو مجسمہ نہیں اور جس کا سایہ نہیں ہوتا، حضرت جبریل علیہ السلام کے اس قول کی وجہ سے کہ ''ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تماثیل ہوں'' اور تماثیل تصاویر ہیں اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ وہ تماثیل، جو (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں) ایک پردے پر تھے ان کا سایہ نہیں تھا، (پھر بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا)؛ لہٰذا اس سلسلے میں کوئی فرق نہیں، اس تصویر میں جو کپڑے پر نقش ہو یا کاغذ پر لکھی ہو یا کیمرے سے بنائی ہو؛ کیوں کہ یہ سب تصویر

(۱) فتاویٰ الشيخ الألباني، جمع وترتيب: أبو سند محمد: ۱۳۰

سازی اور تصویر ہے اور ہاتھ کی تصویر اور فوٹوگرافی کی تصویر میں فرق کرنا کہ پہلی کو حرام قرار دیا جائے اور دوسری کو نہیں، یہ موجودہ دور کی ظاہر پرستی اور جمود ہے، جو کسی طرح قابلِ ستائش نہیں)

شیخ ناصر الدین البانی نے اپنے رسالہ ”آداب الزفاف“ میں بھی تصویرِ شمسی کے مسئلے پر کلام کیا ہے، وہ شادی کے موقعے پر ہونے والے محرمات پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”ويجب عليه أن يمتنع من كل ما فيه مخالفة للشرع ، و خاصة ما اعتادهُ الناس في مثل هذه المناسبة ، حتى ظن كثير منهم – بسبب سكوت العلماء – أن لا بأس فيها ، و أنا أنبه هنا على أمور هامة منها : الأول : تعليق الصور على الجدران ،سواء كانت مجسمة أو غير مجسمة لها ظل أو لا ظل لها ،يدوية أو فوتوغرافية ،فإن ذٰلک كله لا يجوز ، و يجب على المستطيع نزعها إن لم يستطع تمزيقها“ (۱)

(آدمی پر واجب ہے کہ ہر اس چیز سے بچے، جس میں شریعت کی مخالفت ہو اور خاص طور پر اس سے، جو لوگوں نے اس جیسی تقریبات میں عادت بنالی ہے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے علما کے خاموش رہ جانے کی وجہ سے یہ گمان کرلیا کہ ان میں کوئی حرج ومضائقہ نہیں ہے۔ میں یہاں چند اہم امور پر تنبیہ کرتا ہوں:اول: دیوار پر تصاویر لٹکانا ہے،خواہ وہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ ہو، خواہ اس کا سایہ ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ ہاتھ کی بنائی ہوئی ہو یا فوٹوگرافی کی ہو؛ کیوں کہ یہ سب کی

(۱) آداب الزفاف: ۱۱۲-۱۱۳

سب ناجائز ہیں اور طاقت رکھنے والے پر ان کو نکال دینا واجب ہے؛ اگر ان کو پھاڑنے کی طاقت نہ ہو)

پھر شیخ البانی نے اس کے حاشیے پر بہت تفصیل سے کلام کر کے، ان لوگوں کا رد کیا ہے، جو ہاتھ کی تصویر اور شمسی و عکسی تصویر میں فرق کرتے ہیں۔ یہاں ہم ان کی عبارت کے بہ جائے اس کا خلاصہ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں؛ آپ نے فرمایا کہ

بعض لوگوں نے ہاتھ کی تصویر اور شمسی تصویر میں اس گمان سے فرق کیا ہے کہ یہ شمسی تصویر انسان کا فعل نہیں ہے، اس کا فعل تو صرف یہ ہے کہ وہ سایہ کو محفوظ کرتا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک اس آلے کو بنانے والے نے جو محنت اس پر خرچ کی ہے تاکہ وہ ایک لحظہ میں اس قدر تصویریں بنا سکے، جو دوسرا اس کے بغیر کئی گھنٹوں میں بھی نہیں بنا سکتا، یہ انسان کا فعل و عمل نہیں ہے اور اسی طرح تصویر بنانے والے کا اس آلے کو نشانے کی طرف لگانا اور اس سے پہلے اس کی فلم کی ریل کا اس میں سیٹ کرنا؛ پھر اس میں مسالہ لگانا وغیرہ بھی ان کے نزدیک انسان کا عمل نہیں ہے اور اس تفریق کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک کسی آدمی کی تصویر گھر میں لٹکانا، جب کہ وہ تصویر شمسی ہو، جائز ہے اور اگر وہی ہاتھ کی بنائی ہوئی ہے، تو جائز نہیں ہے، کیا تم نے ظاہر پر اس جیسا جمود بھی دیکھا ہے؟ اسی طرح شمسی تصویر کو جائز قرار دینے والوں نے تصویر بنانے کے اس طریقے پر جمود کیا ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں رائج تھا اور اس شمسی تصویر کے جدید طریقہ کو وہ لوگ اس سے منسلک نہیں کرتے؛ حالاں کہ یہ تصویر شمسی بھی لغت و شرع سے بھی اور اس کے اثرات ونقصانات کے لحاظ سے بھی تصویر ہی ہے۔

شیخ البانی کہتے ہیں کہ میں نے اسی قسم کے ایک شخص سے کہا کہ تم پر لازم ہے کہ تم ان بتوں کو بھی حلال کہو، جو ایک خاص آلے یعنی مشین سے کرنٹ کا ایک بٹن دبانے پر چند سکنڈ میں دسیوں کی تعداد میں بن کر نکلتے ہیں، بتاؤ اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو وہ مبہوت رہ گیا۔ شیخ نے آخر میں کہا ہے کہ ہم ایسی تصویر کو مباح قرار دیتے ہیں، جس میں اسلام اور مسلمانوں کی کوئی مصلحت ہو اور وہ تصویر کے بغیر کسی مباح ذریعے سے حاصل نہ ہو سکے، تو ایسی تصویر جائز ہے۔(۱)

مصری عالم "شیخ ابوذر قلمونی" کا فتویٰ

ایک مصری عالم شیخ ابوذر قلمونی نے اپنی کتاب " **فتنة تصوير العلماء والظهور في القنوات الفضائية** " میں شمسی تصویر کو جو لوگ الکٹرانک شعاعوں کا مجموعہ کہتے ہیں اور اس کو تصویر نہیں مانتے، ان کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

"إن التفريق بين الصور التي ورد تحريمها في النصوص وبين هٰذه الصور بأن هٰذهٖ " موجات الإلكترونية " تفريق بوصف ملغي لا اعتبار لها في الشرع ؛ لأن الشرع علّق الحكم على وصف المضاهاة ، فهو الوصف المؤثّر في الحكم ، أما طريقة مضاهاة الصورة فهو وصف طردي لم يتعرض له الشارع "(۲)

(بلاشبہ جن تصویروں کی حرمت نصوص میں وارد ہے، ان میں اور ان تصاویر میں یہ فرق بیان کرنا کہ یہ شمسی تصویریں " الکٹرانک شعاعیں " ہیں، یہ ایسے وصف سے فرق بیان کرنا ہے، جس کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں ؛ کیوں کہ شرع نے حرمتِ تصویر کا حکم اللہ کی تخلیق

---

(۱) آداب الزفاف: ۱۲۰-۱۲۲

(۲) فتنة تصوير العلماء: ۴۶

سے مشابہت پر معلق کیا ہے؛ لہٰذا یہی وصف حکم میں مؤثر ہوگا۔ رہا تصویر لینے کا طریقہ، تو وہ ایسی علت ہے، جس سے شارع نے کوئی تعرض نہیں کیا ہے)

شیخ محمد بن صالح العثیمین کا فتویٰ

عالمِ اسلام کے معروف عالم دین شیخ محمد بن صالح العثیمین نے بھی اس مسئلے کے متعلق تفصیلی کلام کیا ہے، ان کے بارے میں بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوگیا تھا کہ وہ تصویر شمسی کے جواز کے قائل ہیں، مگر خود آپ نے اس کی تردید کردی؛ بات یہ ہے کہ وہ بھی تصویر شمسی کے عدمِ جواز کے قائل ہیں، جیسا کہ ان کے فتاویٰ نظروں سے گزریں گے اور غالباً غلط فہمی کی وجہ، ان کی بعض عبارات کو کما حقہ نہ سمجھنا ہے؛ کیوں کہ شیخ العثیمین کا نظریہ یہ ہے کہ کیمرے کی تصویر کو تصویر نہیں کہتے؛ لیکن تصویر نہ ہونے کے باوجود وہ بلا ضرورت اس کو لینے اور رکھنے کے قائل نہیں ہیں؛ بل کہ وہ صاف طور پر بلا ضرورت اس کو لینے کو حرام کہتے ہیں، یہاں ان کے بعض فتاویٰ ملاحظہ کیجیے:

(۱) انھوں نے ایک موقعے پر لکھا ہے کہ

"الحال الثالثة : أن تلتقط الصور التقاطاً بأشعة معينة بدون تعديل وتحسين من الملتقط ، فهٰذا محل خلاف بين العلماء المعاصرين؛ فالقول الأول :أنه تصوير، وإذا كان كذٰلك فإن حركة هذا الفاعل للآلة يُعَدُّ تصويراً ، وإذ لولا تحريكه إياها ما انطبعت هذه الصورة على أن

هذه الورقة . والقول الثاني : أنها ليست بتصوير ؛ لأن التصوير فعل المصور ، وهذا الرجل ما صوّرها في الحقيقة وإنما التقطها بالآلة ، والتصوير من صنع اللّٰه.وهذا القول أقرب ؛ لأن المصور بهٰذه الطريقة لايُعْتَبَرُ مُبْدِعاً ولا مخطِّطاً ؛ ولكن يبقىٰ النظر هل يحل هذا الفعل أم لا ؟ والجواب : إذا كان لغرض محرم صارحراماً وإذا كان لغرض مباح صار مباحاً ؛ لأن الوسائل له أحكام المقاصد ، وعلى هذا فلوأن شخصاً صور إنساناً لما يسمّونه بالذكرىٰ ، سواء كانت هذهٖ الذكرىٰ للتمتع بالنظر إليه أو التلذذ به أو من أجل الحنان والشوق إليه ؛ فإن ذلک محرّم و لايجوز ، لما فيه من اقتناء الصور ؛ لأنه لا شک أن هذه صورة ، ولا أحد ينكر ذلک . وإذا كان لغرض مباح كما يوجد في التابعية والرخصة والجواز وما أشبهه ، فهٰذا يكون مباحاً "(۱)

(تصویر کی دوسری صورت یہ ہے کہ تصاویر خاص قسم کی شعاعوں کے ذریعے تصویر اتارنے والے کے کچھ بنانے سنوارنے کے عمل کے بغیر اتاری جائیں ، یہ صورت معاصر علما کے مابین محلِ اختلاف ہے ، اس بارے میں پہلا قول یہ ہے کہ یہ بھی تصویر ہی ہے اور جب ایسا ہے ، تو اس کام کے کرنے والے کا اس آلے (کیمرے) کو حرکت دینا تصویر بنانا شمار ہوگا؛ کیوں کہ اگر وہ اس آلے کو حرکت نہ دے ، تو کاغذ پر تصویر

(۱) مجموع فتاویٰ و رسائل الشيخ العثيمين : ۲۸۵/۱۰

چھپ نہیں سکتی۔اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تصویر نہیں ہے؛ کیوں کہ تصویر تو تصویر لینے والے کا فعل ہوتا ہے اور اس شخص نے حقیقت میں تصویر نہیں بنائی؛ بل کہ اس نے تو صرف صورت کو آلے کے ذریعے اُتارا ہے اور صورت بنانا تو اللہ کا کام ہے، یہ قول اقرب ہے؛ کیوں کہ اس طریقے سے تصویر لینے والے کو کسی چیز کا بنانے والا اور اس کا نقشہ تیار کرنے والا نہیں شمار کیا جاتا؛ لیکن یہ بات قابلِ غور باقی ہے کہ یہ تصویر شمسی لینے کا کام جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی حرام مقصد سے ہو، تو یہ حرام ہو جائے گا اور اگر کسی مباح مقصد سے ہو، تو جائز ہوگا؛ اس لیے کہ وسائل مقاصد کے حکم میں ہوتے ہیں، اس اصول پر اگر کوئی شخص یادگار کے طور پر تصویر لیتا ہے، خواہ اس لیے کہ اس کو دیکھا کرے یا اس لیے کہ اس سے لذت حاصل کرے یا شوق و رغبت دکھائے، تو یہ حرام ہے، جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں تصویر کا حاصل و جمع کرنا پایا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تصویر ہے اور اس کا کوئی انکار کرنے والا نہیں اور اگر کوئی کسی مباح و جائز غرض سے ہو، جیسے شہریت یا لائسنس یا پاسپورٹ وغیرہ میں پائی جاتی ہے، تو وہ جائز ہے)

(۲) ایک اور موقعے پر کہتے ہیں کہ

”وأما التصوير بالآلة وهي (الكاميرا) التي تنطبع الصورة بواسطتها من غير أن يكون للمصور فيها أثر بتخطيط الصورة و ملامحها ، فهذه موضع خلاف بين المتأخرين: فمنهم من منعها و منهم من أجازها،

الاحتياط الامتناع من ذلک ، لأنه من المتشابهات، ومن اتقیٰ الشبهات استبرأ لدینه و عرضه ؛ لکن لواحتاج إلیٰ ذٰلک لأغراض معینة کإثبات الشخصیة فلا بأس به ؛ لأن الحاجة ترفع الشبهة" (۱)

(رہا آلہ یعنی کیمرے سے تصویر لینا، جس کے واسطے سے صورت اور اس کے خط و خال کا نقشہ، تصویر کھینچنے والے کے بنائے بغیر ہی چھپ جاتا ہے، تو یہ متأخرین علما کے درمیان اختلافی صورت ہے، بعض نے اس سے منع کیا اور بعض نے اس کی اجازت دی، احتیاط اس سے بچنے میں ہے؛ کیوں کہ یہ متشابہات میں سے ہے اور جو شبہات سے بچتا ہے، وہ اپنے دین و آبرو کو بچالیتا ہے، ہاں! اگر مخصوص مقاصد کے لیے اس کی حاجت وضرورت پڑے، جیسے "شناختی کارڈ" وغیرہ، تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ حاجت وضرورت شبے کو ختم کر دیتا ہے)

(۳) ایک اور فتوے میں فرمایا کہ

"جمع الصور للذکری محرم ، ولا یجوز للإنسان أن یقتني صورة إلا ما دعت إلیه الحاجة أو الضرورة إلی ذلک کصور رخص القیادة و صور الإقامة و بطاقة إثبات الشخصیة و بطاقاة جواز السفر وأما ما لیس له حاجة وإنما هو للذکریٰ فإن اقتنائه حرام ،لأن الملائکة لا تدخل بیتا فیه صورة"(۲)

(۱) مجموع فتاویٰ ورسائل الشیخ العثیمین: ۲۱۰/۱۲

(۲) فتاویٰ الإسلامیة: ۳۶۱/۴

(یادداشت کے لیے تصاویر کا جمع کرنا حرام ہے اور انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ تصویر لے؛ مگر جب کہ اس کی حاجت یا ضرورت ہو، جیسے ڈرائیونگ لائسنس کی تصویریں، اقامے کی اور شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کی تصویریں اور وہ تصاویر، جن کی حاجت نہیں اور وہ صرف یادداشت کے لیے ہیں، تو ان کا لینا حرام ہے؛ کیوں کہ ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں تصویر ہو)

(۴) بعض لوگوں نے شیخ العثیمین کی طرف یہ منسوب کیا کہ وہ صرف مجسم تصاویر کو حرام کہتے ہیں اور دوسری تصاویرِ شمسی کو جائز کہتے ہیں، کسی نے اس بارے میں شیخ سے سوال کیا تو جواب میں کہا کہ

”من نسب إلينا أن المحرم من الصور هو المجسم ، وأن ذلك غير حرام،فقد كذب علينا ،ونحن نرى أنه لا يجوز لبس ما فيه صورة سواء كان من لباس الصغار أو من لباس الكبار وأنه لايجوز اقتناء الصور للذكرى أوغيرها إلا ما دعت الضرورة أو الحاجة إليه مثل التابعية والرخصة“ (۱)

(جس نے ہماری جانب یہ منسوب کیا کہ تصاویر میں سے صرف وہ حرام ہیں جو مجسم ہیں اور یہ کہ اس کے علاوہ دوسری تصاویر حرام نہیں ہیں اس نے ہم پر جھوٹ باندھا ہے، اور ہم یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس چیز کا پہننا جائز نہیں جس میں تصویر ہو خواہ وہ بچوں کے لباس میں سے ہوں یا بڑوں کے لباس میں سے ہو، اور یادداشت کے طور پر یا کسی اور غرض سے تصویر کا لینا جائز نہیں، مگر یہ کہ ضرورت یا حاجت پڑ جائے، جیسے: شہریت یا لائسنس کے لیے تصویر)

---

(۱) فتاویٰ العثیمین: ۲۲۱/۱۲، وفتاویٰ الإسلامیة: ۳۶۴/۴

(۵) آپ سے سوال ہوا کہ فوٹوگرافی کے آلہ سے تصویر کا کیا حکم ہے؟ تو جواب میں کہا کہ:

”التقاط الصورة بالآلة الفوتوغرافية الفورية التي لاتحتاج إلىٰ عمل بيد فإن هٰذا لا بأس به ؛ لأنه لا يدخل في التصوير ؛ ولكن يبقى النظر ، ما هو الغرض من هذا الالتقاط ؟ إذا كان الغرض من هذا الالتقاط هو أن يقتنيها الإنسان ، ولو للذكرىٰ صار ذٰلک الالتقاط محرماً ، وذلک لأن الوسائل لها أحكام المقاصد ، واقتناء الصور للذكرى محرم“(۱)

(فوٹوگرافی آلہ یعنی ”کیمرے“ کے ذریعے تصویر لینا، جس میں ہاتھ کے عمل کی ضرورت نہیں پڑتی، اس میں کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ یہ تصویر میں داخل نہیں ؛ لیکن یہ بات قابلِ غور رہ جاتی ہے کہ اس فوٹوگرافی کی تصویر کی غرض کیا ہے؟ اگر تصویر لینے سے غرض یہ ہے کہ انسان اس کو محفوظ کرے، اگر چہ کہ وہ محض یادداشت کے لیے ہو، تو یہ حرام ہو جائے گا؛ کیوں کہ وسائل کو مقاصد کا حکم دیا جاتا ہے اور تصاویر کا محفوظ کرنا حرام ہے)

(٦) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں شیخ العثیمین نے خط لکھا، اس میں فرماتے ہیں کہ

” وما أشرتم إليه من تكرر جوابي على إباحة الصورة المأخوذة بالآلة فإني أفيد أخي أنني لم أبح اتخاذ الصورة

(۱) فتاویٰ الشیخ العثیمین: ۱۲/۲۳۳-۲۳۴

إلا ما دعت الضرورة أوالحاجة إليه ؛ كالتابعية والرخصة وإثبات الحقائق ونحوها . وأما اتخاذ الصور للتعظيم أو للذكرىٰ أو للتمتع بالنظر إليه أو التلذذ بها ، فإني لا أبيح ذٰلک ؛ سواء كان تمثالاً أو رقماً ، وسواء كان مرقوماً باليد أو بالآلة ؛ لعموم قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لا تدخل الملائكة بيتاً فيه صورة " وما زلت أفتیٰ بذلک "(۱)

(اور جوتم نے آلے سے لی جانے والی تصویر کے جائز ہونے کے بارے میں میرے بار بار جواب کی جانب اشارہ کیا ہے، تو میرے بھائی کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے تصویر لینے کی اجازت نہیں دی؛ مگر صرف اس کی، جس کی ضرورت یا حاجت ہو، جیسے شہریت ولائسنس اور حقائق کے ثبوت دینے اور اس جیسی امور کے لیے؛ لیکن تعظیم کے لیے یا یادگار کے طور پر یا اس کو دیکھ کر فائدہ اٹھانے یا لذت حاصل کرنے کے لیے لینے کو میں نے جائز نہیں قرار دیا، خواہ وہ مجسمہ ہو یا چھڑا نا ہو یا خواہ وہ ہاتھ سے لکھی ہو یا آلے سے لی ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول عام ہے کہ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، جس میں تصویر ہو، میں برابر یہی فتوی دیتا آرہا ہوں)

جامعہ الازہر مصر کا فتویٰ

جامعۃ الازہر مصر القاہرہ کے مفتی علامہ شیخ عبد الرحمٰن قراعہ رحمہ اللہ نے ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ، مطابق: ۱۹۲۱ء کو ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ

(۱) فتاویٰ الشیخ العثیمین: ۲۴۷/۱۲

" والذي تلخص من كلام الفقهاء ، أن تصويرذي روح حرام ؛ سواء كانت الصورة كبيرةً أو صغيرةً في ثوب أو بساط أو درهم أو حائط أو غيرها . و أما اقتناء الصورة فقد بين حكمه شيخنا العلامة الشيخ محمد العباسي المهدي رحمہ اللہ مفتي الديار المصرية سابقاً ما نصهُ: "صرّح علمائنا بأن اقتناء صورة ذي الروح الكبيرة التي تبدو للناظر بدون تأمل وهي كاملة الأعضاء التي لا تعيش بدونها مكروه تحريماً " ومتى يعلم أن الصورة الفوتوغرافية إن كانت لذي روح وكانت كبيرة كاملة الأعضاء بحيث يبدو للناظر من غير تأمل كان اتخاذها مكروهاً تحريماً وإن كانت صغيرةً لا تبين تفاصيل أعضائها إلا بإمعان النظر و تدقيقه أو كانت كبيرةً نقص من أعضائها ما لا يعيش صاحبها إلا به ، لم يكره اقتنائها "(۱)

(فقہا کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جان دار کی تصویر حرام ہے، چھوٹی ہو یا بڑی، کپڑے، بستر پر ہو یا درھم دیوار وغیرہ پر۔ جہاں تک تصویر کشی اور فوٹو گرافی کی بات ہے، تو ہمارے شیخ اور ممالک مصر کے سابق مفتی علامہ محمد عباسی مہدی صاحب رحمہ اللہ نے اس کا حکم بیان کیا ہے؛ چناں چہ آپ صراحتاً لکھتے ہیں کہ ''ذی روح کی اتنی بڑی تصویر، جو مشاہدہ کرنے والے کو بلا تأمل ظاہر ہو جائے اور وہ کامل اعضا والی ہو، جس کے بغیر زندگی متصوّر نہیں ہوتی، تو وہ حرام اور مکروہ ہے'' اور جب

(۱) فتاویٰ الأزهر: ۲۳۰/۷

معلوم ہو گیا کہ فوٹوگرافی کی تصویر بھی اگر کسی ذی روح کی ہو اور وہ متکامل الاعضا اور اتنی بڑی ہو کہ دیکھنے والے کو تامل کیے بغیر نظر آ جائے، تو اس کا لینا بھی مکروہِ تحریمی ہے اور اگر وہ اتنی چھوٹی ہے کہ اس کے اعضا کی تفصیل بغیر غور وخوض کے واضح نہیں ہوتیں یا پھر اتنی بڑی ہے کہ اس کے اعضا میں سے کوئی ایسا عضو کٹا ہوا ہے، جس کے بغیر صاحبِ تصویر کی زندگی متصور نہ ہو سکے، تو اس کا بنانا اور کھینچنا مکروہ نہیں ہے)

شیخ محمد بن ابراہیم نجدی رحمہ اللہ کا فتویٰ

علمائے نجد میں سے علامہ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ نے ابوالوفا محمد درویش کے جوازِ تصویر کے فتوے پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

”وجوابي عن ذٰلک أن أقول: تصوير ما له روح لايجوز ؛ سواء في ذلک ما كان لهٗ ظل و ما لا ظل له ، و سواء كان في الثياب والحيطان ، والفرش والأوراق وغيرها ، وهٰذا هو الذي دل عليه الأحاديث الصحيحة .

دلائل کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

فإن التصوير الشمسي وإن لم يكن مثل المجسد من كل وجه ، فهو مثله في علة المنع ، وهي إبراز الصورة في الخارج بالنسبة إلى المنظر ولهٰذا يوجد كثير من المصورات الشمسية ما هو أبدع في حكاية المصور بحيث يقال في الواحدة من الصور : هٰذهٖ صورة فلان طبق الأصل“.(۱)

(۱) الدرر السنيه في الأجوبة النجدية: ۱۵/۲۹۸-۳۰۲

(اس کے متعلق میرا جواب یہ ہے کہ میں کہا کرتا ہوں، ذی روح کی تصویر ناجائز ہے؛ خواہ اس کا سایہ رہے یا نہ رہے اور چاہے کپڑوں، دیوارں پر ہو اور بستروں و کاغذات وغیرہ پر؛ تمام روایاتِ صحیحہ اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ فوٹو اگرچہ ہر لحاظ سے مجسمے کے مانند تو نہیں؛ مگر علتِ ممانعت میں وہ اسی کی طرح ہے اور وہ منظر کے اعتبار سے خارج میں تصویر کا ظاہر کرنا ہے؛ اسی لیے بہت فوٹو ایسی ہوتی ہیں کہ وہ صاحبِ تصویر کی نقالی میں سب سے زیادہ عمدہ ہوتیں ہیں؛ اتنی کہ ایک فوٹو کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں کی فوٹو ہے، بالکل اصل ہی کی طرح)

علامہ شیخ صالح البلیہی رحمہ اللہ کا فتویٰ

ایک اور نجدی عالم شیخ صالح البلیہی نے اپنے ایک فتوے میں حرمتِ تصویر پر تفصیلی دلائل کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: ”تصویر خواہ مجسد ہو یا نہ ہو، سب کا ایک ہی حکم ہے“؛ پھر لکھا ہے کہ

”فعلى المسلم الناصح لنفسه أن يحارب الصور في قوله و فعله و اعتقاده ، و يجب إتلاف ما قدر عليه منها؛ لأنها معصية و منكر و إنكار المنكر واجب وعليه أن لا يدع منها يدخل مسكنه وإن عمت البلوىٰ بشيء منها فيجتهد في إزالتها و طمسها ؛ لأن التصوير معصية وإقرارها في البيت رضى والرضى بالمعصية معصية“. (۱)

(پس ہر اس مسلمان پر، جو اپنے لیے نصیحت چاہتا ہے، واجب ہے

(۱) الدرر السنیئة : ۱۵/۳۱۴-۳۱۵

کہ وہ قولاً وفعلاً اوراعتقاداً تصویروں کے خلاف ڈٹا رہے اور جو تصویر بھی ملے اس کوتلف کرنا بھی ضرور ہے ؛ کیوں کہ یہ معصیت اور گناہ ہے اور منکر کا انکار ضروری ہے،اوراس پر لازم ہے کہ کسی بھی تصویر کو اپنے گھر میں داخل ہونے نہ دے، اگران میں سے کسی کوتمام لوگ اپنانے لگیں، تب بھی ان کا نام ونشان مٹانے کی بھرپورکوشش کرے؛ اس لیے کہ تصویرسازی معصیت ہے اوراس کوگھر میں رکھنا راضی ہونا ہے اورگناہ پر راضی ہونا بھی معصیت وگناہ ہے۔)

الشیخ عبداللہ بن سلیمان بن حمید کا فتوی

شیخ عبداللہ بن سلیمان بن حمید لکھتے ہیں:

ومن المنكرات الظاهرة صور ذوات الأرواح الموجودة في السيارات والمجلات وغيرها فقد جاء الوعيد الشديد في عظم وزر المصورين .

(ظاہروباہرمنکرات میں سے وہ جان دار کی تصویریں ہیں، جو گاڑیوں اورمجلوں وغیرہ میں پائی جاتی ہیں)

پھر دلائل کے بعد لکھتے ہیں:

" فالصور حرام بكل حال سواء كانت الصورة في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها و سواء ما له ظل أو ما لا ظل له ".(۱)

(تصویریں ہر حال میں حرام ہیں،خواہ کپڑے،بستر،درہم ودینار،پیسے،برتن اوردیواریاان کےعلاوہ کسی میں بھی ہوں اور چاہے اس کاسایہ ہو یانہ ہو۔)

(۱) فتاویٰ الشیخ: ۳۱۶/۱۵

شیخ محمد صالح المنجد کا فتویٰ

وہ لکھتے ہیں:

الأصل في تصوير كل ما فيه روح من الانسان وسائر الحيوانات ؛ لأنه حرام ، سواء كانت الصور مجسمةً أم مرسوماً على ورق أو قماش أو جدران و نحوها ، أم كانت صوراً شمسيةً ملتقطةً من الكامير.(١)

(انسان اور تمام حیوانات میں سے ہر جان دار کی تصویر کی بابت قاعدہ یہ ہے کہ یہ حرام ہے؛ خواہ تصویر مجسمے کی ہوں یا کاغذ، کپڑے یا دیوار جیسی چیزوں پر نقش ہوں یا پھر کیمرے کے ذریعے کھینچی گئی فوٹو ہو۔)

ایک اور فتوے میں لکھتے ہیں کہ

" من المنكرات التي تقع في الأفراح تصوير النساء وهو محرم سواء كان هذا التصوير بواسطة الفيديو أو كان بآلة التصوير والتصوير بالفيديو أشد قبحاً و إثماً . (٢)

(شادیوں اور تقریبات میں کیے جانے والے گناہوں میں سے ایک عورتوں کی تصویر کشی بھی ہے اور یہ حرام و ناجائز ہے، چاہے یہ تصویر کشی ویڈیو کے ذریعے لی جائے

یا کیمرے کی ذریعے اور ویڈیو کے ذریعے تصویر کشی تو، حد درجہ قبیح اور گناہ کا کام ہے)

علامہ ابو اسحاق الحوینی سے موبائیل سے لی جانے والی تصویر کے بارے میں سوال ہوا تو لکھا:

---

(١) فتاویٰ الإسلام: ٣٠٦/١

(٢) فتاویٰ الإسلام: ٢/١

" شأنه في ذلک شأن الکا میرا و أکثر علمائنا علی تحریم ذٰلک ما لم یکن له ضرورةً أو حاجةً".

(اس کا حال بھی کیمرے کی تصویر کی طرح ہے اور کیمرے کی تصویر میں ہمارے اکثر علما حرام ہونے پر ہیں الا یہ کہ کوئی ضرورت و حاجت ہو)

اس سے جہاں ڈیجیٹل تصویر کا مسئلہ معلوم ہوا، وہیں عام کیمرے کی تصویر کا حکم بھی معلوم ہوا کہ اکثر علما کے نزدیک وہ حرام ہے۔

فوٹوگرافی اور علمائے ہندوپاک کے فتاویٰ

دارالعلوم دیو بند کا فتویٰ

فتاویٰ دارالعلوم قدیم، موسوم بہ " امدادالمفتیین " میں حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

"کسی جان دار کی تصویر بنانا، خواہ مجسمے کی صورت میں یا نقش و رنگ کی صورت میں اور پھر خواہ قلم سے اس کی نقاشی کی جائے یا پریس وغیرہ میں اس کو چھاپا جائے اور یا فوٹو کے ذریعے عکس کو قائم کیا جائے؛ یہ سب بلا شبہ تصاویر و تماثیل ہیں، جن کی حرمت پر اس قدر احادیث وارد ہیں کہ اگر تواتر کا دعویٰ کیا جائے، تو غالباً صحیح ہوگا۔ إلیٰ قولہٖ ۔ احادیثِ مذکورہ اور عباراتِ فقہا سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فوٹو اور مطلقاً تصویر کھینچنا اور کھنچوانا اور ان کا استعمال کرنا اور ان کا اپنے پاس رکھنا، گناہِ کبیرہ ہے اور کرنے والا ان افعال کا فاسق ہے اور نماز اس کے پیچھے جب کہ دوسرا امام مل سکتا ہو مکروہِ تحریمی ہے۔(۱)

(۱) امدادالمفتیین: ۹۹۴

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ کا فتویٰ

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ مفتی اعظم ہند کے فتاویٰ میں سوال جواب ہے ملاحظہ کیجیے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے متعلق کہ فوٹو کھینچنا اور کھنچوانا شرعی نقطۂ نظر سے کیوں حرام ہے؛ جب کہ زید یہ کہتا ہے کہ متحرک کو ہم ساکن کر دیتے ہیں؛ یعنی شیشے میں دیکھنے سے جو ہماری صورت نظر آتی ہے، اسے ہم مستقل کر دیتے ہیں، تو وہ فوٹو کہلاتا ہے ؛ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیوں حرام ہے، اس سے ایک یادگار بھی قائم رہتی ہے؟

جواب: تصویر بنانا اور اس کو استعمال کرنا شریعتِ مقدسہ نے ناجائز قرار دیا ہے۔ فوٹو لینا بھی تصویر بنانے کا ایک طریقہ ہے، پس وہ ناجائز ہے؛ جب کہ اس سے جان دار کی تصویر بنائی جائے۔ ہاں! مکانات اور غیر ذی روح مناظر کا فوٹو لینا جائز ہے، جیسا کہ ان کی ہاتھ سے تصویریں بنانی جائز ہیں۔ شریعتِ مقدسہ نے جان داروں کی تصویریں بنانا اور فوٹو لینا ایک مصلحت سے حرام فرمایا ہے کہ غیر اللہ کی تعظیم اور توقیر کا شائبہ بھی مسلمانوں میں نہ رہے۔(۱)

مصر کے سفر میں حضرت والا اور بعض مصری علما کے درمیان اسی مسئلے کے سلسلے میں بحث و مباحثہ ہوا، جس میں آپ نے ان مصری عالم کو حرمتِ تصویر کی علت و وجہ بتائی، تو وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے؛ چناں چہ منقول ہے:

''مصر سے واپسی کے وقت کافی تعداد میں وہاں علما اور عمائدین نے خواہش

(۱) بیس بڑے مسلمان: ۴۴۴

ظاہر کی کہ حضرت مفتی صاحب کی فوٹو لی جاوے؛ مگر حضرت مفتی صاحب نے منع فرمایا، علمائے مصر کا ایک گروہ (جو فوٹو کو جائز قرار دیتا تھا) نے بحث شروع کر دی کہ

علمائے مصر: التصوير الممنوع ، هو الذي يكون بصنع الإنسان ومعالجة الأيدى، وهذا ليس كذالك إنما هو عكس الصورة. (ممنوع تو وہ تصویر ہے، جو انسان کے عمل اور ہاتھوں کی کاری گری سے ہو، فوٹو میں کچھ نہیں کرنا پڑتا، یہ تو صورت کا عکس ہوتا ہے)

حضرت مفتی صاحب: كيف ينتقل هذا العكس من الزجاجة إلى الورق؟ (یہ عکس کیمرے کے لینس سے کاغذ پر کس طرح منتقل ہوتا ہے؟)

علمائے مصر: بعد عمل كثير. (بہت کچھ کاری گری کرنی پڑتی ہے)

حضرت مفتی صاحب: أي فرق بين معالجة الأيدي وصنع الإنسان والعمل الكثير؟. (انسان کے عمل، ہاتھوں کی کاری گری اور بہت کچھ کاری گری میں کیا فرق ہے؟)

علمائے مصر: نعم! هو شيء واحد. (کوئی فرق نہیں، سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔)

حضرت مفتی صاحب: إذاً حكمها واحد. (لہٰذا حکم بھی سب کا ایک ہی ہے۔)

علمائے مصر حضرت مفتی صاحب کی حاضر جوابی سے بے حد متاثر ہوئے اور کچھ ایسے خاموش ہوئے کہ جواب نہ دے سکے۔(۱)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید عالم ہے،

(۱) جامع الفتاویٰ: ۱/۶۱۵، بیس بڑے مسلمان: ۴۳۹

وہ کہتا ہے کہ تصویرِ دستی یعنی قلم کی بنی ہوئی کا بنوانا یا مکان میں رکھنا حرام ہے؛ لیکن فوٹو کا لیا جانا اور مکان میں رکھنا حرام نہیں ہے؛ بایں دلیل کہ فوٹو آئینے کا عکس ہے، عام لوگ آئینہ دیکھتے ہیں؟

جواب: زید کا قول بالکل غلط ہے اور یہ قیاس مع الفارق ہے، آئینے کے اندر کوئی انتقاش باقی نہیں رہتا، زوالِ محازات کے بعد وہ عکس بھی زائل ہوجاتا ہے، بہ خلاف فوٹو کے اور یہ بالکل ظاہر ہے اور پھر صنعت کے واسطے سے ہے؛ اس لیے بالکل مثلِ دستی تصویر کے ہے۔ (۱)

حضرت رحمہ اللہ نے اپنے مشہورِ زمانہ اور مفید ترین اصلاحی رسالہ "اصلاح الرسوم" میں فوٹو کو تصویر کے حکم سے مستثنیٰ کرنا، غلط قرار دیا ہے اور فوٹو کا بھی وہی حکم بتایا ہے، جو تصویر کا ہے؛ چناں چہ حضرت رقم فرماتے ہیں:

"بعض لوگ فوٹو کو حرمتِ تصویر سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں کہ اس میں خود بہ خود تصویر اتر آتی ہے کوئی بناتا نہیں۔ ماشاء اللہ کیا غضب کا اجتہاد ہے، اس کا سامان جمع کرنا، صاحبِ تصویر کے روبرو اس کا رکھنا یہ تصویر کشی نہیں تو کیا ہے؟"۔ (۲)

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ مفتیِ اول دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

تصویر کھینچنا اور کھنچوانا جدید طریقِ فوٹو سے، ایسا ہی حرام اور ناجائز ہے، جیسا کہ دستی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا ممنوع اور حرام ہے اور رکھنا اس کا ایسا ہی حرام ہے، جیسا کہ دستی تصویر کا رکھنا۔ فوٹو کے ذریعے سے تصویر کھنچوانے اور کھینچنے والا اس سزا اور وعید کا مستحق و سزاوار ہے، جو

(۱) امداد الفتاویٰ: ۲۵۳/۴

(۲) اصلاح الرسوم: ۳۱

احادیث میں مصورین کے لیے وارد ہے۔(۱)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رَحِمَہُ اللہُ کا فتویٰ

’’تصویر کشی شریعتِ اسلامیہ میں مطلقاً حرام ہے؛ خواہ قلم سے ہو یا بصورتِ فوٹوگرافی یا بصورتِ طباعت و پریس؛ بشرطیکہ کسی جان دار کی تصویر ہو‘‘۔ (۲)

حضرت مفتی صاحب رَحِمَہُ اللہُ اپنی عظیم وشاہ کار تصنیف ’’جواہر الفقہ ‘‘میں لکھتے ہیں:

’’جیسے قلم سے تصویر کھینچنا ناجائز ہے، ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا سانچے اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا یہ بھی ناجائز ہے‘‘۔ (۳)

محدثِ عظیم حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی رَحِمَہُ اللہُ کا فتویٰ

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رَحِمَہُ اللہُ اپنی عظیم الشان کتاب ’’التعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح ‘‘میں تحریر فرماتے ہیں کہ

’’موجودہ دور کے بعض روشن خیال، تجدد پسند افراد نے کیمرے کے ذریعے تصویر کشی؛ یعنی فوٹوگرافی کو مباح قرار دیا ہے اور دلیل میں بتایا کہ یہ تصویر ہی نہیں ہے۔ ان کا یہ خیال تصویر کے مفہوم سے واقعی ناواقفیت یا تجاہلِ عارفانہ کے سبب ہے اور یا پھر فریب کاری وجعل سازی کا نتیجہ اور باعثِ سرزنش ہے؛ اس لیے کہ تصویر کا مفہوم عام ہے، چاہے ہاتھ سے بنائی جائے یا قلم، پنسل یا کسی آلے سے بنائی جائے

(۱) فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱/۷۴۲

(۲) فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۹۹۱

(۳) جواہر الفقہ: ۳/۲۲۳

اور تصویر کا معنی ان سب پر یقیناً صادق آتا ہے؛ کیوں کہ لغت میں تصویر مطلق صورت سازی اور شکل بنانے کو کہتے ہیں اور یہ لغوی مفہوم ہر ایک کو شامل ہے اور پھر تصویرِ شمسی یعنی فوٹو گرافی میں تو یہ اظہر من الشّمس ہے، تو اس کا بھی حکم بدرجۂ اولی بالیقین حرمت کا ہی ہوگا۔ جس طرح والدین کو ''اُف'' تک بھی کہنے کی حرمت سے ان کو مارنے اور ان پر ہاتھ اٹھانے کی حرمت بدرجۂ اتم ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ اس طرح کہ باری تعالیٰ کے قول ''ولاتقل لهما أف'' میں ''اف'' کہنے کے ممنوع ہونے کا مدار ایذا رسانی وتکلیف ہے اور ایذا وتکلیف کا مفہوم اس سے زیادہ انہیں مارنے اور ہاتھ اٹھانے میں بتمام پایا جاتا ہے؛ اسی وجہ سے ''اُف'' کہنے کے مقابلے میں ہاتھ اٹھانے اور مارنے کی حرمت بدرجۂ تمام ثابت ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جب فوٹو میں صورت سازی کا مفہوم علی وجہ التمام پایا جاتا ہے، تو اس کا بھی ممنوع وحرام ہونا ضرور بالضرور بدرجۂ کمال ثابت ہوگا''۔

اِس کے بعد بھی حکمِ مذکور کا انکار اور اس سے اختلاف رکھنے والوں کے متعلق حضرت رحمہ اللہ اپنی علمی وتحقیقی مہارت وبراعت اور ایمانی فراست وحمیت کا فیصلہ سناتے ہیں کہ:

''وإنكار البداهة مكابرة ومشاغبة'' اور ایسی بدیہی ویقینی بات کا انکار ہٹ دھرمی وسینہ زوری ہے اور بدمعاشی وشرارت پسندی ہے۔(۱)

حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ

آج کل تصویروں کا بہت رواج ہوگیا ہے، گھروں کو ان سے

(۱) ترجمہ از: التعليق الصبيح: ۴/۵

سجایا جاتا ہے اور اس فن نے بہت ترقی کر لی ہے، بہت سے لڑکے اور لڑکیاں اپنا اور اپنے عزیزوں کا فوٹو کھنچوا کر اپنے پاس رکھتے ہیں اور بعضے لوگ فوٹو کو تصویر نہیں سمجھتے اس کو جائز سمجھتے ہیں، بالکل غلط بات ہے۔ خوب یاد رکھو! جان دار کی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا اور پاس رکھنا بلا ضرورت شدیدہ حرام ہے۔(۱)

نوٹ: واضح رہے کہ ''بہشتی زیور'' پر حضرت مولانا شبیر علی صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ کی تحقیق وتحشیے اور مسائل کی تخریج وترمیم دراصل حضرت تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ ہی کی زیرِ نگرانی اور سرپرستی ہوئی ہے اور یہ بھی بلاواسطہ حضرت ہی کا توثیق شدہ وتصدیق کردہ ہے؛ چناں چہ حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ اس جدید محقق ومدلل ''بہشتی زیور'' کی طباعت واشاعت کی مناسبت سے اپنی اطلاع ونگرانی کا اظہار کرتے ہوئے راقم ہیں کہ

''اس نسخے (یعنی مکمل ومدلل بہشتی زیور، جو مولانا شبیر علی صاحب نے ۱۳۴۴ھ میں شائع کیا تھا) پر برخوردار مولوی شبیر علی کا اہلِ علم سے نظرِ ثانی کرانا اور اس نظرِ ثانی میں مقامات پر عبارات یا مضامین کی ترمیم ہوجانا اور اسی طرح ہر مسئلے کے اخیر میں کتابوں کا حوالہ لکھوانا یہ سب میرے مشورہ اور اطلاع سے ہوا ہے، مقاماتِ ترمیم میں قریب قریب کل کے بالالتزام میں میں نے بھی نظر کی ہے اور اب یہ نسخہ بہمہ وجوہ بفضلہٖ تعالیٰ مکمل ومدلل ہوگیا ہے'' (۲)

حضرت حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ کا فتویٰ

کسی صاحب نے فوٹو کے متعلق سوال کیا کہ اس کا بنانا اور اپنے پاس رکھنا

(۱) حاشیۂ بہشتی زیور مکمل مدلل: چھٹا حصہ/ص ۴۰
(۲) بہشتی زیور مکمل ومدلل کا ماقبل دیباچہ

حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ایک تو ہے مجبوری کا درجہ جیسا کہ پاسپورٹ ہے کہ اس میں فوٹو کھنچوانا ضرور ہے، بغیر اس کے آدمی قانوناً غیر ملک کا سفر نہیں کرسکتا، خواہ حج کا سفر ہو، خواہ باہر دوسرے ملکوں کا سفر؛ لیکن عام حالات میں فوٹو کا حکم وہی ہے، جو تصویر کا حکم ہے۔ جس طرح تصویر کھینچنی اور کھنچوانی ممنوع ہے اس کا بھی کھینچا اور کھنچوانا ممنوع ہے''۔(۱)

اسی مجلس میں آپ نے تصویر کشی کی حرمت، شناعت وقباحت اور اس سے پیدا ہونے والی برائیوں پر مدلل و مفصل کلام کرتے ہوئے تصویر کو جائز سمجھنے والے بعض حضرات کی تردید کرتے ہوئے اور جمہور اہلِ فتاویٰ کے مسلک؛ یعنی حرمتِ فوٹو کی تائید میں فرمایا کہ

''اور اگر اس کے باوجود کوئی عالم جواز کا فتویٰ دے، تو اس کی حجت اس کے ساتھ ہے، کسی کا فعل حجت نہیں ہے۔ اصل حجت وہ ہے، جو شریعت بیان کرے۔ اگر مصر والے اجازت دیتے ہیں، تو وہ ان کا فعل ہے، وہ ہمارے لیے حجت نہیں؛ جب کہ ہمارے سامنے ایک اصول موجود ہے۔ انھوں نے جو بھی تاویل کی ہو، ہم اس کے پابند نہیں، صریح احکام ہمارے سامنے موجود ہیں اور گر مجموعۂ احادیث واحکام لے کر دیکھا جائے، تو تصویر کی مذمت نکلتی ہے''۔ (۲)

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر فرنگی محلی رحمہ اللہ کا فتویٰ

سوال: سالانہ جلسے کے موقعے پر ہمارے مدرسے میں طلبہ وغیرہ

(۱) مجالسِ حکیم الاسلام: ۲۰۳

(۲) مجالس حکیم الاسلام: ۲۱۰

کو بٹھا کر تصویر لی جاتی ہے اور طلبہ کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی تصویر کھنچوائیں؛ لہٰذا یہ جائز ہے یا نہیں ؟ صرف چہرے کی تصویر کھنچوانا یا مدرسے میں طلبہ سے صرف چہرے کی تصویر بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چوں کہ ذی روح کی تصویر بنانا صاحبِ شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے اور قیامت کے دن تصویر بنانے والے کے لیے عذابِ شدید کی وعید ارشاد فرمائی ہے ؛ اس لیے علما نے تصویر بنانے کو گناہِ کبیرہ میں داخل کیا ہے اور چوں کہ تصویر ذی روح کی بنانا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے؛ لہٰذا اس میں مدد کرنا اعانۃ علی المعصیۃ کی وجہ سے شرعاً درست نہیں، پس صورتِ مسئلہ میں تصویر کھنچوانے والے کا جان بوجھ کر کیمرے (آلۂ تصویر کشی) کے سامنے بیٹھنا جائز نہیں اور کسی اسلامی ادارے کو جائز نہیں کہ وہ تصویر کھنچوانے کے لیے طلبہ کو مجبور کرے الخ۔(۱)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رَحِمَہُ اللّٰہُ فتویٰ

فوٹو کھچوانا منع ہے، اگر کوئی دینی ضرورت اس پر موقوف ہو یا ایسی دنیوی ضرورت ہو کہ آدمی مجبور ہو جائے تو معذوری ہے۔(۲)

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

جان دار کی تصویر بنانا حرام ہے، خواہ لکڑی، مٹی، لوہا، سونا وغیرہ کسی مادہ سے بنائی جائے یا قلم سے کسی کاغذ پر یا تختی پر بنائی جائے یا مشین سے عکس لیا جائے کسی طرح اجازت نہیں۔ ایسی تصویر بنانے والوں کے لیے

(۱) فتاویٰ فرنگی محل موسوم بہ فتاوی قادریہ:۶۳

(۲) فتاویٰ محمودیہ:۱۹/۴۶۹

حدیث شریف میں عذابِ شدید کی وعید ہے اور ایسی تصویروں کو مکان میں رکھنا اور کمروں کی زینت کے لیے آویزاں کرنا بھی جائز نہیں۔(۱)

حضرت مولا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رَحِمَہُ اللّٰہُ کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں ایک شخص نے فوٹو کھنچوایا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کا بہت گناہ ہے، تو اس کو بہت افسوس ہوا اور ندامت ہوئی۔ اب اس گناہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوئی صورت ہے؟ اور یادگار کے لیے یا وطن بھیجنے کے لیے یا شادی کی غرض سے لڑکے اور لڑکی کو بتلانے کے لیے تصویر کھنچوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ضرورت اور قانونِ شرعی مجبوری کے بغیر تصویر بنانا اور بنوانا جائز نہیں، گناہ کا کام ہے، بنوالی ہو، تو ضائع کردی جائے، اور توبہ استغفار کرے اللہ سے معافی مانگے یادگار کے لیے یا وطن بھیجنے کے لیے یا لڑکی لڑکے کو بتانے کے لیے تصویر بنوانے کی شرعاً اجازت نہیں۔ جس کو دیکھنے کی ضرورت ہو، وہ جا کر دیکھ لے اور اس میں تصویر کشی کے گناہ کے علاوہ اور بھی خرابیاں ہیں۔ (۲)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ کا فتویٰ

حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ کے افاضے وافادے کی روشنی میں اور تائید وتصدیق کے ساتھ مولانا مفتی ابراہیم صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ نائب مفتی دارالافتا والارشاد نے ایک شاہکار رسالہ "النذیر العریان عن عذاب صورة الحیوان"

(۱) فتاویٰ محمودیہ:۱۹/۴۹۲

(۱) فتاویٰ رحیمیہ:۱۰/۱۴۶

تحریر فرمایا، جس میں مولانا نے حرمتِ تصویر کشی کے اسباب و دلائل جمع کرنے کے بعد فوٹو کو بھی تصویر ہی قرار دیا ہے اور جمہور علمائے دین کے مسلک ''فوٹو کی تصویر بھی حرام ہے'' کی تصحیح و ترجیح اور مجوزین کے جملہ دلائل کا مدلل و محقق جواب دینے کے بعد خلاصۂ کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ

''کسی بھی جان دار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے اور گناہِ کبیرہ ہے، خواہ تصویر کسی بھی قسم کی ہو، بڑی ہو یا چھوٹی، کپڑے، کاغذ پر بنائی جائے یا درودیوار پر، قلم سے بنائی جائے یا کیمرے سے۔ اسی طرح تصویر کا پریس میں چھاپنا، مشین یا سانچے میں ڈھالنا بھی ناجائز ہے۔ تصویر ساز، فوٹوگرافر اور ان کے عمل میں کسی پہلو سے شرکت کرنے والے اشخاص فاسق ہیں، ان کی اذان، اقامت ناجائز ہے، شہادت مردود ہے۔(۱)

حضرت مولانا مفتی یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

گھروں میں فوٹو چسپاں کرنا جائز نہیں، ہر جان دار کا فوٹو ممنوع ہے، جن ڈبوں یا چیزوں پر فوٹو ہوتا ہے اسے مٹا دینا چاہیے۔(۲)

ایک جناب کی یاوہ گوئی کا جواب دیتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں:

کیمرے کے اندر جو ''چغد'' بیٹھا ہوا ہے، وہ مشین ہے، جو انسان کی تصویر کو محفوظ کر لیتی ہے۔ جو کام مصور کا قلم یا برش کرتا ہے، وہی کام یہ مشین نہایت سہولت اور سرعت کے ساتھ کر دیتی ہے اور اس مشین کو بھی انسان ہی استعمال کرتے ہیں۔ یہ منطق کم از کم میری سمجھ میں تو نہیں آتی

(۱) احسن الفتاویٰ: ۸/۴۳۷

(۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷/۶۰

کہ جو کام آدمی ہاتھ یا برش سے کرے، تو وہ حرام ہو اور وہی کام اگر مشین سے کرنے لگے، تو وہ حلال ہو جائے؟ اور پھر آں جناب فوٹو کے تصویر ہونے کا بھی انکار فرماتے ہیں؛ حالاں کہ عرفِ عام میں بھی فوٹو کو تصویر کہا جاتا ہے اور تصویر ہی کا ترجمہ "فوٹو" ہے۔ الغرض! آپ نے ہاتھ کی بنائی ہوئی اور مشین کے ذریعے اتاری ہوئی تصویر کے درمیان جو فرق کیا ہے، یہ صرف ذریعے اور واسطے کا فرق ہے۔ مآل اور نتیجے کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں اور حدیثِ نبوی "**المصورون أشد عذاباً یوم القیامة**" میں ہاتھ سے تصویر بنانے والے اگر شامل ہیں، تو مشین کے ذریعے بنانے والے بھی اس سے باہر نہیں۔(۱)

ایک اور مقام پر استفتا اور جواب بعینہ اس طرح ہے کہ

سوال: فوٹو گرافی تخلیق نہیں ہے، اگر تخلیق ہے، تو آئینے اور پانی میں بھی تو آدمی کی شکل نظر آتی ہے؟ دوسرے: فلم کے ذریعے اسلام کی اشاعت ہونے کی ضرورت اور ٹی وی ایسے شروع ہوئے ہیں کہ ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہے۔ اس ضرورت کو سمجھتے ہوئے اس کو اچھے مصرف میں استعمال کیا جائے، اس کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟

جواب: فلم اور تصویر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے حرام ہے اور ان کو بنانے والے ملعون ہیں۔ ایک ملعون اسلام کی اشاعت کا ذریعہ کیسے بن سکتی ہے؟ فوٹو کو عکس کہنا خود فریبی ہے؛ کیوں کہ اگر انسانی عمل سے اس عکس کو حاصل نہ کیا جائے اور پھر اس کو پائے دار نہ بنایا جائے، تو فوٹو بن نہیں سکتا، پس ایک قدرتی

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۸۴/۷

اور غیر اختیاری چیز پر ایک اختیاری چیز کو قیاس کرنا خود فریبی ہے ''فلمی صنعت'' کا لفظ ہی بتاتا ہے کہ یہ انسان کی بنائی ہوئی چیز ہے۔(۱)

مولانا مفتی نظام الدین اعظمی رحمہ اللہ مفتی دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے ایک طویل استفتا کیا گیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

سوال: ایک شخص ''منوہر لال، منیجر کتب خانہ اشاعت الاسلام، دہلی'' نے افریقہ کے ایک مسلمان تاجر کے آرڈر پر انبیا اور بزرگوں کی چند تصاویر اس نے چھاپ دی، جس سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو بہت گراں گزرا۔ اہلِ اسلام کی تکلیف کو دیکھ کر اس نے معذرت کی اور ان تصاویر کی نگیٹیو جلا کر اعلانِ عام کیا کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ ان تصویروں کا چھاپنا (جب کہ ایک مسلمان نے طباعت کا آرڈر دیا تھا) قابلِ اعتراض ہے۔

اس واقعہ کے حوالے سے تصویر اور تصویر ساز کے مذکورہ عمل کی حیثیت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے معلوم کی گئی، تو اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

جواب: عام جان داروں کی تصویر بنانا خواہ کسی کیڑے مکوڑے ہی کی کیوں نہ ہو، اسلام میں قطعاً حرام اور گناہ ہے اور آخرت میں اس پر بہت سخت عذاب کی وعیدیں آئی ہیں۔ باقی صاحبِ معاملے کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انھوں نے معذرت ہی نہیں؛ بل کہ دہلی کے علما کو حَکم بنا کر ان کے فیصلے کے مطابق عمل کر کے، ان تمام تصویروں کے نگیٹیو (Negative) اور خاکے ان سب حضرات کی موجودگی میں

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶۷/۷

جلا کر ضائع بھی کر دئے اور آئندہ کے لیے ان حضرات کو یقین بھی دلایا کہ اس طرح کی کوئی تصویر نہیں شائع کروں گا، جیسا کہ ان حضرات علمائے کرام کی خود اپنی تحریروں سے (جو استفتا کے ساتھ منسلک ہیں) تو صاحبِ معاملہ کی یہ غلطی عنداللہ معاف ہوگی۔(۱)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ کا فتویٰ

''شرعاً مسلمانوں کا فرض ہے کہ فوٹو کھنچوانے یا گھر میں رکھنے سے پرہیز کریں، ورنہ خطرہ ہے کہ وہ اس فعلِ بد کے ارتکاب کے باعث عنداللہ ذلیل کر کے جہنم رسید کیے جائیں گے۔ البتہ جو چیزیں ہمارے اختیار سے باہر ہیں، ان میں ہم مکلّف نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ ان باتوں میں مواخذہ نہ ہوگا۔ مثلاً: مروج سکے یا نوٹ پر تصویر ہے اور ہمیں جلوت وخلوت میں اس کے جیب میں رکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے یا گھر میں رکھا جاتا ہے، شاہی سکے کے تبدیل کرنے کا ہمیں کوئی اختیار نہیں؛ اس لیے معذور ہیں یا مثلاً: فنِ ڈاکٹری یا انجینئری میں تعلیم پانے والے طلبہ کے لیے تصویر کشی کی قلمی مشق لازمی ہے، جو اس سے احتراز کرے، وہ تعلیم ہی نہیں پا سکتا؛ علی ہذا القیاس اور بھی صورتیں مجبوری کی پیش آتی ہیں۔ جیسے پاسپورٹ وغیرہ؛ لہٰذا ان مجبوریوں میں حرمت ان اشیا کی ویسی ہی رہے گی؛ البتہ اضطرار کے باعث عفو کی امید ہے''۔(۲)

(۱) منتخبات نظام الفتاوی: ۱/۳۷۱۔۳۷۲

(۱) خطبات لاہوری: ۲/۲۸۴۔۲۸۵

باقیات الصالحات ویلور کا فتویٰ

سوال: یہاں چند دنوں سے گھروں وغیرہ میں فوٹو، تصویروں کا رکھنا جائز یا نا جائز ہونے کی بحث ہو رہی ہے؛ بعض کہتے ہیں کہ نا جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے؛ براہِ کرم حکمِ شرعی سے مطلع فرمائیں؟

جواب: اللّٰھم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہٗ: جان دار کی تصویر گھروں میں رکھنا خواہ دیواروں پر لگائے رکھیں یا اور کسی جگہ جائز نہیں۔(۱)

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کا فتویٰ

سوال: تصویر اور فوٹو میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ فوٹو رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: حکم کے اعتبار سے ہر دو میں کچھ فرق نہیں، فوٹو بالکل تصویر کے حکم میں ہے، حیوان ''جان دار'' کا فوٹو رکھنا شرعاً نا جائز ہے۔ بے جان دار، درخت وغیرہ کا فوٹو رکھنا، اتارنا درست ہے۔(۲)

حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خان صاحب کی تحقیق اور فتویٰ

''جہاں تک تعلق ہے آج کل کے کیمرے کی تصویر کا، تو اگرچہ مصر کے بعض علمانے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے؛ لیکن جمہور اہلِ فتاویٰ کا فتویٰ اس کے عدمِ جواز کا ہے۔ اب رہ جاتی ہے بات ٹیلی ویژن، ویڈیو، کمپیوٹر کی تصویر کی، اس کے بارے میں جمہور اہلِ فتاویٰ کا فتویٰ عدمِ جواز ہونے کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ٹی۔ وی پر آنے والی تصویر کا

---

(۱) فتاویٰ باقیات صالحات: ۹۲۶-۲۷۷

(۲) جامع الفتاویٰ: ۱/ ۶۱۷

وہی حکم ہے، جو دوسری عام تصاویر کا ہے؛ البتہ بعض علما کا کہنا ہے کہ یہ تصویر کے حکم میں نہیں ؛ بل کہ یہ عکس ہے ، جو شعاعوں اور لہروں کے ذریعے جدید ٹکنیک سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔(۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کا فتویٰ

تصویر سازی کے جواز وعدمِ جواز کے عِلل واسباب پر بحث کرنے کے بعد اپنا فیصلہ اور فتویٰ لکھتے ہیں کہ

(۱) حقیقت یہ ہے کہ نقش ونگار کے ذریعے بنائی ہوئی تصاویر اور عکسی تصاویر کے درمیان ، جو تفریق ہے، اس کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں ہے۔ شریعت کا اصول یہ ہے کہ جو چیز اصلاً حرام اور غیر مشروع ہو، آلے کے بدل جانے سے اس کا حکم نہیں بدلتا۔ مثلاً: شراب حرام ہے، چاہے اس کو ہاتھ سے بنایا گیا ہو، چاہے جدید مشینوں کے ذریعے بنایا گیا ہو، یا مثلاً قتل کرنا حرام ہے، چاہے کوئی چھری سے قتل کرے یا گولی چلا کر قتل کرے۔ یہی معاملہ تصویر کا ہے، شریعت نے تصویر بنانے اور رکھنے کو منع فرمایا ہے؛ لہٰذا اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر مصور کے بُرش سے بنائی گئی ہو یا کیمرے کے ذریعے کھینچی گئی ہو۔(۲)

ایک استفتا کا جواب دیتے ہوئے حضرت لکھتے ہیں کہ

(۲) تصویر کھینچنا اور کھنچوانا مسجد سے باہر بھی ناجائز ہے، خاص طور پر مسجد کو اس ناجائز فعل سے آلودہ کرنا تو اور بھی گناہ ہے۔ اگر واقعۃً ان کی اجازت سے ریل بھری گئی تھی اور انھوں نے تصویر کھینچتے دیکھ

(۱) کشف الباری:۱۲/۲۳۴-۲۳۵

(۲) فقہی مقالات:۴/۱۴۰

کر قدرت کے باوجود منع نہیں کیا، اس کے باوجود قسم کھالی کہ میری اجازت سے تصویر نہیں کھینچی گئی، تو انھوں نے سخت گناہ کا ارتکاب کیا۔ اگر وہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرلیں تو خیر، ورنہ اگر اصرار کریں، تو

انہیں اپنے اختیار سے امام نہیں بنانا چاہیے۔ تاہم جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئیں، وہ ادا ہوگئیں۔ (۱)

جامع ترمذی کی درسی تقریر میں آپ نے کیمرے کی تصویر کے سلسلے میں علما کے اختلاف کا ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ

''مصر کے مفتی علامہ محمد بخیط رحمۃ اللہ نے فوٹو گرافی کو اس دلیل سے جائز قرار دیا کہ حرمتِ تصویر کی علت ''مشابہت بخلق اللہ'' ہے اور یہ کیمرے کے ذریعے تصویر کشی کرنے میں نہیں پائی جاتی اور بلادِ مصر و عرب کے بہت سے علما نے ان کی تائید بھی کی؛ مگر علما کی اکثریت نے اس زمانے میں بھی اور بعد میں بھی اور خاص طور پر ہند و پاک کے علما نے اس استدلال کو صحیح نہیں بتایا اور لکھا کہ حرمتِ تصویر کی علت ''مشابہت بخلق اللہ'' جیسے ہاتھ، قلم وغیرہ سے تصویر کشی کرنے میں پائی جاتی ہے، اسی طرح کیمرے کے ذریعے تصویر کشی کرنے میں بھی پائی جاتی ہے اور محض آلے کی تبدیلی سے حکم میں کوئی فرق نہیں آتا؛ اس لیے جمہور علما کے نزدیک راجح یہی ہے کہ کیمرے کی تصویر کا بھی وہی حکم ہے، جو ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویر کا ہے؛ لہٰذا اس سے پرہیز ضروری ہے''۔ (۲)

---

(۱) فتاویٰ شیخ الاسلام: ۱/۴۳۸

(۲) ملخصاً از درسِ ترمذی: ۵/۳۴۹-۳۵۰

شیخ الحدیث ''مظاہر العلوم وقف'' حضرت مولانا عثمان غنی صاحب کی تحقیق اور فتویٰ

تصویر سے مراد ذی روح یعنی جان دار کا چہرہ ہے، اگر چہرہ نہ ہو، تو وہ مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح غیر جان دار مثلاً مسجد، مکان اور درخت کی تصویریں داخلِ ممانعت نہیں ہیں اور تصویر خواہ فوٹو ہو یا مجسمہ ہو، سب ناجائز ہیں۔ جیسے ٹی وی، ویڈیو کیسٹ سب ناجائز و حرام ہیں۔(۱)

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کا فتویٰ

''متعدد احادیثِ شریفہ کی بنا پر فقہائے امت نے فرمایا کہ کسی بھی جان دار کی تصویر کھینچنا، کھنچوانا کسی حال میں جائز نہیں؛ خواہ ہاتھ کے ذریعے یا قلم سے یا فوٹو سے''۔(۲)

ایک جگہ خود مولانا سے ''مذہبی جلسے میں ویڈیو گرافی کرنا جائز یا نہیں''؟ کا سوال ہوا، تو اس کے جواب میں تحریر کرتے ہیں کہ

''لوگوں کو دین کی باتیں، سیکھنے اور سکھانے کی ترغیب دینا یقیناً نہایت نیک کام، اجر و ثواب کا باعث ہے؛ لیکن اس کے لیے تصویر کشی اور فوٹو گرافی جائز نہیں، بلا ضرورتِ شرعی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا گناہِ کبیرہ ہے''۔(۳)

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی کا فتویٰ

''بہر حال! ان روایات واقوالِ محدثین سے یہ بات واضح طور پر

(۱) نصر الباری:۱۱/۱۰۵

(۲) کتاب الفتاویٰ:۶/۱۶۷

(۳) کتاب الفتاویٰ:۶/۱۶۹

ثابت ہوتی ہے کہ فوٹو کھینچنا اور کھنچانا ناجائز ہے، ایسا کرنے والا فاسق اور مرتکبِ کبیرہ ہے''۔(۱)

مولانا رفیق احمد رفیق المہر وری ثم الفتیوی کی تحقیق اور فتویٰ

''اکثر تماثیل کا اطلاق مٹی، پتھر، سونا، چاندی وغیرہ کے ذریعے مجسمہ بنانے پر ہوتا ہے اور تصاویر کا اطلاق فوٹو پر بھی ہوتا ہے، چاہے وہ فوٹو گرافی سے کھینچے یا رنگ ونقش وغیرہ سے بنائے جائیں''۔(۲)

آگے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ

مشین کے فوٹو کا حکم: (۱) ممالکِ عرب کے بعض علما کہتے ہیں کہ مشین کے ذریعے جو عکس اور فوٹو اٹھاتے ہیں، وہ جائز ہے۔(۲) ممالکِ عرب کے علمائے محققین اور جمہور علمائے عجم کہتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے۔(۳)

مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی

''ہر طرح کے جان دار کی تصویر بنانا اور اس کا بیچنا حرام ہے؛ حتیٰ کہ لڑکوں کے کھلونے، جو تصویر کی شکل میں ہوتے ہیں، حرام ہیں۔ اگر ان چیزوں کو کوئی توڑ دے یا خراب کر دے، تو خراب کرنے والے سے کوئی تاوان نہیں لیا جائے گا؛ کیوں کہ اسلامی شریعت میں یہ مال ہی نہیں ہے، اس کا خراب کرنا اور راستے کی مٹی کو ادھر ادھر کرنا دونوں برابر ہے''۔(۴)

(۱) حبیب الفتاوی: ۲/۲۴۱

(۲) ایضاح المشکات: ۲/۵۶۲

(۳) ایضاح المشکات: ۲/۵۶۳

(۴) اسلامی فقہ: ۲/۳۸۰

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا فتویٰ

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی (جو بریلوی طبقے کے بانی مبانی اور اس کے امام کہلاتے ہیں) ان کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ تصویرِ عکسی بھی حرام ہے، ان کا فتویٰ ملاحظہ کیجیے:

''صورت گریٔ جان دار مطلقاً حرام است؛ سایہ دار باشد یا بے سایہ، دستی باشد یا عکسی۔ در زمانِ برکت نشانِ سید الانس والجان صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہر دوگانہ تصویر می ساختند؛ ہم مجسم وہم مسطح، ودر احادیث ذکر مطلق صورت گری نہی اکید و در صنعتِ او وعیدِ شدید بے تخفیف وتقیید ورود یافت؛ پس جمیع اقسامِ او زیرِ منع در آمد۔ تصویر بے سایہ را روا داشتن، مذہب بعض روافض است وبس۔(۱)

(جان دار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے، سایہ دار ہو یا بے سایہ ہو، دستی ہو یا عکسی ہو، سید الانس والجان صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے زمانِ برکت نشان میں دونوں طرح کی تصویر بناتے تھے، مجسم بھی مسطح بھی اور احادیث میں مطلق صورت بنانے کے بارے میں نہی اکید اور اس کی صنعت کاری پر وعیدِ شدید بلا تخفیف وبغیر کسی قید کے وارد ہوئی ہے؛ لہٰذا تصویر کی تمام قسمیں اس منع کے تحت داخل ہو جاتی ہیں۔ بے سایہ تصویر کو جائز رکھنا صرف بعض روافض کا مذہب ہے)

نیز بریلوی مسلک کے دیگر علما کا بھی یہی فتویٰ ہے؛ چناں چہ ''فتاویٰ بریلوی شریف'' میں ایک سوال آیا ہے کہ

جس جلسے میں تصویر کشی ہو، اس میں شرکت کرنا کیسا ہے، جلسے،

(۱) فتاویٰ رضویہ:۹/۱۷، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی

جلوسِ میلاد النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وغیرہ کے مواقع پر پرسنل ریکارڈ کے لیے یا گورنمنٹ کا غذات کی خانہ پُری یا اخباری رپورٹ کے لیے تصویر بنانا کیسا ہے؟ یہاں امریکہ کے اکثر جلسوں میں تصویریں بنتی ہیں، ان سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

علمائے بریلویہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ

''ان امور میں تصویر کھینچنا، کھنچوانا ہرگز جائز نہیں۔علمائے کرام نے ایسی صورت میں تصویر کشی کی اجازت دی ہے کہ جس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو، تو اسی قدر رخصت ہے جتنے سے یہ کام ہو جائے۔''شرح الأشباہ'' میں ہے: ''ما أبیح للضرورۃ، یتقدر بقدرھا'' تو محض ریکارڈ کے لیے تصویر کشی کیوں کر جائز ہوسکتی ہے؟ جب کہ ریکارڈ کے لیے رپورٹ کے ساتھ تصویر کوئی لازم وضروری نہیں۔جن جگہوں پر تصویر کشی و ویڈیو گرافی جیسے منکراتِ شرعیہ کا ارتکاب کیا جاتا ہو، وہاں مسلمانوں کی شرکت ناجائز وحرام خواہ وہ مجلس سیاسی ہو یا مذہبی۔(۱)

اسی کتاب میں مسجد میں تصویر کشی کے بارے میں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

کہیں بھی کسی بھی ذی روح کی تصویر کھینچنا، کھنچوانا سخت حرام بدانجام ہے اور مسجد جیسی متبرک ومسعود جگہ میں اس قبیح وشنیع فعل کا ارتکاب تو اور زیادہ حرام؛ بل کہ اشد حرام ہے۔(۲)

جناب ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم اور ''فوٹو'' کا مسئلہ

جماعت اسلامی کے بانی مبانی ''جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب'' کا بھی یہی

(۱) فتاوی بریلی شریف:۱۷۶

(۲) فتاویٰ بریلی شریف:۲۰۱

فتویٰ ہے کہ تصویر وفوٹو سب حرام و ناجائز ہیں ۔مولانا مودودی اگر چہ متعدد مسائل میں جمہور امت کے خلاف رائے رکھتے ہیں اور اسی لیے علمانے ان کے خیالات ونظریات کی تردید بھی کی ہے، تاہم وہ اس مسئلے میں جمہور کے ساتھ ہیں، ان کا فتویٰ ملاحظہ کیجیے:

سوال: میرے ایک فوٹو گرافر دوست کا خیال ہے کہ اسلام نے تصویر کے متعلق جو امتناعی حکم دیا ہے، وہ فوٹو پر عائد نہیں ہوتا۔ بالخصوص جب کہ فحش منظر کا فوٹو نہ لیا جائے۔کیا اس حد کو قائم رکھتے ہوئے فوٹوگرافی کا پیشہ کیا جا سکتا ہے؟ قومی لیڈروں، جلسوں اور جلوسوں کی تصویریں لینے میں کیا حرج ہے؟

جواب: فوٹو کے متعلق اصولی بات سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام جان دار چیزوں کی مستقل شبیہ محفوظ کرنے کو بالعموم روکنا چاہتا ہے؛ کیوں کہ انسانی تاریخ کا طویل تجربہ ثابت کرتا ہے کہ یہ چیز اکثر فتنے کا موجب بنی ہے؛ اب چوں کہ اصل فتنہ صورت کا محفوظ ہونا ہے؛ لہٰذا اس سے بحث نہیں کی جائے گی کہ اس کو کس طریقے سے محفوظ کیا جاتا ہے۔طریقہ خواہ سنگ تراشی کا ہو یا موئے قلم یا عکاسی کا، یا جو کوئی آئندہ ایجاد ہو، بہر حال یہ ناجائز ہی رہے گا؛ کیوں کہ یہ سارے طریقے اصل فتنے کا سبب بننے میں یکساں ہیں۔پس فوٹو گرافی اور مصوری میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا اور ممانعت چوں کہ جان دار اشیا کی تصویروں کی ہے؛ اس لیے تمام تصویریں حرام رہیں گی؛ خواہ وہ فحش ہوں یا غیر فحش؛ البتہ فحش تصویر میں ایک وجہ حرمت کی اور بڑھ جاتی ہے؛ لیکن لیڈروں کی تصویریں اور جلسوں اور جلوسوں کی تصویریں کسی طرح بھی جائز اور

حقیقی ضرورت کی تعریف میں نہیں آتیں، خصوصاً لیڈروں کی تصویریں
تو بندگانِ خدا کو اس خطرے سے بہت ہی قریب پہنچا دیتی ہیں، جس کی
وجہ سے تصویر کو حرام قرار دیا گیا ہے۔(۱)

یہاں یہ بھی سنتے چلیے کہ ایک صاحب نے ''جناب ابوالاعلی مودودی مرحوم'' پر یہ اعتراض کیا کہ

''اگر واقعی تصویر حرام ہے، تو پھر آپ کی تصویر اخبار میں دیکھی جائے، تو بڑا رنج ہوتا ہے۔عموماً علمائے کرام تصویر کو ناجائز بتاتے ہیں؛ مگر ان کا عمل اس کے برعکس ہوتا ہے۔؟''

اس کے جواب میں مودودی صاحب نے لکھا کہ

آپ شاید اس خیال میں ہیں کہ آج کل بھی کسی شخص کی تصویر اسی وقت اتر سکتی ہے، جب وہ خود کھنچوائے؛ حالاں کہ اس زمانے میں آدمی کی تصویر بالکل اسی طرح اتاری جاتی ہے، جیسے کسی شخص کو اچانک گولی ماردی جائے۔اخبارات میں میری تصویریں شائع ہوتی ہیں، ان میں میری مرضی کا کوئی دخل نہیں ہے۔تصویر کے بارے میں میں نے اپنا مسلک شروع ہی سے واضح کر رکھا ہے؛ اگر اس کے باوجود بھی لوگ تصویر لینے سے باز نہیں آتے، تو اس کی ذمہ داری ان کی گردن پر ہے اور آپ کو مجھ سے پوچھنے کے بہ جائے ان سے پوچھنا چاہیے۔(۲)

جامعہ بنوریہ عالمیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ

''واضح ہو کہ تصویر کی حرمت محض اس کی عبادت اور پوجا کرنے کی وجہ

(۱) رسائل ومسائل: ۱۱۹-۱۲۰

(۲) رسائل ومسائل: ۴/۱۰۶-۱۰۷

سے نہیں کہ آج کے دور میں اگر اس کی پوجا نہیں کی جا رہی ہے، تو جائز ہونی چاہیے؛ بل کہ کسی بھی ذی روح کی تصویر گارے، مٹی اور پتھر وغیرہ سے بنائی جائے یا کیمرہ وغیرہ سے کسی در و دیوار اور کاغذ و کپڑے وغیرہ پر بنائی جائے، ''**مضاهاة لخلق الله**''یعنی اللہ تعالیٰ کی خلق کے مثل اور مشابہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ الخ (۱)

تصویر کے بارے میں اکابر کا عمل

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا مسلک و عمل

ایک صاحب جناب احمد حسین کے خط کے جواب میں حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے لکھا کہ

''والا نامہ مع کٹنگ فوٹو پہنچا، یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں، میں نے خود اپنے علم و ارادے سے کبھی فوٹو نہیں کھنچوایا، میری لاعلمی میں ایسا ہو جاتا ہے، نہ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں، جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں''۔(۲)

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا رجوع

پہلے پہل جبل العلم والعلما ''حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ'' کی بھی رائے فوٹوگرافی کے جائز ہونے ہی کی تھی ؛مگر حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحقیقِ انیق اور لاجواب رسالہ ''**التصویر لأحکام التصویر**'' کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اپنی رائے سے رجوع فرمالیا تھا اور جمہور علما ہی کے مسلک

---

(۱) فتاوی جامعہ بنوریہ عالمیہ: نمبر:۴۲۶۲۱

(۲) تذکرہ حضرت مدنی: ص،۲۶۳

کو راجح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ

مسئلۂ تصویر کے متعلق میں نے ۱۹۱۹ء میں ایک مضمون لکھا تھا، جس میں ذی روح کے فوٹو لینے؛ یعنی عکسی تصویر کشی اور خصوصاً نصف حصہ جسم کے فوٹو کا جواز ظاہر کیا تھا۔ اس سلسلے میں بعد کو ہندوستان اور مصر کے بعض علما نے بھی مضامین لکھے، جن میں سے بعض میرے موافق ہیں اور بعض میرے مخالف ہیں؛ لیکن بہ ہر حال اس بحث کے سارے پہلو سامنے آگئے ہیں؛ اس لیے سب کو سامنے رکھ کر اب اس سے اتفاق ہے کہ صحیح یہی ہے کہ امرِ اول دستی تصویر کی طرح ناجائز ہے اور امرِ ثانی کھینچنا ناجائز اور کھینچوانا باضطرار، جائز اور دھڑ کے بغیر سر اور چہرے کے دونوں جائز ہیں۔ (۱)

مولانا ابوالکلام آزاد کا رجوع

ایک صاحب نے اپنی کتاب کے شروع میں مولانا کی تصویر لگانے کی اجازت مانگی، تو اس پر مولانا نے جواب لکھا کہ

”تصویر کا کھنچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے، یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور ”الہلال“ کو باتصویر نکالا تھا، اب میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں، میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہیے نہ کہ از سرنو ان کی تشہیر کرنا چاہیے“ (۲)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی رَحِمَہُ اللّٰہُ کا واقعہ

حضرت مفتی صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ کے ملفوظات میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

(۱) جواہر الفقہ: ۳/۱۷۰

(۲) جواہر الفقہ: ۳/۱۷۱

”ایک صاحب نے میری تصویر کھینچنے کا ارادہ کیا، مجھ سے اجازت چاہی، میں نے منع کر دیا اور کہا کہ تصویر کشی ناجائز ہے۔انھوں نے کہا کہ عدمِ جواز بتوں کے بارے میں ہے، میں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حجرے پر پردہ ڈال رکھا تھا، جس میں تصاویر تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ سخت ترین عذاب قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا، جو تصویر بناتے ہیں (بخاری:۲/۸۸۰) وہاں تو بُت نہیں تھے ،اس کے باوجود پھاڑ ڈالا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔کہنے لگے یہ تو عکس ہے ،جیسے پانی پر،اس میں انسان کی بناوٹ کا دخل نہیں۔میں نے کہا کہ غلط ہے،اس میں انسانی بناوٹ کا دخل ہے؛اس لیے کہ کیمرہ خود بہ خود تصویر نہیں کھینچتا ،ابتدا انسان کے فعل ہی سے ہوتی ہے؛ پھر صفائی بھی اس کے فعل ہی سے ہوتی ہے“۔(۱)

محی السنہ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کا واقعہ

آئینۂ مظاہر العلوم کے معاون مدیر ”آئینہ مظاہر العلوم، محی السنہ نمبر“ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا:

”احقر کی ایک جگہ دعوت تھی ،بس صاحب نے چالا کی سے فوٹو کھینچ لیا، اچانک روشنی سے میں سمجھ گیا، پہلے تو انھوں نے دھوکہ دینا چاہا کہ یہ روشنی جو ہوئی ہے کیمرہ کی نہ تھی ،بجلی کا بلب فیوز ہوا یا بجلی کا تار خراب ہو گیا۔میں نے کہا کہ کیمرہ مجھے دیجیے، میں نے اس پر قبضہ کیا اور کہا کہ پوری ریل اس کی میرے سامنے ضائع کر دو، ورنہ میں اس گھر میں کبھی

(۱) حیاتِ محمود:۲/۳۸۲

قدم نہ رکھوں گا اور نہ اس وقت تک کھانا کھاؤں گا اور ابھی واپس جاتا ہوں۔ بس سب کا مزاج ٹھیک ہوگیا، ۳۲/ روپے کی تمام ریل تباہ ہوگئی، زندگی بھر کے لیے سبق مل گیا''۔(۱)

مولانا ناصرالدین مظاہری حضرت شاہ صاحب رَحِمَهُ اللهُ کے حالات درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

جہاں فوٹو کھینچے جارہے ہوں، اسراف ہورہا ہو، وہاں بھی تشریف نہیں لے جاتے تھے۔(۲)

''ٹی۔وی'' اور ''ویڈیو'' کی تصویر بھی حرام ہے

عکسی تصویر کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ٹی۔وی اور ویڈیو کے بارے میں بھی ان علمائے عرب کے فتاویٰ سے ان کا نظریہ پیش کردیں، ان حضرات کے فتاویٰ سے اس سلسلے میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ ٹی۔وی کی موجودہ صورتِ حال میں وہ اس کو جائز نہیں، حرام قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح ''ویڈیو'' کی تصاویر کو بھی حرام کہتے ہیں، ہاں! اگر ان دونوں کو جان دار کی تصویر اور دیگر محرمات سے پاک کرلیا جائے اور ان کے ذریعے کوئی دینی پروگرام یا جائز پروگرام پیش کیا جائے، تو یہ حضرات اس صورت میں ان قیودات کے ساتھ ان کو جائز کہتے ہیں اور یہی تمام علما کا نظریہ ہے اور ہم نے اس پر اپنی کتاب ''ٹیلی ویژن اسلامی نقطۂ نظر سے'' میں سیر حاصل بحث کردی ہے۔

لیجیے! اس سلسلے میں علمائے عرب کے چند فتاویٰ ملاحظہ کیجیے:

(۱) ''اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء'' سے کسی نے ''ٹیلی

---

(۱) رسالۂ مذکورہ:۸۷

(۲) رسالۂ مذکورہ:۵۲

ویڈیو“ کے بارے میں جواز و عدم جواز کا سوال کیا ہے، اس کے جواب میں ”اللجنة الدائمة“ کے مفتیان: ”شیخ علامہ عبد العزیز بن باز“، ”شیخ عبد الرزاق عفیفی“، ”شیخ عبد اللہ بن غدیان“ اور ”شیخ عبد اللہ بن قعود“، ان سب نے یہ جواب لکھا ہے:

” وأما التلفزيون فيحرم ما فيه من غناء و موسيقي و تصوير وعرض صور و نحو ذلک من المنكرات ، ويباح ما فيه من محاضرات إسلامية و نشرات تجارية أو سياسية و نحو ذلک مما لم يرد في الشرع منعه ، وإذا غلب شره على خيره كان الحكم للغالب“(۱)

(اور رہا ٹیلی ویژن، تو اس میں جو گانا، موسیقی اور تصویر سازی اور تصاویر کی پیشکش اور دیگر منکرات پائے جاتے ہیں، یہ حرام ہیں اور اس (ٹیلی ویژن) میں جو اسلامی محاضرات اور تجارتی اور سیاسی خبریں وغیرہ ہوتے ہیں، وہ جائز ہیں، جن کا ممنوع ہونا شرع میں وارد نہیں اور اگر اس میں شر کو خیر پر غلبہ ہو جائے، تو حکم غالب کا ہوگا)

(۲) اسی طرح ” اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الإفتاء“ کی جانب سے ایک اور فتوے میں، جو اس سوال کے جواب میں ہے کہ

”آپ لوگ بہت پہلے سے تصویر کی حرمت کا فتویٰ دے چکے ہیں؛ مگر آج کل تصویر کی ایک قسم پائی جاتی ہے، جس کو ہم ٹیلی ویژن اور ویڈیو وغیرہ فلمی ریلوں میں دیکھتے ہیں، اس طرح کہ آدمی کی صورت - جیسا لوگ کہتے ہیں - محسوس معلوم ہوتی ہے اور ایک طویل زمانے تک کے لیے محفوظ ہو جاتی ہے، تو اس تصویر کا کیا حکم ہے؟“

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۴۶۶/۱، رقم الفتویٰ: ۴۵۱۳

اس کے جواب میں ”اللجنة الدائمة “ نے لکھا ہے کہ

” حکم التصویر یعم ما ذکرتَ“ (تصویر کا حکم ان سب کو شامل ہے، جو آپ نے ذکر کیے ہیں)(۱)

(۳)”اللجنة الدائمة“ سے ایک سوال یہ کیا گیا کہ

” ھل التصویر الذي تستخدم فیه کامیرا الفیدیو، یقع حکمه تحت التصویر الفوتوغرافي؟

(کیا وہ تصویر جس میں ویڈیو کیمرا استعمال کیا جاتا ہے، اس کا حکم فوٹوگرافی کی تصویر کے تحت داخل ہے؟)

اس کا جواب ”اللجنة الدائمة “ نے لکھا اور اس فتوے پر سعودی عرب کے چھ علما کے دستخط ثبت ہیں اور وہ علما یہ ہیں: صدرِ لجنہ ”شیخ عبدالعزیز بن باز“، نائب صدر ”شیخ عبدالرزاق العفیفی“، رکنِ لجنہ ”عبداللہ بن غدیان“، رکنِ لجنہ ”شیخ صالح بن فوزان“، رکنِ لجنہ ”شیخ عبدالعزیز آل الشیخ“، رکنِ لجنہ ”شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید“؛ ان سب علما کی تصدیق سے یہ جواب لکھا گیا:

” نعم ! حکم التصویر بالفیدیو حکم التصویر الفوتو غرافي بالمنع والتحریم لعموم الأدلة “(۲)

(ہاں! ویڈیو کی تصویر کا حکم بھی عمومِ دلائل کی وجہ سے، فوٹوگرافی کی تصویر کی طرح منع وحرام ہونے ہی کا حکم رکھتا ہے)

(۴)ایک مصری عالم شیخ ابو ذر قلمونی نے اپنی کتاب ” فتنة تصویر العلماء والظھور في القنوات الفضائیة “ میں ”مجلة البحوث ، (عدد: ۴۲، ص: ۱۶۱) کے حوالے سے لکھا ہے کہ شیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ

---

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱/۴۶۷، رقم الفتویٰ: ۵۸۰۷

(۲) فتنة تصویر العلماء: ۱۹

’’ویڈیو کے ذریعے محاضرات یعنی تقریر ولکچر کی تصویر لینا کیسا ہے؛ تاکہ دوسرے مواقع پر ان سے استفادہ کیا جائے؟ اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ

” هذا محل نظر ، وتسجيلها بالأشرطة أمر مطلوب ولا يحتاج معها إلىٰ الصورة ولكن الصورة قد يحتاج إليها بعض الأحيان حتىٰ يعرف و يتحقق أن المتكلم فلان، فالصورة توضح المتكلم وقد يكون ذٰلک لأسباب أخرىٰ فأنا عندي في هذا توقف لأجل ما ورد من الأحاديث في حكم التصوير لذوات الأرواح وشدة الوعيد في ذلک “(١)

(یہ محلِ نظر ہے اور ان محاضرات ولکچرس کا کیسیٹ میں ریکارڈ کرنا مطلوب ہے اور اس کے لیے صورت کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، صورت کی ضرورت تو کبھی کبھی پیش آتی ہے، تاکہ معلوم و متحقق ہو کہ فلاں بول رہا ہے؛ لہٰذا تصویر تو متکلم کی وضاحت کرتی ہے اور اس کی ضروت کبھی بعض دوسرے اسباب سے بھی ہوتی ہے، پس مجھے اس میں اس وجہ سے توقف ہے کہ جان دار کی تصویر کا حکم اور اس بارے میں سخت وعید احادیث میں وارد ہوئی ہے)

(۵) نیز شیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ ہی سے پوچھا گیا کہ

”هل جهاز التلفزيون يدخل ضمن التصوير أم أن ما يُعْرَضُ في هذا الجهاز من برنامج سيّئة هو الحرام فقط؟“ (٢)

(کیا ٹیلی ویژن بھی تصویر کے حکم میں داخل ہے؟ یا اس آلے پر جو

(١) فتنة تصوير العلماء: ١٣

(١) فتنة تصوير العلماء: ١٤

بُرے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں، صرف وہ حرام ہیں؟)اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ "کل التصویر محرّمٌ "(تمام قسم کی تصویریں حرام ہیں)

(۶) شیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"وأما التلفزيون فهو آلة خطيرة و أضرارها عظيمة كالسينما أو أشد ، وقد علمنا عنه من الرسائل المؤلفة في شانهٖ و من كلام العارفين بهٖ في البلاد العربية وغيرها ما يدل على خطرته وكثرة أضراره بالعقيدة والأخلاق وأحوال المجتمع ، وما ذلک إلا لما يبث فيه من تمثيل الأخلاق السافلة والمرائي الفاتنة والصور الخليعة وشبه العاريات والخطب الهدامة والمقالات الكفرية والترغيب في مشابهة الكفار في أخلاقهم و أزيائهم و تعظيم كبرائهم وزعمائهم والزهد في أخلاق المسلمين وأزيائهم والاحتقا رلعلماء المسلمين وأبطال الإسلام وتمثيلهم بالصور المنفرة منهم والمقتضية لاحتقارهم والإعراض عن سيرتهم وبيان طرق المكر والاحتيال والسلب والنهب والسرقة وحياكة المؤامرات والعدوان على الناس ، ولاشک أن ما كان بهذه المثابة وترتبت عليه هذه المفاسد يجب منعه والحذر منه وسد الأبواب المفضية إليه ، فإذا أنكره الإخوان المتطوعون و حذروا منه ، فلا لوم عليهم في ذالک ؛ لأن ذلک من النصح لله و لعباده "(۱)

(۱) فتاویٰ الشیخ عبد العزیز بن باز: ۱۸۹/۳

(رہا ٹیلی ویژن، تو وہ ایک خطرناک آلہ ہے اور اس کے نقصانات سینما کی طرح بہت بڑے ہیں؛ بل کہ اس سے بھی شدید ہیں اور ہم ٹیلی ویژن کے بارے میں لکھے ہوئے رسائل اور عرب ممالک وغیرہ میں اس کی جان کاری رکھنے والے لوگوں کے کلام سے یقیناً اس کے متعلق وہ باتیں جانتے ہیں، جو اس کی خطرناکی اور عقیدے، اخلاق اور معاشرے کے احوال پر اس کے نقصانات پر دلالت کرتے اور یہ اسی لیے ہے کہ اس میں گرے ہوئے اخلاق اور فتنہ پرور مرثیوں، فحش اور ننگی عورتوں کی تصاویر اور دین کو منہدم کرنے والے بیانات اور کفریہ مقالات اور اخلاق وعادات اور طور طریقوں میں کفار سے مشابہت کی ترغیب اور ان کے بڑوں اور لیڈروں کی تعظیم اور مسلمانوں کے اخلاق وطور وطریقوں سے بے رغبتی اور ان کے علما اور اسلام کے بہادروں کی تحقیر وتوہین اور ان سے نفرت پیدا کرنے والی اور ان کی حقارت کا تقاضا کرنے والی تصاویر اور ان کی سیرتوں سے اعراض اور دھوکہ، حیلہ بازی، لوٹ گھسوٹ، چوری اور سازشوں اور لوگوں پر ظلم زبردستی کی نقالی کو پیش کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو چیز اس حالت پر ہو اور اس پر یہ مفاسد مرتب ہوتے ہوں، اس سے منع کرنا، ڈرانا اور اس تک لے جانے والے دروازوں کو بند کرنا واجب ہے؛ لہٰذا جو مطوع (رضا کار) بھائی اس پر انکار کرتے اور اس سے ڈراتے ہیں، ان پر کوئی ملامت نہیں؛ کیوں کہ یہ اللہ کے لیے اور بندوں کے حق میں خیر خواہی ہے)

(۷) بعض لوگوں کو شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ کے متعلق یہ غلط فہمی تھی کہ آپ ویڈیو کو جائز کہتے ہیں، اس کے بارے میں ان سے قریب رہنے والے شیخ عبد

العزیز بن عبداللہ الراجحی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا، تو انھوں نے کہا کہ

"أما بعد: فإني لا أعلم أن سماحة شيخنا عبد العزيز بن باز رحمہ اللہ يفتي بجواز التصوير بالفيديو !!! وإنما الذي أعلمه أنه يفتي بمنع التصوير مطلقاً إلا للضرورة كالتصوير لبطاقة الأحوال أو جواز السفر أو لرخصة قيادة السيارة أو للشهادة العلمية "(۱)

(بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ بے شک میں نہیں جانتا کہ ہمارے شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ ویڈیو سے تصویر لینے کے جواز کا فتوے دیتے تھے، میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ آپ مطلقاً تصویر کے ممنوع ہونے کا فتویٰ دیتے تھے، سوائے اس کے کہ کوئی ضرورت ہو، جیسے شناختی کارڈ، پاسپورٹ، ڈرائیونگ لائسنس، اور تعلیمی سرٹیفکیٹ کے لیے تصویر)

(۸) شیخ علامہ صالح بن فوزان سے سوال کیا گیا کہ

" مَا حُكْمُ اسْتخدامِ الوَسَائِل التعليميَّةِ منْ فيديو، و سينما، وغيرهما في تدريس الموادّ الشرعيّة كالفقه والتفسير وغيرها من الموادّ الشرعية ؟ وهل في ذلک محدود شرعي؟ " (۲)

(شرعی علوم، جیسے فقہ وتفسیر وغیرہ کی تعلیم وتدریس کے لیے ویڈیو اور سینما وغیرہ تعلیمی وسائل سے مدد لینے کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اس میں کوئی شرعی حد ہے؟)

اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ

---

(۱) فتنة تصوير العلماء: ۱۵

(۲) المنتقیٰ: ۲۰۶/۳

" الّذيْ أراه أنّ ذٰلک لايجُوْزُ ؛ لأنّهٗ لا بُدّ أن يكون مصحوباً بالتصوير، و التصوير حرامٌ ، وليس هُناک ضرورةٌ تدعو إليه "

(میرا خیال یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ ان میں لازم ہے کہ یہ تصویر سے منسلک ہوں اور تصویر حرام ہے اور یہاں کوئی ایسی ضرورت بھی نہیں، جو اس کی داعی ہو)

(۹) شیخ صالح بن فوزان نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ

" المشروع للمسلم رجلاً كان أو امرأةً احترام شهر رمضان و شغله بالطاعات وتجنب المعاصي و السيئات في كل وقت وفي رمضان آكد لحرمة الزمان ،والسهر لمشاهدة الأفلام والمسلسلات التي تعرض في التلفاز أو الفيديوأو بواسطة الدش أو استماع الملاهي والأغاني كل ذلک محرم ومعصية في رمضان و غيره لكنه في رمضان أشد إثماً "(۱)

(مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو، اس کے لیے مشروع یہ ہے کہ رمضان کا احترام کرے اور نیکیوں سے رمضان کو مشغول رکھے اور معاصی اور گناہوں سے ہر وقت پرہیز کرے اور رمضان میں زمانے کے تقدس کی وجہ سے اور زیادہ کرے اور فلموں اور ان پروگراموں کو دیکھنے کے لیے جاگنا، جو ٹیلی ویژن اور ویڈیو یا بذریعے ڈش، پیش کیے جاتے ہیں یا لہو ولعب کا اور گانوں کا سننا یہ سب کا سب رمضان وغیرِ رمضان، ہر وقت حرام ہے؛ لیکن رمضان میں اور زیادہ گناہ کا باعث ہے)

(۱) المنتقیٰ: ۷۸/۵

(۱۰) شیخ ناصر الدین الالبانی نے ایک سوال کے جواب میں ''ٹیلی ویژن'' کے بارے میں لکھا ہے:

" فهُنا حينما نقول: الصور الفوتوغرافية هل هي جائزة أو محرّمة؟ نقول: إنّها محرمة إلّا مالا بُدّ منه ، كذٰلک التلفاز ، والتلفاز – الحقيقة– من المخترعات التي هي من حيث تعلّقها بالصور والتصوير هي من جهة أخطر و أشد تحريماً من الصور الجامدة غير المحركة ، لكنّه في الوقت نفسه هي إذا كانتُ مستثناةً من التحريم هي أنفع من هذهِ الصور الجامدة ، فإذاً حكم التلفاز كحكم التصوير الفوتوغرافى وغيره، الأصل فيه حرام ، فما كان يجوز بضرورة جاز، سواءٌ في التصوير الفوتوغرافي أو ما يتعلق بالتلفاز هذا التصوير المتحرک "(۱)

(جب ہم یہاں یہ پوچھتے ہیں کہ کیا فوٹوگرافی کی تصویر جائز ہے یا حرام ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ حرام ہے؛ الا یہ کہ کوئی ضرورت ہو۔ اسی طرح ٹیلی ویژن بھی ہے اور ٹیلی ویژن، جو درحقیقت ان ایجادات میں سے ہونے کی وجہ سے، جن کا صورتوں اور تصویر سازی سے تعلق ہے، وہ ایک اعتبار سے جامد غیر متحرک تصاویر سے زیادہ خطرناک اور سخت حرام ہے؛ لیکن فی الوقت وہ اگر حرام ہونے سے مستثنٰی ہو، تو جامد تصاویر سے زیادہ نفع بخش بھی ہے، پس اس صورت میں ٹیلی ویژن کا حکم فوٹوگرافی وغیرہ کی تصویر کی طرح ہے کہ اصل میں حرام ہے؛ لہٰذا جو تصویر بہ ضرورت جائز ہوگی، وہ جائز ہے، خواہ وہ فوٹوگرافی کی تصویر ہو یا ٹیلی

(۱) فتاویٰ الشيخ الألباني: ۱۲۴

ویژن سے متعلق یہ متحرک تصویر ہو۔)

(۱۱) شیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے اس سوال کے جواب میں کہ بعض علمائی۔ وی پر تصویر سے گریز کرتے ہیں اور آپ نے وسائلِ اعلام سے دعوت الی اللہ کا کام لینے کی بات کہی ہے؟ فرمایا کہ

" لا شک أن استغلال وسائل الإعلام في الدعوة إلى الحق و نشر أحكام الشريعة و بيان الشرک ووسائله والتحذير من ذٰلک ومن سائر مانهى اللّٰه عنه من أعظم المهمات بل من أوجب الواجبات. ولا شک أن البروز في التلفاز مما قد يتحرج منه بعض أهل العلم من أجل ما ورد من الأحاديث الصحيحة في التشديد في التصوير و لعن المصورين ولكن بعض أهل العلم رأى أنه لا حرج في ذٰلک إذا كان البروز فيه للدعوة إلى الحق و نشر أحكام الاسلام والرد على دعاة الباطل عملاً بالقاعدة الشرعية ، وهي ارتكاب أدنیٰ المفسدتين لتفويت كبراهما إذا لم يتيسر السلامة منهما جميعاً ، وتحصيل أعلى المصلحتين ولو بتفويت الدنيا منهما إذا لم يتيسر تحصيلهما جميعاً "(۱)

(اس میں کوئی شک نہیں کہ ذرائع ابلاغ کا دعوت الی الحق، احکام شریعت کی نشر و اشاعت، شرک اور اس کے ذرائع کی وضاحت اور شرک سے اور اللہ کی منع کردہ تمام باتوں سے ڈرانے میں استعمال کرنا، بڑے اہم کاموں میں سے ہے؛ بل کہ اہم واجبات میں سے ہے اور

(۱) فتاویٰ الشیخ عبد العزیز بن باز: ۵/۲۴۴

اس میں شک نہیں کہ بعض اہلِ علم ٹیلی ویژن پر آنے سے اس لیے احتراز کرتے ہیں کہ احادیث میں تصویر کے بارے میں سخت وعید اور تصویر لینے والوں پر لعنت وارد ہوئی ہے اور بعض اہلِ علم کا خیال یہ ہے کہ ٹی۔ وی پر آنے میں ایک شرعی قاعدے کی بنا پر کوئی حرج نہیں کہ جب کہ دعوت الی الحق، احکام کی نشر و اشاعت اور باطل کی دعوت دینے والوں کی تردید مقصود ہو اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ دو مفسدوں میں سے کم درجے کے مفسدہ کا ارتکاب کر لیا جائے؛ جب کہ بڑے مفسدے سے بچنا ممکن نہ ہو اور دو مصالح میں سے اعلیٰ کو لیا جائے، اگرچہ ادنیٰ کو چھوڑنا پڑے؛ جب کہ دونوں مصالح کا پانا میسر نہ ہو)

(۱۲) شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ نے ٹیلی ویژن میں علما کے آنے اور پروگرام پیش کرنے کے بارے میں یہ نظریہ اپنایا ہے کہ ضرورت کے تحت یہ جائز ہے، بلاضرورت جائز نہیں، وہ اس سلسلے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”إن على المسئولين في الدول الإسلامية أن يتقوا الله في المسلمين وأن يولوا هذه الأمور لعلماء الخير والهدى والحق، كما أن على علمائنا أن لا يمتنعوا من إيضاح الحقائق بالوسائل الإعلامية وألا يدعوا هذه الوسائل للجهلة والمتهمين وأهل الإلحاد، وأن يوجهوها على الطريقة الإسلامية حتى لا يكون فيها ما يضر المسلمين شيباً أو شباناً، رجالاً أو نساءً، كما وأن على العلماء أن يقدموا للناس إجابات وافية حول ما يبثه التلفاز ريثما يتولاها الصالحون، وأن على الدول الإسلامية أن

تولی الصالحین حتیٰ یبثوا الخیر و یزرعوا الفضائل"(۱)
(اسلامی ممالک میں ذمہ داروں کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے سلسلے میں اللہ سے ڈریں اوران معاملات (ٹی-وی وغیرہ) کا متولی علمائے خیر وعلمائے حق کو مقرر کریں، جیسے کہ ہمارے علما کے ذِمے ہے کہ وہ ذرائع ابلاغ سے حقائق کی وضاحت سے منع نہ کریں اوراس ذرائع کو جاہلوں اوردین میں متہم لوگوں اوراہلِ الحاد کے لیے نہ چھوڑ دیں اور یہ کہ ان ذرائع کو اسلامی طریقے کے مطابق ڈھالیں، یہاں تک کہ ان میں کوئی بات مسلمانوں میں سے کسی بوڑھے یا جوان، مرد یا عورت کو نقصان دینے والی بات نہ رہے، جیسے کہ علما کے ذمے ہے کہ وہ لوگوں کو اب ان چیزوں کے بارے میں شافی جوابات دیں، جو ٹیلی ویژن نشر کرتا ہے؛ تاکہ صالح لوگ اس کی تولیت و ذمہ داری اٹھائیں اور اسلامی ممالک پر لازم ہے کہ صالحین کو ان کا ذمہ دار بنائیں؛ تاکہ خیر پھیلائیں اورفضائل کو لوگوں میں بوئیں)

(۱۳) کتاب " فتنة تصویر العلماء "میں لکھا ہے کہ

" قال أحد العلماء: ومنكر عظيم أن يقوم المحاضر في المساجد يحاضر الناس والمصورة (أيالكاميرا) موجهة إليه والبث المباشر (أي التلفاز والقنوات الفضائية)داخل في التحريم ، فهو يعتبر صورة والناس يسمونه صورة فهي محرمة "(۲)

(۱) فتاویٰ الشیخ ابن باز: ۲۲۸/۵

(۲) فتنة تصویر العلماء: ۷-۸

(بعض علما نے کہا کہ یہ بڑا منکر ہے کہ لکچر دینے والا مساجد میں لوگوں کو لکچر دے اور کیمرا اس کی طرف لگا رہے اور بلا واسطہ نشر (جیسے ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ میں ہوتا ہے وہ) بھی حرمت میں داخل ہے؛ کیوں کہ وہ تصویر ہی شمار ہوتی ہے اور لوگ بھی اس کو تصویر ہی کہتے ہیں؛ لہٰذا یہ حرام ہے)

(۱۴) شیخ یحییٰ بن موسی الزہرانی رحمۃ اللہ امام الجامع الکبیر، تبوک نے اپنی کتاب ”الرویۃ الإسلامیہ لوسائل الأعلام “ میں ”فتاویٰ علماء البلد الحرام “ کے حوالے سے ”شیخ عثیمین“ کا یہ فتویٰ درج کیا ہے کہ

” لا شک أن الدول الکافرۃ لا تألوا جھداً في إلحاق الضرر بالمسلمین ، عقیدۃً و عبادۃً وخلقاً و آداباً و أمناً ، وإذا کان کذلک فلا یبعد أن تبث من المحطات ما یحقق مرادھا ، علیه لا یجوز اقتناء ھا ولا الدعایة لھا ولا بیعھا ولا شراؤ ھا ؛ لأن ھذا من التعاون علی الإثم والعدوان“(۱)

(بلاشبہ کافر ملک برابر و مسلسل مسلمانوں کو عقیدے وعبادت اور ان کے اخلاق وتہذیب کے لحاظ سے ضرر پہنچانے میں کوشاں ہیں اور جب بات یہ ہے، تو یہ بعید نہیں کہ یہ لوگ ان (بلاغی و اخباری) اسٹیشنوں کے ذریعے وہ باتیں پھیلائیں، جن سے ان کی مراد پوری ہوتی ہے ؛لہٰذا ٹیلی ویژن کا رکھنا، اس کی دعوت دینا ،اس کا بیچنا وخریدنا سب ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ گناہوں پر تعاون ہے)

(۱) بہ حوالہ: الرویة الإسلامیة لوسائل الأعلام:۲۹

(۱۵)''فتاویٰ اسلامیہ'' میں ہے کہ ویڈیو کی فلم بیچنے کے بارے میں پوچھا گیا تو شیخ عبدالعزیز بن باز رَحِمَہُ اللّٰہُ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

'' هذهِ الأشرطة يحرم بيعها و اقتنائها و سماع ما فيها والنظر إليها لكونها تدعو إلى الفتنة والفساد. والواجب إتلافها والإنكار على من تعاطاها هسماً لمادة الفساد وصيانة المسلمين من أسباب الفتنة''(۱)

(ان کیسٹوں کا بیچنا اور حاصل کرنا اور ان میں جو کچھ ہے، اس کا سننا اور دیکھنا حرام ہے؛ کیوں کہ یہ فتنے وفساد کی طرف دعوت دیتا ہے اور فساد کے مادے کو ختم کرنے اور مسلمانوں کو اسبابِ فتنے سے بچانے کے لیے ان کو تلف کر دینا اور ان کے استعمال کرنے والے پر انکار کرنا، واجب ہے)

(۱۶)''شیخ صالح بن عثیمین'' سے شادی کے موقعے پر ہونے والی خرافات ومنکرات کے بارے میں سوال کرتے ہوئے، فوٹو گرافی اور ویڈیو گرافی کے بارے میں بھی پوچھا گیا کہ اس کا کیا حکم ہے؟ تو ان کا جواب یہ تھا:

''وأما تصوير المشهد بآلة التصوير فلا يشک عاقل في قبحة و لا يرضىٰ عاقل فضلاً عن مومن أن تلتقط صور محارمه من الأمهات والبنات والأخوات والزوجات وغيرهن لتكون سلعة تعرض لكل أحد أو ألعوبة يتمتع بالنظر إليها كل فاسق!! وأقبح من ذلک تصويرالمشهد بواسطة الفيديو لأنه يصور المشهد حيا بالمرأى والمسمع

(۱) فتاویٰ الإسلامیة: ۲/۲۸٦

وهو أمر ينكره كل ذي عقل سليم ودين مستقيم ، ولا يتخيل أحد أن يستبيحه من عنده حياء و إيمان!! "(۱)

(رہا اس موقعے کی آلۂ تصویر سے تصویر کشی کرنا، تو کوئی عاقل اس کی قباحت میں میں شک نہیں کرتا اور کوئی عقلمند اس سے راضی نہیں ہوتا؛ چہ جائے کہ کوئی مؤمن راضی ہو کہ اپنے محارم میں سے اپنی ماؤں، بیٹیوں، بہنوں اور بیویوں وغیرہ کی تصویر لی جائے، تاکہ وہ ایک سامان کی طرح ہر کس و ناکس کے سامنے پیش کی جائے یا کسی کھلونے کی طرح ہر فاسق و فاجر اس کو دیکھ کر لذت لے!! اور اس سے بھی زیادہ بُری بات یہ ہے کہ اس موقعے کی تصویر ویڈیو سے لی جائے؛ کیوں کہ یہ ویڈیو موقعے کی تصویر کشی اس طرح کرتا ہے کہ گویا وہ آنکھوں کے سامنے زندہ موجود ہے اور یہ ایسی بری بات ہے کہ ہر عقلِ سلیم و دینِ مستقیم والا اس کا انکار کرتا ہے اور کوئی شخص یہ خیال نہیں کر سکتا کہ جس کے پاس حیا و ایمان ہے، وہ اس کو جائز قرار دے گا!!)

''ڈش آنٹینا'' کا حکم

آج کل ایک اور چیز کا رواج ہو گیا ہے، جس کو ''ڈش آنٹینا'' کہتے ہیں اور اس کے ذریعے دنیا بھر کے تمام ٹی۔وی اسٹیشنوں سے جب چاہے اور جو چاہے، دیکھا جا سکتا ہے، اس کے بارے میں بھی ان علما کے کلام میں حکم بیان کیا گیا ہے، لیجیے ملاحظہ کیجیے:

(۱) ''ڈش آنٹینا'' کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یہ جائز ہے؟ جب کہ اس

(۱) فتاویٰ الإسلامیة: ۱۸۷/۳

میں تمام دنیا بھر کے چینلوں سے اچھی بُری، سب قسم کی چیزیں ٹیلی ویژن پر نمایاں کی جاتی ہیں؟ اس کا جواب شیخ عثیمین نے دیا کہ

"ولا شک أن الدول الكافرة لاتألوا جهداً في إلحاق الضرر بالمسلمين عقيدةً وعبادةً وخلقًا وآدابًاوأمنًا، وإذا كان كذلک فلايبعد أن تبث من هذه المحطات ما يحقق لها مرادها ،وإن كانت قد تدس في ضمن ذلک ما يكون مفيداً من أجل التلبيس والترويج ؛ لأن النفوس لا تقبل – بمقتضى الفطرة–ما كان ضرراً محضاً ؛ ولكن المؤمن حازم فطن علمه الله تعالىٰ كيف يقارن بين المصالح والمفاسد وبين المنافع والمضار وعنده من القوة والشجاعة ما يستطيع به التخلص من أوضار هذه المفساد والمضمار وإذا كان أمر هذه الدشوش ما ذكر في السوال فإنه لا يجوز اقتناؤها والدعاية لها ولا بيعها و شرائها لأن هذا من التعاون على الإثم والعدوان المنهي عنه". (۱)

(اس میں شک نہیں کہ کافر حکومتیں مسلمانوں کو عقیدے، عبادت اخلاق و آداب اور امن کے لحاظ سے نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتیں اور جب معاملہ ایسا ہے تو یہ کوئی بعید نہیں کہ وہ ان ٹی۔ وی اسٹیشنوں سے وہ بات نشر کریں، جو ان کی مراد کو پورا کرنے والی ہو، اگر چہ اسی کے ضمن میں تلبیس و ترویج کے لیے مفید باتیں بھی اس میں ٹھونس دی جاتی ہیں؛ کیوں کہ فطرۃً نفوس ان چیزوں کو قبول نہیں

---

(۱) فتاویٰ إسلامية: ۳۷۸/۴

کرتے، جو محض نقصان دہ ہوں؛ لیکن مومن بڑا محتاط اور ذہین ہوتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ یہ سکھاتے ہیں کہ وہ کس طرح مصالح ومفاسد اور منافع ومضار کے مابین جوڑ پیدا کرے اور اس کے پاس ایک قوت و شجاعت ہے، جس سے وہ ان مفاسد ومضار کے نقصان سے بچ سکتا ہے اور جب ان ''ڈشوں'' کا معاملہ وہ ہے، جو سوال میں مذکور ہے، تو ان کو لینا اور ان کی دعوت دینا اور ان کا بیچنا اور خریدنا سب ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ گناہ اور ظلم پر تعاون ہے، جس سے منع کیا گیا ہے)

(۲) شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے ''ڈش آنٹینا'' کے متعلق بیان کہا کہ

" أما بعد: فقد شاع في هذه الأيام بين الناس ما يسمى "الدش" أو بأسماء أخرىٰ، وأنه ينقل جميع ما يبث في العالم من أنواع الفتن والفساد والعقائد الباطلة والدعوة إلىٰ أنواع الكفر والإلحاد مع ما يبثه من الصور النسائية ومجالس الخمر والفساد وسائر أنواع الشر الموجودة في الخارج بواسطة التلفاز. وثبت لدىٰ أنه استعمله كثيرمن الناس ، وأن آلاته تباع وتصنع في البلاد ؛ فلهذا وجب عليالتنبيه على خطورته ووجوب محاربته والحذر منه وتحريم استعماله في البيوت وغيرها ، وتحريم بيعه وشرائه وصنعته أيضاً لما في ذلک من الضرر العظيم والفساد الكبيروالتعاون على الإثم والعدوان ونشر الكفر والفساد بين المسلمين والدعوة إلى ذلک بالقول والعمل ، فالواجب على كل مسلم و مسلمة الحذر من ذٰلک والتواصي بتركه"(۱)

---

(۱) فتاویٰ إلاسلامية: ۴/۳۷۶

(ہمارے اس زمانے میں ایک چیز شائع ہوئی ہے جس کو لوگ ''ڈش'' وغیرہ نام رکھتے ہیں اور یہ وہ تمام چیزیں شائع کرتی ہے، جو عالم میں مختلف قسم کے فتنے وفساد، عقائدِ باطلہ اور کفر والحاد کی انواع و اقسام کی طرف دعوت کی قبیل سے شائع ہوتی ہیں، ساتھ ساتھ عورتوں کی تصاویر، شراب وفساد کی مجالس اور دیگر شرور، جو باہر کی دنیا میں موجود ہے، اس کو بھی ٹیلی ویژن کے واسطے سے شائع کرتی ہے اور میرے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس کو بہت سے لوگ استعمال کرتے ہیں اور یہ آلہ ہمارے شہروں میں بھی خریدا اور بیچا اور بنایا جارہا ہے؛ لہٰذا مجھ پر واجب ہوا کہ میں اس کے خطرے پر اور اس کی مخالفت اور اس سے پرہیز کے واجب ہونے پر اور گھروں وغیرہ میں اس کے استعمال کے حرام ہونے پر اور اس کے خریدنے، بیچنے اور بنانے کے حرام ہونے پر لوگوں کو تنبیہ کروں؛ کیوں کہ اس میں عظیم نقصان، بڑا فساد اور گناہ وظلم پر تعاون اور مسلمانوں کے درمیان کفر وفساد اور قول و عمل سے اس کی طرف دعوت ہے؛ لہٰذا ہر مسلمان مرد وعورت پر اس سے بچنا اور اس کو چھوڑنے کی نصیحت کرنا واجب ہے)

(۳) نیز ''شیخ ابن جبرین'' نے کہا کہ ''ڈش آنٹینا'' کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ

" هذا الجهاز إذا حصل به استقبال ما تبثه الدول الكافرة كاليهود والنصارى والرافضة وحصل بسببه بثة فتنة و شک وميل إلى الحرام وفعل الجرائم من الزنا ونحوه ومن السرقة والاختلاس ومن إفساد المال في سبيل الحصول على الحرام من المسكرات والمخدرات

ومن الشكوک في العقائد الإسلامية ونشر الشبهات التي توقع المسلم في حيرة من دينه ومن تعظيم دين الكفار وتمجيد أفعالهم وإنتاجهم ونحو ذلک من المفاسد فإنه حرام بيعه وشراؤه والدعاية له و إيراده ونشره لدخول ذلک في التعاون عليه الإثم والعدوان ولکونه يتعاطى فعلا يجره إلى الفساد "(۱)

(اس آلے (ڈش آنٹینا) سے جب یہود ونصاریٰ اور روافض کی کافرمملکتوں کی جانب سے نشر کی جانے والی باتوں کا استقبال ہورہا ہے اوراس کے سبب فتنہ اور دینی امور میں شک اور حرام چیزوں کی طرف میلان بڑھ رہا ہے اور جرائم جیسے زنا وغیرہ اور چوری وڈکیتی اور نشہ آور چیزوں کے حاصل کرنے کے لیے مال کو بگاڑنا اوراسلامی عقائد میں شکوک اور شبہات کی نشرواشاعت ، جومسلمان کودین کے بارے میں حیرت میں ڈال دے اور کافروں کے دین کی تعظیم و بڑائی اوران کے افعال اوران کی چیزوں کی تعریف وتوصیف وغیرہ مفاسد پھیل رہے ہیں، تواس کا بیچنا، خریدنا، اس کی دعوت دینا، اس کو لانا اورنشر کرنا سب حرام ہے؛ کیوں کہ یہ ’’تعاون علی الاثم والعدوان‘‘ میں داخل ہے)

فلم کے بارے میں حضرت حکیم الامت تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ کا فتویٰ

ایک زمانے میں بائسکوپ یعنی تھیٹر میں اسلامی شخصیات پرفلم دکھائی جانے لگی اور کچھ لوگوں نے اس کو پرچھائیں وعکس قرار دے کر جواز کی بات کہی ؛ مگر

(۱) فتاویٰ الإسلامية: ۳۷۸/۴

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کو متعدد وجوہ سے حرام قرار دیا اور ایک وجہ یہ بھی لکھی کہ

''شریعتِ اسلامیہ میں جان دار کی تصویر مطلقاً معصیت ہے، خواہ کسی کی ہو اور خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ اور کسی مسلمان کی تصویر بنانا اور زیادہ معصیت ہے کہ اس میں ایسے شخص کو آلۂ معصیت بنانا ہے، جو اس کو اعتقاداً قبیح جانتا ہے؛ اگر چہ اس تصویر کی طرف کوئی امرِ مکروہ بھی منسوب نہ کیا گیا ہو، محض تفریح و تلذذ کے لیے ہو؛ کیوں کہ محرماتِ شرعیہ سے تلذذ بالنظر بھی حرام ہے''۔(۱)

''ٹی-وی'' کے بارے میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ اس سوال کے جواب میں کہ ''ٹیلی ویژن پر کسی عالم کی تقریر سننا یا کرکٹ دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟'' بارہ وجوہات سے اس کو حرام قرار دیتے ہوئے ایک وجہ بہ الفاظِ صریح یہ لکھی ہے:

''اس میں عموماً اصل کے بہ جائے فلم آتی ہے، جو تصویر ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور جس مجلس میں تصویر ہو، وہاں جانا بھی حرام ہے''۔

اور ایک وجہ یہ لکھتے ہیں:

''ٹی وی جیسے آلۂ لہو و لعب، بے دینی، فواحش و منکرات کے مرکز پر دینی پروگرام دکھائے جاتے ہیں اور انہیں اشاعتِ اسلام کا نام دیا جاتا ہے، یہ دین کی سخت بے حرمتی ہے اور مسلمان کے لیے ناقابلِ برداشت توہین ہے''۔(۲)

---

(۱) امداد الفتاویٰ: ۲۵۸/۴

(۲) احسن الفتاویٰ: ۱۹۹/۸

''وی۔سی۔آر'' کے بارے میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتوی

آپ نے اپنی نگرانی میں رسالہ ''ٹی وی کا زہر، ٹی بی سے مہلک تر'' لکھوایا تھا ''ویڈیو کیسٹ'' کے بارے میں اس میں لکھا ہے کہ

یہ اپنی فتنہ سامانی میں ٹی۔وی سے بھی دوگام آگے ہے، اس میں تو ہوتی ہی محفوظ تصویر ہے۔ بعض لوگ یہاں بھی وہی تقریر شروع کر دیتے ہیں کہ اس کی تصویر بھی پانی یا آئینے میں دیکھنے والے عکس جیسی ہے؛ حالاں کہ کوئی عقل کا کورا بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ تصویر و عکس دو بالکل متضاد چیزیں ہیں، تصویر کسی چیز کا پائے دار اور محفوظ نقش ہوتا ہے عکس ناپائے دار اور وقتی نقش ہوتا ہے۔ اصل کے غائب ہوتے ہی، اس کا عکس بھی غائب ہو جاتا ہے۔ ویڈیو کے فیتے میں تصویر محفوظ ہوتی ہے جب چاہیں، جتنی بار چاہیں، ٹی۔وی کی اسکرین پر اس کا نظارہ کرلیں اور یہ تصویر تابعِ اصل نہیں؛ بل کہ اس سے بالکل لاتعلق اور بے نیاز ہے ۔ کتنے ہی لوگ ہیں، جو مرکھپ گئے، دنیا میں ان کا نام ونشان نہیں؛ مگر ان کی متحرک تصویریں ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں۔ ایسی تصویر کو کوئی پاگل بھی عکس نہیں کہتا، صرف اتنی سی بات کو لے کر ویڈیو کے فیتے میں ہمیں تصویر نظر نہیں آتی، تصویر کے وجود کا انکار کر دیا، کھلا مغالطہ ہے ۔ اگر یہ منطق تسلیم کر لی جائے کہ فیتے میں تصویر محفوظ نہیں بل کہ معدوم ہے اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقوش ٹی۔وی اسکرین پر جا کر تصویر بنا دیتے ہیں، تو اس لاحاصل تقریر سے اصل حکم پر کیا اثر پڑا؟ تصویر محفوظ

ماننے کی تقدیر پرٹی۔ وی صرف تصویر نمائی کا ایک آلہ تھا، اب تصویر سازی کا آلہ بھی قرار پایا، کہ صرف تصویر دکھاتا ہی نہیں، بناتا بھی ہے۔ اب تو اس کی قباحت دوچند ہوگئی۔ ایک نہ شُد دوشُد !!

مختصر یہ کہ ''ٹی-وی''، ''ویڈیو کیسٹ'' کی تصویر کے متعلق زائد از زائد یہ کہا جاسکتا ہے کہ سائنس کی ترقی نے فنِ تصویر سازی کو ترقی دے کر اس میں مزید جدت پیدا کردی اور تصویر سازی کا ایک دقیق انوکھا طریقہ ایجاد کرلیا۔(۱)

حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی رَحِمَہُ اللہ کا فتویٰ

حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی رَحِمَہُ اللہ نے ٹی۔ وی پر ''حج فلم'' کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

جوشخص ''ٹی۔ وی'' اور ''ویڈیو فلم'' کو جائز کہتا ہے، وہ تو بالکل غلط کہتا ہے، شریعت میں تصویر مطلقاً حرام ہے؛ خواہ دقیانوسی زمانے کے لوگوں نے ہاتھ سے بنائی ہو یا جدید سائنسی ترقی نے اسے ایجاد کیا ہو۔ جہاں تک ''حج فلم'' کا تعلق ہے، اس کے بنانے والے بھی گناہ گار ہیں اور دیکھنے والے بھی، دونوں کو عذاب اور لعنت کا پورا پورا حصہ ملے گا۔(۲)

آپ سے دینی بیان وتقریر ٹی۔ وی اور ویڈیو پر سننے کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا کہ

''ہماری شریعت میں جان دار کی تصویر حرام ہے اور آں حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس پر لعنت فرمائی ہے، ٹیلی ویژن اور ویڈیو

(۱) احسن الفتاویٰ: ۳۰۲/۸

(۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۸۶/۷

فلموں میں تصویر ہوتی ہے، جس چیز کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرام وملعون فرمارہے ہوں، اس کے جواز کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان چیزوں کو اچھے مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، یہ خیال بالکل لغو ہے، اگر کوئی ام الخبائث (شراب) کے بارے میں کہے کہ اس کو نیک مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، تو قطعاً لغو بات ہوگی، ہمارے دور میں ٹی۔ وی اور ویڈیو ''ام الخبائث'' کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ سینکڑوں خبائث کا سرچشمہ ہیں۔(۱)

ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

''ٹی۔وی'' اور ''ویڈیو فلم'' کا کیمرہ، جو تصویریں لیتا ہے، وہ اگرچہ غیر مرئی ہیں؛ لیکن تصویر بہ ہر حال محفوظ ہے اور اس کو ٹی۔وی پر دیکھا، دکھایا جاتا ہے، اس کو تصویر کے احکام سے خارج نہیں کیا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہاتھ سے تصویر بنانے کے فرسودہ نظام کے بہ جائے سائنسی ترقی میں تصویر سازی کا ایک دقیق طریقہ ایجاد کرلیا گیا ہے؛ لیکن جب شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر کو حرام قرار دیا ہے، تو تصویر سازی کا طریقہ خواہ کیسا ہی ایجاد کرلیا جائے، تصویر تو حرام ہی رہے گی۔(۲)

حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن امروہوی کا فتویٰ

جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، نارتھ کراچی کے شیخ الحدیث اور رئیس دارالافتا ''حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن مدظلہ العالی'' نے خالص تصویر کشی، تصویر سازی اور تصویر کے استعمال کے موضوع پر ایک علمی وتحقیقی اور قیمتی رسالہ ''ڈیجیٹل کیمرے

(۱) آپ کے مسائل: ۷/۳۸۹ - ۳۹۰

(۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷/۳۹۷-۳۹۸

کی تصویر کی حرمت پر مفصل و مدلل فتویٰ'' کے نام سے تالیف فرمایا ہے، جس میں مولانا موصوف نے اولاً احادیث وروایات ،صحابہ و تابعین اور ائمہ مسالک کی تصریحات وتوضیحات کو مستند وموثوق بہا مراجع سے نقل فرما کر، حرمتِ تصویر کے اجماعی واتفاقی ہونے کو ثابت فرمایا ہے ؛ بعد ازیں ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویریں،فلم ،کیمرے اور ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کشی ،ٹی ۔وی اسکرین،موبائیل اسکرین پرآنے والی تصاویر وغیرہ جدید فروعی مسائل اور علمائے زمانہ کے نقطہائے نظر کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اوران مسائل کے حوالے سے جمہور اہلِ فتاویٰ کے مسلک کو نقلاً وعقلاً صحیح وراجح ثابت فرما کر بعض اہلِ علم کی جانب سے پیش کردہ اعتراضات وشبہات کے تحقیقی والزامی جوابات بھی دیے ہیں۔

الغرض! تصویر کشی وتصویر سازی کے جملہ مسائل پر مع دلائل تفصیلی کلام کرنے کے بعد اخیر میں یہ فتویٰ دیا ہے کہ

> (الف):ہاتھ اورفلم کیمرے کی تصویرایک حکم میں اس لیے ہے کہ جس طرح ہاتھ سے تصویر بنائی جاتی ہے،ویسے ہی کیمرے کا بٹن دبا کر تصویر کا عکس محفوظ کیا جاتا ہے؛ نیز مقاصد اور علل میں بھی دونوں برابر ہیں۔
>
> (ب): ڈیجیٹل کیمرے میں (1-0) زیرو۔وَن کے زید کا بعینہٖ عکس نہ ہونے کے باوجود،اس کی حرمت کے تین وجوہ ہیں:
>
> الف : زید کی تصویر کے اصل ہونے کی بناپر۔ب: زید کی تصویر کے سبب ہونے کی بناپر۔ج: بوقتِ تعارض جانبِ حرمت کو ترجیح ہونے کی بناپر۔(۱)

اس رسالے کا مطالعہ کرنے کے بعد ہندو پاک کے اساطین مدارسِ اسلامیہ اور

---

(۱) ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کی حرمت پر مفصل ومدلل فتویٰ: ۱۴۷-۱۴۸

حضرات علما و مفتیانِ دین نے اپنی تصدیقات و توثیقات کے ذریعے اس فتوے کو مبنی برحق قرار دیا اور اپنا بھی وہی مسلک بتایا ہے۔ تصدیق کرنے والے مدارس کے نام یہ ہیں:

(۱) جامعہ اسلامیہ دارالعلوم، دیوبند

(۲) ندوۃ العلما، لکھنؤ

(۳) جامعہ فاروقیہ کراچی، پاکستان

(۴) دارالافتا ختم نبوت کراچی، پاکستان

(۵) جامعہ عربیہ احسن العلوم کراچی، پاکستان

(۶) جامعہ خلفاء راشدین گریس ماری پور، کراچی، پاکستان

(۷) جامعہ سکھر، پاکستان

(۸) دارالافتا جامعہ اسلامیہ دارالعلوم رحیمیہ، بلوچستان

(۹) دارالافتا قاسم العلوم ملتان، پاکستان

(۱۰) دارالافتا دارالعلوم کبیر والا، پاکستان

(۱۱) دارالافتا ربانیہ، جی۔ او۔ آر۔ کالونی کوئٹہ، پاکستان

(۱۲) دارالافتا جامعہ رشیدیہ آسیا آباد، بلوچستان۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کا فتویٰ

مولانا خالد سیف اللہ صاحب کا فتویٰ اوپر بھی نقل کیا جا چکا ہے، جس میں وہ ویڈیوگرافی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

> ''لوگوں کو دین کی باتیں سکھانا، سیکھنے اور سکھانے کی ترغیب دینا یقیناً نہایت نیک کام، اجر و ثواب کا باعث ہے؛ لیکن اس کے لیے تصویر کشی اور فوٹوگرافی جائز نہیں، بلا ضرورتِ شرعی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا گناہِ کبیرہ ہے''۔(۱)

(۱) کتاب الفتاویٰ: ۱۶۹/۶

بریلوی مکتبِ فکر کے فتاویٰ

فتاویٰ بریلی شریف میں ہے کہ سوال کیا گیا کہ

ایک امام صاحب کے گھر ٹیلی ویژن ہے، وہ اس پر خبریں اور کر کٹ میچ دیکھتے ہیں، امام صاحب ٹیلی ویژن پر کھیل و خبریں اور چرند پرند والی چینل دیکھنے کو جائز کہتے ہیں، کیا ان امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگا؟

اس کا جواب علمائے بریلویہ نے یہ دیا کہ

"کھیل جائز نہیں، اس کو دیکھنا بھی جائز نہیں، ٹیلی ویژن پر تصویریں چھپتی ہیں، اس پر کسی پروگرام کو دیکھنا جائز نہیں، اس امام پر توبہ لازم ہے۔(۱)

نیز اسی میں لکھا ہے کہ "ان امور میں تصویر کھینچنا، کھنچوانا ہرگز جائز نہیں، علمائے کرام نے ایسی صورت میں تصویر کشی کی اجازت دی ہے کہ جس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو، تو اسی قدر رخصت ہے، جتنے سے یہ کام ہو جائے۔"شرح الأشباہ" میں ہے: "**ما أبیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا**" تو محض ریکارڈ کے لیے تصویر کشی کیوں کر جائز ہو سکتی ہے؟ جب کہ ریکارڈ کے لیے رپورٹ کے ساتھ تصویر کوئی لازم و ضروری نہیں، جن جگہوں پر تصویر کشی و ویڈیو گرافی جیسے منکراتِ شرعیہ کا ارتکاب کیا جاتا ہو، وہاں مسلمانوں کی شرکت ناجائز و حرام ہے، خواہ وہ مجلس سیاسی ہو یا مذہبی۔(۲)

---

(۱) فتاویٰ بریلی شریف:۱۲۲

(۲) فتاویٰ بریلی شریف:۱۷۶

عرب وعجم کے ان علما کے فتاویٰ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ''کیمرے'' سے لی جانے والی تصویر، جس کو عکسی یا شمسی تصویر کہتے ہیں اور ''ٹی-وی'' اور ''ویڈیو'' کی تصویریں بھی تصویر ہی کا حکم رکھتی ہیں اور عام تصویروں کی طرح، ان کا حکم بھی حرام و ممنوع ہونے ہی کا ہے اور ان میں اگر فحش و بے حیائی بھی ہو، تو اس کی حرمت مزید ہو جاتی ہے اور یہ کہ موجودہ حال میں ٹیلی ویژن ایک خطرہ ہے اور اس کو علمائے کرام کی رہنمائی میں اگر اسلامی طریقے کے مطابق ڈھال لیا جائے، تو خوب؛ ورنہ اس کی حرمت واضح ہے۔



حضرت اقدس کی جملہ کتابیں مفت ڈاؤن لوڈ کرنے اور دیگر مزید گراں قدر
معلومات کے اضافہ کیلئے ہماری ویب سائٹ پر وزٹ کیجئے۔

www.muftishuaibullah.com

MAKTABA MASEEHUL UMMAT DEOBAND

Minara Market, Near Masjid-e-Rasheed, DEOBAND - 247554

Mobile: + 91-9634830797 / + 91- 8193959470

MAKTABA MASEEHUL UMMAT BANGALORE

84, Armstrong Road, Bangalore - 560 001 Mobile : +91-9036701512

E-Mail:maktabahmaseehulummat@gmail.com

حرمتِ تصویر

علمائے عرب وعجم کے فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم

بانی ومہتمم الجامعۃ الاسلامیہ مسیح العلوم ، بنگلور

وخلیفہ حضرت اقدس شاہ مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم مظاہر علوم وقف سہارنپور

مکتبہ مسیح الامت دیوبند و بنگلور

نام کتاب : حرمتِ تصویر علمائے عرب و عجم کے فتاویٰ

افادات : حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم
بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور
خلیفۂ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق و حضرت مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہما ناظم مظاہر علوم وقف سہارنپور

صفحات : ۲۵۵

تاریخ طباعت : شوال المکرم ۱۴۳۵ھ

ناشر : مکتبہ مسیح الامت، دیوبند و بنگلور

موبائل نمبر : 9036701512 / 09634830797

ای میل : maktabahmaseehulummat@gmail.com

فہرستِ مضامین

''فوٹو گرافی'' اور علمائے ہند و پاک کے فتاویٰ

تصویر کے بارے میں اکابر کا عمل

باسمہ تعالیٰ

تمہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ :

تصویر کی حرمت پر بہت سے علما نے اب تک بہت کچھ لکھا ہے اور ہندو بیرونِ ہند کے دارالافتاؤں سے بھی اس کے بارے میں حرمت کے فتاویٰ بار بار جاری ہوتے رہے ہیں اور تقریباً اس کا حرام و ناجائز ہونا، عوام و خواص کے نزدیک ایک مسلمہ امر ہے؛ مگر اس کے باوجود اس میں عوام تو عوام، خواصِ امت کا بھی ابتلا عام ہے اور اسی صورتِ حال کو دیکھ کر بعض ناواقف لوگوں کو اس کے جائز ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے، بالخصوص جب علما و مدارسِ اسلامیہ کے ذمہ دار حضرات کی جانب سے تصاویر کے سلسلے میں نرم رویہ برتا جاتا ہے اور ان کی تصاویر اخبارات و رسائل و جرائد میں بلا کسی روک ٹوک کے شائع ہوتی ہیں، تو ایک عام آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ حلال ہونے کی وجہ سے لی جا رہی ہے یا یہ کہ ان کے تساہل کا نتیجہ ہے؟ پھر جب وہ علما کی جانب رجوع کرتا ہے اور اس کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں سوال کرتا ہے، تو اس کو کہا جاتا ہے کہ یہ تو حرام ہے۔ اس سے اس کی پریشانی اور بڑھ جاتی ہے اور وہ علما کے بارے میں کسی منفی رائے کے قائم کرنے میں حق بجانب معلوم ہوتا ہے۔ علما کی تصاویر کے سلسلے نے جہاں عوام الناس کو بے چینی و پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے، وہیں اس سے ایک حرام کے حلال سمجھنے کا رجحان بھی پیدا ہو رہا ہے، جو اور بھی زیادہ خطرناک و انتہائی تشویش ناک صورتِ حال ہے؛ کیوں کہ حرام کو حرام اور حلال

کوحلال سمجھنا ایمان کا لازمہ ہے؛ اگر کوئی حرام کوحلال سمجھنے لگے، تو اس سے ایمان بھی متأثر ہوتا ہے۔

کسی عربی شاعر نے اسی صورت پر دل گیر ہوکر یہ مرثیہ لکھا ہے:

كَفٰى حُزْنًا لِلدِّيْنِ أَنَّ حُمَاتَهُ
اِذَا خَذَلُوْهُ قُلْ لَنَا كَيْفَ يُنْصَرُ
مَتٰى يَسْلَمُ الْاِسْلَامُ مِمَّا أَصَابَهُ
إِذَا كَانَ مَنْ يُرْجٰى يُخَافُ وَ يُحْذَرُ

(دین پرغم کے لیے یہ کافی ہے کہ دین کے محافظ ہی جب اس کو ذلیل کریں، تو مجھے بتاؤ دین کی کیسے نصرت ہوگی؟ اسلام کب ان باتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے، جو اس کو پیش آرہی ہیں؛ جب کہ جن لوگوں سے اسلام کی حفاظت کے لیے امید لگی ہوئی تھی، انھیں سے اس کو خوف وخطرہ لاحق ہوگیا ہے)

آج کئی مدارس اور علما اور دینی وملّی تحریکات کے ذمہ داران کی تصاویر آئے دن اخبارات میں بلا تامل شائع ہوتی ہیں، یہاں تک کہ بعض علما کی جانب سے شائع ہونے والے ماہناموں میں بھی تصاویر کی بھرمار ہوتی ہے اور ان میں عورتوں اور لڑکیوں کی تصاویر بھی ہوتی ہیں۔ کیا یہ صورتحال انتہائی تعجب خیز اور افسوس ناک نہیں؟ علما جو رہبرانِ قوم تھے، ان کا خود یہ حال ہو، تو عوام الناس کہاں جائیں؟ کسی شاعر نے کہا:

بِالْمِلْحِ نُصْلِحُ مَا نَخْشٰى تَغَيُّرَهُ
فَكَيْفَ بِالْمِلْحِ إِنْ حَلَّتْ بِهِ الْغِيَرُ

(ہم نمک کے ذریعے اس کھانے کی اصلاح کرتے ہیں، جس کے خراب

ہو جانے کا خدشہ ہو، اگر نمک ہی میں خرابی پیدا ہو جائے، تو کیا حال ہوگا؟)

ہمارے اکابر و علما و مشائخ تو حلال امور میں بھی احتیاط برتتے اور لوگوں کے لیے تقوے کا ایک اعلیٰ نمونہ ہوا کرتے تھے اور یہاں یہ ہو رہا ہے کہ حرام کا ارتکاب، بے محابا اور کھلے طور پر کیا جا رہا ہے۔ اگر اس میں اختلاف بھی مان لیا جائے، تو رہبرانِ قوم کا کیا فرض بنتا ہے؟ اس پر غور کیجیے!!

حرمتِ تصویر اور جمہور امت کا مسلک

"عکسی تصویر" اور "ٹی۔ وی" اور "ویڈیو" کے بارے میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ علمائے ہند و پاک ہی ان کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور عالمِ اسلام کے دوسرے علما جیسے علمائے عرب و مصر وغیرہ سب کے سب ان کو جائز کہتے ہیں؛ یہ غلط فہمی خود بندے کو بھی رہی؛ لیکن ایک مطالعے کے دوران علمائے عرب و مصر کے متعدد فتاویٰ و تحریرات نظر سے گزریں، تو اندازہ ہوا کہ ان حضرات میں سے بھی جمہور علما کا "عکسی تصویر" اور "ٹی۔ وی" اور "ویڈیو" کے بارے میں وہی نقطۂ نظر ہے، جو ہندوستانی و پاکستانی علما کا شروع سے رہا ہے۔

ہاں! اس میں شک نہیں کہ وہاں کے بعض گنے چنے علما نے "عکسی تصویر" کو جائز کہا ہے اور "ٹی۔ وی" اور "ویڈیو" کی تصاویر کو بھی عکس مان کر ان کو بھی جائز کہا ہے؛ لیکن یہ وہاں کے جمہور کا فتویٰ نہیں ہے، جمہور علما اسی کے قائل ہیں کہ یہ تصاویر کے حکم میں ہیں اور اس لیے حرام و ناجائز ہیں اور خود وہاں کے علما نے مجوزین کا خوب رد و انکار بھی کر دیا ہے۔ جیسے شیخ حمود بن عبد اللہ التویجری نے "**تحريم التصوير**" اور "**الإعلان بالنكير على المفتونين بالتصوير**" نامی رسائل اسی سلسلے میں لکھے ہیں؛ نیز "**جامعة قصيم**" کے استاذ شیخ عبداللہ بن محمد الطیار نے "**صناعة الصورة باليد مع**

بیان احکام التصویر الفوتوغرافي'' کے نام سے رسالہ لکھا ہے اور مصر کے عالم شیخ ابوذر القلمونی نے ''فتنة تصویر العلماء'' کے نام سے ان کا رد لکھا ہے؛ نیز علما نے اپنے اپنے فتاویٰ میں بھی اس پر کلام کیا ہے۔ اسی طرح ''ڈش آنٹینا'' (Dish Antina)، جس کا فساد اب حد سے تجاوز کر گیا ہے اور اس نے انسانوں کی تباہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے، اس کے بارے میں بھی علمائے عرب کے فتاویٰ میں حرمت کا حکم اور اس سے بچنے کی تلقین موجود ہے۔

حرمتِ تصویر اور علمائے ہند و پاک

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کیمرے کی عکسی تصویر کی حرمت میں اگر چہ کہ معاصر علما کے درمیان میں اختلاف ہوا ہے اور ایک چھوٹی سی جماعت اس کے جواز کی جانب مائل ہوئی ہے؛ لیکن اس میں کیا شک ہے کہ تصویر کی حرمت جمہور امت کا متفقہ فتویٰ وفیصلہ ہے، عرب سے لے کر عجم تک جمہور امت نے اسی کو قبول کیا ہے۔

جہاں تک علمائے ہند و پاک کا تعلق ہے، بات بالکل واضح و مُسلّم ہے۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے تو اپنے رسالے "التصویر لأحکام التصویر" میں یہ تصریح کی ہے کہ ان کے زمانے تک کم از کم ہندوستان (جو اس وقت تک غیر منقسم تھا) میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے علاوہ کسی نے جواز پر قلم نہیں اٹھایا اور پھر انھوں نے بھی اس سے رجوع کر لیا۔(۱)

یہاں یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے ماہنامہ ''معارف'' کی متعدد قسطوں میں ایک مضمون عکسی تصویر کے جائز ہونے پر لکھا تھا حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اس کے رد میں ''التصویر

(۱) جواہر الفقہ: ۳/۱۷۱

لأحكام التصوير" لکھی، اس کو دیکھ کر حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اپنے جواز کے قول سے رجوع کر لیا تھا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"یہ رجوع واعتراف کا مضمون علامہ سید صاحب رحمہ اللہ کے کمالِ علم اور کمالِ تقوے کا بہت بڑا شاہکار ہے، اس پر خود حضرت مرشد تھانوی، سیدی حکیم الامت رحمہ اللہ نے غیر معمولی مسرت کا اظہار نظم میں فرمایا"۔

اس سلسلے میں دوسری بڑی شہادت و گواہی یہ ہے کہ عالمِ اسلام کی مشہور و معروف علمی و روحانی شخصیت حضرت اقدس مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے بھی اس بات کا ذکر کیا ہے کہ "ہندوستان کے تمام مسلمان تصویر کے حرام ہونے پر متفق ہیں"؛ چناں چہ آپ کی کتابِ لاجواب " ما ذا خسر العالم بانحطاط المسلمين" کے شروع میں فضیلۃ الشیخ الاستاذ احمد الشرباصی نے حضرت والا کا جو تعارف لکھا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں کہ

"آپ ہر قسم کی تصویر کو بُرا سمجھتے تھے اور خود پر اس کو پوری سختی سے حرام قرار دیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں ایک بار آپ کے ساتھ قاہرہ کے ایک بڑے مطبَع میں گیا، تو مطبَع کے مصوّر نے آپ کی ایک یادگار تصویر اتارنے کی اجازت چاہی، تو آپ نے منع کر دیا اور ذکر کیا کہ "إ ن المسلمين في الهند، متفقون علىٰ حرمة التصوير" (ہندوستان کے مسلمان تصویر کی حرمت پر متفق ہیں)(۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ بھی خود تصویر کو حرام سمجھتے تھے اور اس کو کم از کم ہندوستان کے تمام علما کا متفقہ فیصلہ قرار دیتے تھے۔

---

(۱) ماذا خسر العالم :۲۱

اور یہاں یہ بھی عرض کر دینا خالی از فائدہ وعبرت نہیں کہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحب مرحوم جنھوں نے مدتِ دراز تک اپنا مشہور اخبار ''الہلال'' باتصویر شائع کیا، جب وہ رانچی کی جیل میں تھے، آپ کے متعلقین نے آپ کی سوانح شائع کرنا چاہی، تو آپ سے سوانح کے ساتھ شائع کرنے کے لیے ایک تصویر کا مطالبہ کیا، اس پر مولانا ابولکلام آزاد نے جو جواب دیا وہ خود اسی ''تذکرہ'' میں شائع کیا گیا ہے، جس میں آپ نے لکھا ہے کہ

> ''تصویر کا کھنچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے، یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور ''الہلال'' کو باتصویر نکالا تھا، اب میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں، میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہیے نہ کہ از سرِ نوان کی تشہیر کرنا چاہیے''۔(۱)

الغرض! اس سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کم از کم ہندوستان کے علما کا تصویر کے عدمِ جواز پر اتفاق تھا اور رہا حضرت سلیمان ندوی رَحِمَہُ اللہ کے جواز کا خیال، تو آپ نے خود اس سے رجوع کر لیا اور سب کے موافق عدمِ جواز کے قائل ہو گئے۔

تصویر کے بارے میں علمائے عرب و مصر کا موقف

اسی طرح دیگر ممالکِ اسلامیہ میں بھی جمہور علما کا فتویٰ تصویر کے ناجائز ہونے ہی کا ہے، عام طور پر لوگ مصر کے علما کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں؛ مگر یہاں بھی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ بھی مصر کے چند علما کا فتویٰ ہے، سب کا اور جمہور کا نہیں؛ اس کی شہادت مصر ہی کے ایک عالم شیخ ابوذر القلمونی کی یہ عبارت دیتی ہے جو انھوں نے اپنی کتاب " فتنة تصوير العلماء " میں لکھی ہے کہ

(۱) بہ حوالہ جواہر الفقہ: ۱۷۱/۳

" ثم حريّ بطلبة العلم تدارک هذه الفتنة، إذ تحريم التصاوير كان مستقراً بين إخواننا، ثم في العقد الأخير اخذ هذا المنكر يفشو ويذيع؛حتى صار هو الاصل، وصار المحق عازفا عن الانكار، اجتنابا للذم"(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ مصر میں بھی جمہور علما کے مابین یہی بات مسلم و طے شدہ تھی کہ تصویر حرام ہے؛ لہٰذا مطلقاً یہ کہنا کہ مصر کے علما اس کو جائز کہتے ہیں خلافِ واقعہ ہے۔

اور سعودی حکومت کی جانب سے قائم کردہ دارالافتا اور علمی مسائل کی تحقیق کا ایک بڑا و معتبر عالمی مرکز "اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء" نے ایک فتوے میں کہا کہ:

"القول الصحيح الذي دلت عليه الأدلة الشرعية وعليه جماهير العلماء:أن أدلة تحريم تصوير ذوات الأرواح تضم التصوير الفوتو غرافي واليدوي،مجسما أو غير مجسم ،لعموم الادلة.(۲)

(صحیح قول جس پر شرعی دلائل دلالت کرتے ہیں اور جس پر جمہور علما قائم ہیں، یہ ہے کہ جان دار چیزوں کی تصویر کی حرمت کے دلائل فوٹوگرافی کی تصویر اور ہاتھ سے بنائی جانے والی تصاویر سبھی کو شامل ہے؛ خواہ وہ مجسم ہو یا غیر مجسم ہو، دلائل کے عام ہونے کی وجہ سے)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جمہور امت خواہ وہ مصر کے لوگ ہوں یا سعودی کے یا کسی اور علاقے کے، وہاں جمہور اس کے عدمِ جواز پر متفق ہیں۔

---

(۱) فتنة تصوير العلماء : ۵

(۲) فتاویٰ الإسلامية: ۳۵۵/۴

نیز یہ بھی سنتے چلیے کہ ایک مرتبہ عربی مجلّہ ''عکاظ ''میں سات علما کا تصویر کے جواز کا فتویٰ شائع ہوا، تو علما نے اسی وقت اس کا رد کیا۔ سعودی عرب کے ایک مفتی شیخ حمود بن عبداللہ بن حمود التویجری نے '' تحریم التصویر'' کے نام سے اس کا باقاعدہ رد لکھا ہے، اس رسالے میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''جریدہ عکاظ والوں نے اس شاذ فتوے کا جو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تصاویر کو مٹانے کے حکم کے مخالف ہے، اس کا جو عنوان رکھا ہے، وہ ہے: ''علما مصلحت پر متفق ہیں اور یہ کہ تصویر حرام نہیں ہے'' اس باطل عنوان کو قائم کرنے میں اہلِ جریدہ کو بہت بڑی خطا لگی ہے؛ کیوں کہ اس سے عوام یا خواص کالعوام کو یہ وہم ہوتا ہے کہ مصلحت کی وجہ سے تصویر لینے کے حلال ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور یہ کتاب اللہ وسنت رسول کو مضبوط پکڑنے والے متقدمین و متأخرین علما پر ایک بہتان ہے؛ کیوں کہ وہ تو تصویر سے منع کرتے اور اس میں سختی کرتے ہیں اور ان سہولت پسند لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں، جو فتویٰ دینے میں بغیر تثبت کے جلد بازی کرتے ہیں؛ کیوں کہ شریعت مطہرہ میں مصلحت سے یا بغیر مصلحت کسی بھی وجہ سے تصویر کا حلال ہونا وارد نہیں ہے اور اگر ان مسائل میں سے کسی مسئلے میں جس میں کوئی نص نہ ہو، سات علما ایک قول پر اجماع کرلیں اور ان کی بات معقول بھی ہو، تب بھی ان کا قول اجماع نہیں ہے۔ جس کا ماننا لازم ہو؛ بل کہ ان کے اور دیگر علما کے اقوال کو دیکھا جائے گا اور ان کی بات قبول کی جائے گی ،جن کا قول کتاب اللہ وسنت سے مؤید ہو۔ (۱)

(۱) تحریم التصویر: ۲

دیکھیے ! کس قدر صفائی کے ساتھ اس فتوے کو شاذ اور مخالفِ احادیث قرار دیا ہے اور جمہور علما کے نقطۂ نظر سے ٹکرانے والا قرار دیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حجاز و مصر کے جمہور علما بھی حرمتِ تصویر پر متفق ہیں۔

تصویر کے باب میں اختلاف کی حیثیت

ہاں! بعض علما جن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے، انھوں نے ضرور عکسی تصویر کے متعلق جواز کا فتویٰ دیا ہے؛ مگر اس کے بارے میں غور طلب بات یہ ہے کہ اس مسئلے میں اختلاف کی حیثیت و نوعیت کیا ہے؟

کیوں کہ بنظرِ غائر مطالعے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ہر اختلاف ایک ہی درجے کا نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے مسئلے میں تخفیف نہیں ہو جاتی؛ بل کہ اس میں بھی اختلاف کی نوعیت و حیثیت کا لحاظ رکھنا پڑے گا، ورنہ غور کیجیے کہ ڈاڑھی منڈانے کے مسئلے میں بھی مصریوں کا اختلاف ہے، جمہور امت یہ کہتی ہے کہ حرام ہے؛ جب کہ مصریوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے؛ حتیٰ کہ " جامعة الأزهر" کے بعض مفتیوں نے بھی اس کو صرف سنت کہتے ہوئے منڈانے کو جائز کہا ہے۔(۱)

کیا اس کا کوئی اثر جمہور امت نے قبول کیا ؟ اور کیا اس کی وجہ سے حرمت کے فتوے میں کوئی گنجائش برتی گئی ؟ کیا یہاں بھی یہ کہا جا سکے گا کہ ڈاڑھی منڈانے کے مسئلے میں چوں کہ مصریوں کا اختلاف ہے؛ اس لیے اس میں بھی شدت نہ برتی جائے اور منڈانے والوں کو گنجائش دی جائے اور اگر امام لوگ بھی منڈائیں، تو ان پر بھی کوئی نکیر نہ کی جائے؟

اسی طرح "ربا" یعنی سود کی حرمت ایک متفقہ امر ہے؛ مگر چند برسوں سے بینکوں

(۱) دیکھو: فتاویٰ الأزهر: ۱۶۶/۲

کے نظام کے تحت وصول ہونے والے سود کو بعض لوگ جائز کہنے لگے ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں اور نزولِ قرآن کے وقت، جو سود رائج تھا، وہ ذاتی و شخصی ضروریات پر لیے جانے والے قرضوں کی بنیاد پر لیا جاتا تھا اور یہ واقعی ایک ظلم ہے؛ لہٰذا وہ ناجائز ہے؛ مگر بینکوں کے اس دور میں قرضے ذاتی ضرورت کے بہ جائے تجارتی ضرورت کے لیے لیے جاتے ہیں اور اس میں حرمتِ سود کی وہ علت نہیں پائی جاتی، جو اُس دور میں تھی؛ لہٰذا یہ بینکوں والا سود جائز ہے۔ اور لکھنے والوں نے اس پر مضامین بھی لکھے اور کتابیں بھی لکھیں، جیسے ایک صاحب نے ''کمرشیل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت'' لکھی ہے۔ فرمائیے کہ کیا اس اختلاف کو بھی مؤثر مانا جائے گا؟ اور اس کی وجہ سے سود کی حرمت بھی حدودِ جواز میں داخل سمجھی جائے گی اور اس میں سختی کرنا فعلِ مکروہ اور غیر دانش مندانہ کام ہوگا؟

ایک اور مسئلہ سنیے کہ چاند کے ثبوت کا مدار شریعت نے رؤیت پر رکھا ہے، نہ کہ فلکیاتی حسابات پر، جمہور امت نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اس سے ہٹ کر ایک طائفہ قلیلہ نے چاند کے ثبوت کے لیے فلکیاتی حسابات کو بھی معیار مانا ہے؛ مگر اس کو علما نے مذہبِ باطل قرار دیا ہے۔

اسی طرح گانا بجانا مَزامیر کے ساتھ حرام ہے؛ مگر اس میں علامہ ابن حزم ظاہری، علامہ محمد بن طاہر المقدسی اور علامہ ابوالفرج اصفہانی نے اختلاف کیا ہے اور اس کو جائز قرار دیا ہے اور بالخصوص آخری دو حضرات نے تو اس سلسلے میں مواد فراہم کرنے کی بڑی کوشش کی ہے حتی کہ ابوالفرج نے اپنی کتاب "الأغاني" میں شرابیوں کبابیوں، گویوں اور موسیقی کاروں کے حالات بھی خوب جمع کر دیے ہیں؛ مگر کیا اس اختلاف کو کسی بھی معتبر عالم و مفتی نے درخورِ اعتنا سمجھا اور گانے بجانے کی حرمت کو خفیف و معمولی قرار دیا؟

اسی طرح ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں یا تین؟ اس میں جمہور امت کا موقف یہ ہے کہ تین طلاق تین ہی ہوتی ہیں خواہ مجلس ایک ہو یا الگ الگ۔ مگر علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس میں بعض حضراتِ صحابہ وائمہ کے اختلاف کا ذکر کیا ہے اور امت کے علما وعوام میں سے "اہل حدیث" و "اہلِ ظواہر" نے اسی کو اختیار کیا ہے اور وہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیتے ہیں، مگر جمہور امت نے اس کو قبول نہیں کیا؛ بل کہ ہمیشہ فتویٰ اسی پر دیا گیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

دیکھیے! اختلاف ہونے کے باوجود اس کا کوئی اثر حرمت کے فتوے پر نہیں پڑا۔ کیا کسی معتبر عالم و مفتی نے اس اختلاف کے پیشِ نظر ایک مجلس کی تین طلاق میں ایک قرار دینے کی گنجائش دی؟

اس کی ایک اور مثال لیجیے کہ اسلاف میں سے بعض بڑی اہم شخصیات سے متعے کا جواز نقل کیا گیا ہے، جس کو جمہور امت نے قبول نہیں کیا اور بعد کے ادوار میں تو اس کی حرمت پر اجماع ہی ہو گیا۔(۱)

اسی طرح بعض بڑے بڑے صحابہ وائمہ سے جوازِ وطی فی الدبر کا قول بھی منقول ہے، اگرچہ کہ بعض کی جانب اس کا انتساب صحیح طور پر ثابت نہیں؛ لیکن بعض حضرات جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا بروایت صحیحہ ثابت ہونا ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباري" میں بیان کیا ہے؛ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کو وہم قرار دیا ہے۔ اسی طرح بعض نے امام مالک رحمہ اللہ سے اس کا ثابت ہونا لکھا ہے، اگرچہ کہ ان کے اصحاب اس کا انکار کرتے ہیں۔(۲)

(۱) دیکھو: فتح الباري: ۹/۱۷۳

(۲) تفسیر القرطبي: ۳/۹۳، الدر المنثور: ۲/۶۱۰-۶۱۲، فتح الباري: ۸/۱۹۰، عمدة القاري: ۲۶/۴۶۲

اس سے معلوم ہوا کہ ہر اختلاف ایک درجے کا نہیں کہ اس کو اہمیت دی جائے اور اس کی وجہ سے مسئلے میں خِفت و ہلکا پن خیال کیا جائے؛ لہٰذا جو حضرات اس کو ایک اختلافی مسئلہ قرار دے کر اس کی حرمت کو ہلکا سمجھتے یا سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ایک سعیِ لا حاصل میں لگے ہوئے ہیں۔

اختلاف سے فائدہ اٹھانے والوں کے لیے قابلِ غور

لہٰذا یہاں ان حضرات کے لیے جو اختلاف سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، دو باتیں قابلِ غور ہیں:

ایک تو یہ کہ تصویر کو جائز کہنے والوں نے کسی مضبوط دلیل کی بنیاد پر جواز کو اختیار نہیں کیا ہے؛ بل کہ بعض احادیث کے سمجھنے میں غلط فہمی کا شکار ہو کر، جواز کی بات کہی ہے۔ اور وہ غلط فہمی کیا ہے اس کا ذکر اس رسالے میں علما کے فتاویٰ سے معلوم ہو جائے گی؛ لہٰذا کسی غلط فہمی کی بنیاد پر اختلاف کو دلیل کی بنیاد پر اختلاف کے درجہ میں سمجھنا ایک اصولی غلطی ہے۔ اس اختلاف کی مثال ڈاڑھی منڈانے میں اختلاف سے دی جا سکتی، جس کو محض ایک غلط فہمی کہا جا سکتا ہے؛ لہٰذا ان مجوزین کا قول ایک شاذ قول کی حیثیت رکھتا ہے، جس کو معمول بہ بنانا اور اس پر عمل درآمد کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ بالخصوص اس صورت میں جب کہ جواز کے دلائل کے ضعف و کمزوری کو حضرات علما نے واضح کر کے حقیقت سے پردہ اٹھا دیا اور جائز قرار دینے والوں کی غلط فہمی کو دور کر دیا ہے۔

دوسری بات قابلِ غور یہ ہے کہ جوازِ تصویر کے قائلین اور حرمتِ تصویر کے قائلین ان دونوں کے علمی و عملی مقام و حیثیت اور ان کے تفقہ و دیانت کے معیار میں محاکمہ کیا جائے، تو حرمت کے قائلین کے لحاظ سے جواز کے قائلین کا کوئی خاص مقام و

حیثیت نہیں معلوم ہوتی۔ایک جانب حرمتِ تصویر کے قائلین میں اپنے زمانے کے آسمانِ علم وعمل کے آفتاب ومہتاب فقہا نظر آئیں گے،جن کے علم وعمل،تقویٰ وطہارت،تفقہ وبصیرت،ثقاہت ودیانت اہلِ اسلام کے نزدیک مسلمات میں سے ہے،تو دوسری جانب جواز کے قائلین وہ حضرات ہیں،جن میں سے بیشتر کو عام طور پر جانا پہچانا بھی نہیں جاتا اور اگر جانا پہچانا جاتا ہو،تو ان کا مقام ودرجہ فتویٰ وفقہ کے بارے میں وہ نہیں،جو پہلے طبقے کے لوگوں کو حاصل ہے؛لہٰذا ان دونوں میں سے کیا ان کا فتویٰ قابلِ عمل ولائقِ توجہ ہونا چاہیے،جن کی شانِ تفقہ وافتا اور جن کی ثقاہت و عدالت مُسلَّم ہے یا ان کا جن کو یہ درجہ حاصل ہی نہیں؟اس پر غور کیا جائے۔

ایک اور بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں اگر چہ اختلاف ہوا ہے،مگر فتوے کے لیے علمانے حرمت ہی کے قول کو ترجیح دی ہے،ہندوستان و پاکستان کے بارے میں تو سبھی جانتے ہیں کہ یہاں کے علمانے ہمیشہ اس کے عدمِ جواز ہی کا فتویٰ دیا ہے اور اسی طرح عرب دنیا میں بھی یہی صورت حال ہے،سعودی عرب کے ایک عالم شیخ ولید بن راشد السعیدان نے " حكم التصوير الفوتوغرافي" میں لکھا ہے کہ

عکسی تصویر کے بارے میں اختلاف ہے،بعض نے اس سے منع کیا ہے اور یہ حضرات اکثر ہیں اور اسی قول پر سعودی عرب کے اندر فتویٰ ہے۔ (۱)

جب فتویٰ حرمت پر ہے، تو اس سے اعراض کرنا اور اس کے خلاف کو ترجیح دینا چہ معنے دارد؟ یہ بات قابلِ غور ہے؛کیوں کہ بلا وجہ مفتیٰ بہ قول کو چھوڑ کر شاذ قول پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے۔

الغرض!تصویر کے مسئلے میں جب ایک جانب جمہورِ امت ہے اور اس کے اساطین وائمہ ہیں اور وہ سب کے سب تقریباً اس کی حرمت پر متفق ہیں اور جمہور کے

(۱) حكم التصوير الفوتوغرافي:۱۱

نزدیک مجوزین کی رائے غلط فہمی کا نتیجہ اور بے دلیل ہے اور پھر جمہور نے ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا اور حق کو دلائل کی روشنی میں واضح کر دیا ہے، تو ان کے قول سے گُریز کرنا اور ایک چھوٹی سی جماعت کے قول ہی کو ترجیح دینا کس بنیاد پر ہے؟ کیا جمہور امت کا موقف اس لائق نہیں کہ اس کو ترجیح دی جائے؟ بل کہ جمہور علمائے عرب وعجم کی بات کو قبول نہ کر کے ایک شاذ قول کا اس قدر احترام کرنا کہ گویا وہی صحیح ہے اور حرمت کا قول گویا باطل وغلط ہے، کیا یہ طرزِ عمل کسی صالح معاشرے و نیک ذہن کی پیداوار ہے یا کسی بیمار ذہنیت کا نتیجہ؟ امامِ حدیث عبدالرحمٰن بن مہدی نے اسی لیے فرمایا کہ: " لا يكون إماماً في العلم،من أخذ بالشاذ من العلم " (جوشخص علما کے شاذ قول کو لیتا ہے، وہ علم کی دنیا میں امام نہیں ہوسکتا) (۱)

جمہور علما کی مسئلۂ تصویر میں شدت

پھر یہاں ایک اور بات قابلِ لحاظ ہے کہ اگر مسئلۂ تصویر ایک اختلافی مسئلہ ہونے کی وجہ سے اس میں شدت؛ بل کہ اس پر نکیر کوئی غلط بات ہوتی، تو جمہور علمائے امت نے اس پر کیوں نکیر کی اور پوری شدت سے کی؟ چناں چہ علمائے عرب وعجم نے تصویر کو جائز قرار دینے والوں پر جس قدر شدت برتی ہے، اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس مسئلے میں اختلاف کی وہ حیثیت نہیں، جو مسائلِ اختلافیہ کو حاصل ہے؛ ورنہ ان حضراتِ اکابر کا یہ شدت برتنا جائز نہ ہوتا؛ کیوں کہ علما نے تصریح کی ہے کہ مسائلِ اختلافیہ میں ایک دوسرے پر اعتراض جائز نہیں اور یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ جواز کے قول پر سختی سے تردید کی گئی ہے، جس کے نمونے اس رسالے میں موجود اکابرین کے فتاویٰ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً: علامہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ

(۱) جامع بيان العلم: ۴۸/۲

نے بعض فتاویٰ میں لکھا ہے کہ

''ہم نے جواب میں جو احادیث اور اہلِ علم کا کلام نقل کیا ہے، اس سے حق کے مُتلاشی پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لوگ جو کتابوں، مجلوں، رسالوں اور جریدوں میں جان دار کی تصویر کے سلسلے میں وسعت برت رہے ہیں یہ واضح غلطی اور کھلا ہوا گناہ ہے۔''(۱)

مفتی علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ نے لکھا ہے کہ

''جس نے یہ خیال کیا کہ شمسی تصویر منع کے حکم میں داخل نہیں اور یہ کہ منع ہونا مجسم صورت اور سایہ دار چیزوں کی تصویر کے ساتھ خاص ہے، تو اس کا خیال باطل ہے۔''(۲)

''اللجنة الدائمة'' کے ایک فتوے میں لکھا ہے کہ

''انسان وحیوان وغیرہ جان دار چیزوں کی شمسی وعکسی تصویر لینا اور ان کو باقی رکھنا حرام ہے؛ بل کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔''(۳)

اور علامہ شیخ عبدالرحمٰن بن فریان ''شمسی تصویر کی حرمت'' پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''ولا تغترّ أيها المسلم! بِمَنْ تَنَطَّعَ بمعسول الكلام وقام يحلّل و يحرّم ، بغير دليل و برهان ؛ بل بمجرد الرأي والهذيان ، من بعض متعلمة هذه الأزمان وأجاز الصور الضوئية وجعل المنع خاصا بما لهُ أجسام سبحان اللّٰه !

---

(۱) فتاویٰ شیخ ابن باز: ۱۷۹/۴-۱۸۹

(۲) فتاویٰ و رسائل شیخ محمد بن إبراهيم: ۱۳۴/۱

(۳) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۴۵۹/۱،رقم الفتویٰ: ۱۹۷۸

من أين هذا التفريق و لم يجي لا في سنة ولا قرآن .

(اے مسلم! تو اس زمانے کے بعض علم کی جانب منسوب لوگوں سے دھوکہ نہ کھانا، جو چکنی چپڑی باتیں کرتے اور بلا دلیل و برہان، محض اپنی رائے اور بکواس سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہیں اور عکسی تصویر کو جائز قرار دیتے اور منع کو صرف ان تصویروں سے خاص کرتے ہیں، جو مجسمے کی شکل میں ہوں۔ سبحان اللہ! یہ فرق کہاں سے آیا؟ جب کہ نہ تو سنت میں یہ فرق آیا اور نہ قرآن میں آیا!!)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

" فيجب على المسلمين إنكار هذا المنكر ولا يجوز لهم السكوت ولا يُغترّ بفشوه و رواجه فإن المنكر هو بحالهٖ منكر كما هو في الشرع ولا يُحلّله كثرتُه و رواجُه ولا محبةُ البعض و ارتكابُه". (١)

(لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس منکر پر انکار و نکیر کریں اور اس پر ان کی خاموشی جائز نہیں ہے اور تصویر کے رواج اور عام ہو جانے سے دھوکہ نہ کھایا جائے؛ کیوں کہ منکر تو ہر حال میں منکر ہے، اس کا عام ہو جانا اور رواج پا جانا اس کو حلال نہیں کر دیتا اور نہ بعض لوگوں کی اس سے محبت اور اس کا مرتکب ہونا اس کو جائز کرتا ہے)

قابلِ غور یہ ہے کہ اگر تصویر کے مسئلے میں اختلاف اس درجے کا ہوتا، جو مختلف فیہ مسائل میں ہوتا ہے، تو کیا اس قدر شدت کا جواز تھا، جو ان حضرات نے اختیار کیا ہے؟ اور تصویر کو حرام؛ بل کہ گناہِ کبیرہ قرار دیا ہے اور جواز کے قائلین کو کھلی غلطی و واضح گناہ پر

(١) الدرر السنية: ١٥/٢٣٤

ٹھیرایا ہے؟ اور اہل اسلام کو اس پر انکار ونکیر کرنا ضروری قرار دیا ہے؟ اور خاموشی کو نا جائز کہا ہے اور اس کے عام ہو جانے اور رواج پا جانے کو بے اثر ٹھیرایا ہے؟ نہیں! اس سے معلوم ہوا کہ اس اختلاف کو وہ حضرات کوئی قابلِ لحاظ ہی نہیں مانتے تھے۔

اسی طرح ہند و پاک کے علما کا بھی رویہ رہا ہے، ایک دو حضرات کے اس سلسلے میں فتاویٰ نقل کر دینا اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رَحِمَہُ اللہ نے ایک اسکول کے جلسے (جس میں تصویر لی جاتی ہے) کے بارے میں سوال پر لکھا ہے کہ

> ''یہ معصیت کی مجلس ہے، جس میں شرکت قطعاً جائز نہیں؛ بل کہ دورانِ مجلس اس قسم کی حرکت شروع ہو، تب بھی روکنے کی قدرت نہ ہونے والے ہر شخص پر اٹھ جانا واجب ہے''؛ نیز لکھا کہ تصویر سازی شریعت کی رو سے ایک کبیرہ گناہ ہے؛ نیز فرماتے ہیں کہ انتہائی قلق کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ تصویر کی لعنت عوام سے تجاوز کر کے خواص؛ بل کہ علما تک پھیل گئی ہے، جس کا افسوس ناک نتیجہ سامنے آ رہا ہے کہ بہت سے لوگ ان حضرات کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر اس قطعی حرام کو حلال باور کرنے لگے!!(۱)

پاکستان میں ایک جگہ ایک مسجد میں رمضان میں ختم قرآن کے موقعے پر جلسہ ہوا ، اس میں ایک وہیں کے مُدرس صاحب نے جلسے کی تصاویر لیں ،لوگوں کے منع کرنے پر اس نے بتایا کہ یہ ریل امام صاحب نے بھروائی ہے اور ان ہی کی اجازت سے تصویر لے رہا ہوں اور ایسا سب جگہ ہوتا ہے۔ الغرض! اس نے ضد میں تصاویر کھینچیں اور خود ان امام صاحب کے مائک پر آنے پر ان کی بھی تصاویر لیں، اس

(۱) احسن الفتاویٰ: ۸/۴۱۷، ۴۱۸، ۴۳۴

واقعے کا ذکر کر کے کسی نے حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ سے سوال کیا، تو اس کے جواب میں حضرت نے لکھا ہے کہ

> ''تصویریں بنانا خصوصاً مسجد کو اس گندگی کے ساتھ ملوث کرنا حرام اور سخت گناہ ہے۔ اگر یہ حضرات اس سے علانیہ توبہ کا اعلان کریں اور اپنی غلطی کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، تو ٹھیک ہے، ورنہ ان حافظ صاحب کو امامت سے اور تدریس سے الگ کر دیا جائے اور ان کے پیچھے نماز ناجائز اور مکروہِ تحریمی ہے'' (۱)

اسی طرح علما و بزرگان کی آئے دن اخبارات میں شائع ہونے والی تصاویر کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> تصویر بنانا اور بنوانا گناہ ہے؛ لیکن اگر قانونی مجبوری کی وجہ سے ایسا کرنا پڑے، تو امید ہے کہ مواخذہ نہ ہوگا۔ باقی بزرگانِ دین نے اول تو تصویریں اپنی خوشی سے بنوائی نہیں اور اگر کسی نے بنوائی ہوں، تو کسی کا عمل حجت نہیں، حجت خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ (۲)

ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

> فلم اور تصویر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے حرام ہے اور ان کو بنانے والے ملعون ہیں۔ (۳)

پاکستان کے وزیرِ خارجہ ''سردار آصف احمد'' نے ایک بیان میں کہا تھا کہ اسلام میں رقص و موسیقی اور تصویر سازی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس کا رد کرتے ہوئے

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷/۶۱
(۲) آپ کے مسائل: ۷/۶۲
(۳) آپ کے مسائل: ۷/۶۷

آپ نے اولاً ان امور کے بارے میں احادیث نقل کیے ہیں؛ پھر لکھا ہے کہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بعد سردار آصف احمد کا یہ کہنا کہ اسلام میں ان چیزوں پر کوئی پابندی نہیں، قطعاً غلط وخلافِ واقعہ ہے اور ان کے اس فتوے کا منشأ یا تو ناقص مطالعہ ہے یا خاکم بدہن صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف ہے؛ پہلی وجہ جہلِ مرکب اور دوسری وجہ کفرِ خالص۔(۱)

علما کی تصاویر اور ان کا ٹی-وی پر آنا عوام کو یا تو بے چین کرتا ہے یا یہ کہ وہ اس سے اس کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ایک صاحب نے آپ سے جب اس سلسلے میں علما کے فعل کا حوالہ دیا، تو جواب لکھا کہ

''یہ اصول ذہن میں رکھیے کہ ''گناہ ہر حال میں گناہ ہے، خواہ ساری دنیا اس میں ملوث ہو جائے''۔ دوسرا اصول یہ بھی ملحوظ رکھیے کہ ''جب کوئی بُرائی عام ہو جائے، تو اگرچہ اس کی نحوست بھی عام ہوگی؛ مگر آدمی مکلّف اپنے فعل کا ہے''۔ پہلے اصول کے مطابق علما کا ٹی-وی پر آنا، اس کے جواز کی دلیل نہیں، نہ امامِ حرم کا تراویح پڑھانا ہی اس کے جواز کی دلیل ہے؛ اگر طبیب کسی بیماری میں مبتلا ہو جائیں، تو بیماری بیماری ہی رہے گی، اس کو صحت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔(۲)

ان فتاویٰ پر غور کیجیے کہ کیا ایک اختلافی مسئلے پر کسی کو ملعون کہنا اور اس کام کے ارتکاب پر امامت سے ہٹانے کی تجویز رکھنا؛ بل کہ اس کا فتویٰ صادر کرنا صحیح ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اس مسئلے کی وہ نوعیت نہیں، جو

(۱) آپ کے مسائل: ۷/۷۶

(۲) آپ کے مسائل: ۷/۸۱

اختلافی مسائل کی ہوتی ہے؛ بل کہ ان حضراتِ علما کے نزدیک اس مسئلے میں اختلاف غلط فہمی کا نتیجہ ہے، نہ یہ کہ اس کی بنیاد دلائل ہیں۔

مجوزین کی ایک لچر دلیل کا جواب

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہے کہ موجودہ دور کے مجوّزینِ تصویر میں سے بعض کو سنا گیا کہ وہ دلیلِ جواز یہ دیتے ہیں کہ آج کل تصویر کا عام رواج ہو چکا ہے، کوئی محفل و مجلس اس سے خالی نہیں، عوام تو عوام علما بھی لیتے ہیں، تو کب تک اس کو ناجائز کہتے رہیں گے؟ ابھی قریب میں ہمارے مدرسے کو ایک مفتی صاحب کا ورود ہوا، میں تو سفر پر تھا؛ لہٰذا ملاقات نہیں ہوئی، دیگر اساتذہ کے درمیان انھوں نے یہ باتیں کہیں اور تصویر کو ناجائز کہنے والوں پر طنز و تعریض کی۔

مگر اس دلیل کو مان لیا جائے، تو پھر تمام حرام کاموں کو جائز ہو جانا چاہیے؛ کیوں کہ آج شراب بھی عام ہے، موسیقی و گانا بجانا بھی عام ہے، موبائیل فون سے گانے بجانے کی ٹیون (Tune) ہم نے علما کو بھی رکھتے دیکھا ہے اور بے پردگی بھی عام ہے، سود و جوا بھی عام ہے اور رشوت خوری کا بھی خوب چلن ہے؛ بل کہ غور کرنا چاہیے کہ کونسا گناہ ایسا ہے، جو آج کے معاشرے میں رواج نہیں پا رہا ہے؛ لہٰذا یہ سب کے سب حرام کام اس لیے جائز ہو جانا چاہیے کہ ان کا رواج عام ہو گیا ہے؛ لہٰذا کب تک اس کو حرام کہتے رہیں؟ **لا حول ولا قوة إلا باللّٰه !** اگر یہ مفتیانہ منطق چل جائے، تو اسلام کا خدا ہی حافظ!!!

یہاں ان مفتی صاحب کی دلیل کے جواب میں صرف یہ بات کافی ہے کہ ہم حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ کے رسالے ’’گناہ بے لذت‘‘ سے ایک عبارت نقل کیے دیتے ہیں، بغور ملاحظہ کیجیے! حضرت لکھتے ہیں کہ

''آج کل یہ گناہ اس قدر وبا کی طرح تمام دنیا پر چھا گیا ہے کہ اس سے پرہیز کرنے والے کو زندگی کے ہر شعبے میں مشکلات ہیں، ٹوپی سے لے کر جوتے تک کوئی چیز بازار میں تصویر سے خالی ملنا مشکل ہو گیا ہے، گھریلو استعمال کی چیزیں، برتن، چھتری، دیا سلائی، (Match stick) دواؤں کے ڈبے اور بوتلیں، اخبارات ورسائل یہاں تک کہ مذہبی اور اصلاحی کتابیں بھی اس گناہِ عظیم سے خالی نہ رہیں۔ فإلى الله المشتكي! اور غور کیا جائے، تو ان میں سے اکثر حصہ تصاویر کا محض بے کار و بے فائدہ ''گناہ بے لذت ہے'' مسلمان کو چاہیے کہ گناہ کے عام ہو جانے سے اس کو ہلکا نہ سمجھے؛ بل کہ زیادہ اہمیت کے ساتھ اس سے بچنے اور دوسرے مسلمانوں کو بچانے کی فکر کریں۔(۱)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَہُ اللہُ جیسے اپنے زمانے کے مفتی بے مثال تو تصویر کے عام ہو جانے کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ عام ہو جانے سے دھوکہ نہ کھائیں اور اس کو ہلکا نہ سمجھیں؛ بل کہ اس سے مسلمانوں کو بچانے کی فکر کریں اور یہ جدید الخیال و روشن خیال مفتی صاحب یہ کہتے ہیں کہ جب یہ عام ہو گئی، تو اب حرام کو حرام نہیں؛ بل کہ حلال کہو۔ فیا للعجب!!

رسالے کا مقصد

یہ رسالہ اسی غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے تحریر کیا گیا ہے کہ علمائے عرب تصویر کے جواز کے قائل ہیں۔ ہم نے اس رسالے میں عرب دنیا اور مصر وغیرہ کے قابلِ قدر علما و مفتیانِ کرام، جن کو عالمِ اسلام میں شہرت و استناد حاصل ہے، ان کے فتاوی باحوالہ

(۱) گناہ بے لذت: ۵۲

درج کردئے ہیں اور فتاویٰ بھی ان کی اصل زبان یعنی عربی میں نقل کیے ہیں اور عوام کی ضرورت وطلبہ کی سہولت کے خیال سے ان کا ترجمہ بھی کردیا ہے؛ تاکہ حقیقت اچھی طرح سے سمجھ میں آجائے۔

یہاں میں اپنی اس تمہید کے اختتام کے لیے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَہُ اللہُ کے الفاظ مستعار لیتا ہوں، حضرت نے اپنے رسالے "التصوير لأحكام التصوير" کے مقدمے میں حالاتِ زمانے کا شکوہ کرتے ہوئے اور اپنے اس رسالے کو (جو مقدمہ لکھنے سے چالیس سال قبل لکھا گیا تھا، اس کو) شائع کرنے کی وجوہات پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

> "اس چالیس سال کی مدت میں زمانہ کہاں سے کہاں پہنچا، حالات میں کیا کیا انقلابات آئے، تصویر اور فوٹو زندگی کے جزو بن گئے، دنیا کی کوئی چیز اس سے خالی نہ رہی، عوام وخواص سبھی اس میں مبتلا ہوگئے۔ ہندوستان، پاکستان اور خصوصاً عرب ممالک کے بڑے بڑے علما، فضلا، ارباب وعمائم، سبھی کی تصاویر اخباروں اور کتابوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان میں بہت سے علما کو بغیر ان کے علم اور قصد کے فوٹو اسٹیج پر زبردستی لایا گیا ہے؛ مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ بہت سے علما خود گروپ فوٹوؤں میں کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس میں عموم وشیوع اور ابتلائے عام کا ایک طبعی تقاضا تو مایوسی اور خاموشی تھا؛ مگر دوسرا عقلی تقاضا یہ تھا کہ جس چیز کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی احادیثِ متواترہ نے حرام وناجائز قرار دیا ہے، لوگوں کو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشادات سے باخبر کرنے اور مقدور بھر اس گناہ سے بچنے کے لیے کسی کے ماننے نہ ماننے؛ بل

کہ طعنے اور فقرے کسنے کی پروا کیے بغیر پوری جد و جہد کی جائے، جو عقل و شرع کا تقاضا ہے؛ کیوں کہ وبائی بیماری کے عام ہو جانے کے وقت اگر حفظِ ماتقدم کے متعلق ساری ڈاکٹری تدبیریں فیل ہو جائیں اور وبائے عام پھیل جائے، تو کسی عقل مند کے نزدیک ڈاکٹر کا اس وقت یہ کام نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اب لوگوں کو یہ تلقین کرنے لگے کہ اس بیماری کو بیماری نہ سمجھو، نہ اس کا کوئی علاج کرو، نہ اس سے بچنے کی فکر کرو؛ بل کہ ڈاکٹر اس عمومِ وبا کے وقت بھی دوا اور علاج نہیں چھوڑتے اور ان میں بہت سے کام یاب بھی ہو جاتے ہیں۔"(۱)

لہٰذا احقر نے بھی سوچا کہ اگر اس ابتلائے عام کے دور میں جب کہ علما و مشائخ امت کا طبقہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں نظر آتا؛ بل کہ اس کی حرمت کا فتویٰ دینے والوں اور اس کی حرمت پر وعظ کہنے والوں کو زمانے سے بے خبری اور دِقیانوسی کے طعنے بھی دیے جاتے ہیں، احقاقِ حق و ابطالِ باطل اور اتمامِ حجت کے طور پر اس سلسلے میں اکابرِ امت کے فتاویٰ جمع کر کے شائع کر دیے جائیں، تو ہو سکتا ہے کہ کسی کو اس سے نفع ہو اور وہ میرے لیے ذخیرۂ آخرت بن جائے۔ ایک شاعرِ عربی نے خوب کہا ہے کہ

عَلَى الْمَرْءِ أَنْ يَسْعٰى لِمَا فِيْهِ نَفْعُهٗ
وَ لَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يُسَاعِدَهُ الدَّهْرُ

(آدمی کے ذمہ تو یہ ہے کہ جس میں نفع ہے، اس کی کوشش کرے، اس کے ذمہ یہ نہیں ہے کہ زمانے والے بھی اس کا ساتھ دیں)

چناں چہ اس رسالے کو میرے فقہی رسائل کے مجموعے "نفائس الفقہ" میں شاملِ اشاعت کر دیا گیا تھا؛ مگر اب ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کی اشاعت علاحدہ

(۱) "التصویر لأحکام التصویر" مندرجہ، جواہر الفقہ: ۳/ ۱۷۲

رسالے کی صورت میں بھی ہونا چاہیے اور ساتھ ہی یہ بھی خیال ہوا کہ عرب ومصر کے علما کے ساتھ ہندو پاک کے معروف اکابر علما واہلِ افتا بزرگان کے فتاویٰ بھی جمع کردئے جائیں، تو یہ ایک دستاویزی رسالہ ہو جائے گا؛ لیکن احقر کو اپنی مصروفیات کی بنا پر اس کام کے لیے وقت نکالنے کی گنجائش نہیں مل رہی تھی؛ لہٰذا احقر نے اپنے عزیز ''مولوی محمد یاسین حفظہ اللہ تعالیٰ''، مدرس جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور کو یہ کام سپرد کیا کہ وہ اس سلسلے میں ہندو پاک کے علما کے فتاویٰ جمع کردیں۔ ماشاء اللہ تعالیٰ عزیزِ گرامی نے اس سلسلے میں محنتِ شاقہ اٹھائی اور اس کام کو بہ خوبی انجام دیا، اللہ ان کو جزائے خیر عطا کرے۔

لہٰذا اب اس کو ''حرمتِ تصویر- علمائے عرب وعجم کے فتاویٰ'' کے نام سے شائع کیا جارہا ہے، اللہ کرے کہ اس سے غلط فہمیاں دور ہوں اور لوگ حق کی جانب رجوع کریں اور بالخصوص گناہوں سے باز آنے میں پیش قدمی کریں اور حق کے واضح ہونے پر اس کو قبول کریں۔

فقط

خادم العلم والعلما

احقر محمد شعیب اللہ خان

۲۶/ جمادی الاخری/ ۱۴۳۲ ہجری

مطابق یکم جون/ ۲۰۱۱ء

4

عکسی تصویر حرام ہے!

یہ بات ذہن میں رہے کہ اگرچہ بعض علمائے مصر وعرب کی جانب سے شمسی تصویر کے جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے؛ مگر یہ وہاں کے تمام علما کا یا جمہور علما کا فتوی نہیں ہے؛ بل کہ وہاں کے بھی جمہور علما کا فتویٰ یہی ہے کہ یہ ناجائز ہے؛ لہٰذا آگے بڑھنے سے پہلے خود وہاں کے علما کی اس سلسلے میں تصریح ملاحظہ فرمالیجیے۔

"اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء" سعودی حکومت کی جانب سے قائم کردہ ایک دارالافتا اور علمی مسائل کی تحقیق کا ایک بڑا ومعتبر مرکز ہے، جس کے صدر الشیخ علامہ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ تھے اور متعدد حضراتِ علما ومفتیان اس میں تحقیق وافتا کے کام پر مامور ہیں اسی "اللجنة الدائمة" نے ایک فتوے میں کہا کہ

> "القول الصحيح الذي دلت عليه الأدلة الشرعية وعليه جماهير العلماء: أن أدلة تحريم تصوير ذوات الأرواح تضم التصوير الفوتوغرافي واليدوي، مجسما أو غير مجسم، لعموم الادلة. (۱)
>
> (صحیح قول، جس پر شرعی دلائل دلالت کرتے ہیں اور جس پر جمہور علما قائم ہیں، یہ ہے کہ جان دار چیزوں کی تصویر کی حرمت کے دلائل فوٹوگرافی کی تصویر اور ہاتھ سے بنائی جانے والی تصاویر سبھی کو شامل ہیں، خواہ وہ مجسم ہو یا غیر مجسم ہو، دلائل کے عام ہونے کی وجہ سے)

---

(۱) فتاویٰ الإسلامية: ۳۵۵/۴

اس سے معلوم ہوا کہ عرب کے جمہور علما کا فتویٰ یہی ہے کہ شمسی تصویر حرام ہے اور تصویر کی حرمت کا حکم اس کو بھی شامل ہے؛ لہٰذا جو لوگ یہ سمجھتے یا سمجھاتے ہیں کہ عرب کے علما شمسی تصویر کے جواز کے قائل ہیں ، یہ یا تو غلط فہمی ہے یا دھوکہ بازی ہے؛ کیوں کہ چند علما کا فتویٰ سبھی کا فتویٰ نہیں ہوجاتا اور اتباع تو جمہور کی کرنی چاہیے، بالخصوص اس وقت جب کہ ان چند علما کے اس فتوے کو جمہور علما نے رد بھی کر دیا ہو۔

اس کے بعد ہم عرب و مصر وغیرہ کے اہم و معروف علما کے اس سلسلے میں فتاویٰ نقل کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کا ترجمہ بھی کرتے ہیں، تاکہ حق واضح ہوجائے۔

شیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ

(۱) عالمِ اسلام کے معروف مفتی اور سعودی عرب کے عظیم فقیہ، شیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ ، جو اپنے علم و تقوے کے لحاظ سے ایک مستند شخصیت مانے جاتے ہیں، ان سے کسی نے پوچھا کہ ان تصاویر کا کیا حکم ہے، جن میں آج عام ابتلا ہے اور لوگ اس میں منہمک ہیں؟ شیخ نے اس کا جواب بہت تفصیل سے دیا ہے، اس جواب کے شروع میں فرماتے ہیں کہ

"فقدجائت الأحاديث الكثيرة عن النبي صلى الله عليه وسلم في الصحاح والمسانيد والسنن دالةً علىٰ تحريم تصوير كل ذي روح ،آدمياً كان أو غيره"

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحاح ، و مسانید و سنن کی کتابوں میں بہت سی احادیث ہر جان دار کی تصویر کی حرمت پر دلالت کرنے والی آئی ہیں، چاہے وہ آدمی ہو یا کوئی اور چیز)

اس کے بعد اس کے دلائل ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ

"وبما ذكرنا في هذا الجواب من الأحاديث وكلام أهل العلم يتبين لمريد الحق أن توسع الناس في تصوير ذوات الأرواح في الكتب والمجلات والجرائد والرسائل خطأً بين ومعصية ظاهرة"(۱)

(ہم نے جواب میں جواحادیث اوراہلِ علم کا کلام نقل کیا ہے، اس سے حق کے متلاشی پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لوگ جو کتابوں،مجلوں،رسالوں اور جریدوں میں جان دار کی تصویر کے سلسلے میں وسعت برت رہے ہیں، یہ واضح غلطی اور کھلا ہوا گناہ ہے)

(۲) ایک اور فتوے میں شیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

" لا ریب أن إخراج المجلات والصحف اليومية وغيرها بدون تصوير، هوالواجب ؛ لأن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لعن المصورين وأخبر أنهم أشد الناس عذاباً يوم القيامة ،وهذا يعم التصوير الشمسي والتصوير الذي لهٗ ظل ،ومن فرَّق فليس عنده دليل علىٰ التفرقة "(۲)

(بیشک مجلّات اور روز نامے وغیرہ کا بغیر تصویر کے شائع کرنا ہی واجب ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر لینے والوں پر لعنت کی ہے اور یہ خبر دی ہے کہ وہ لوگ قیامت کے دن سب لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب میں ہوں گے اور یہ وعید شمسی تصویر اور اس تصویر کو،جس کا سایہ ہوتا ہے، عام ہے اور جو شخص ان دونوں میں فرق کرتا ہے،اس کے پاس اس فرق کی کوئی دلیل نہیں ہے)

---

(۱) فتاویٰ الشیخ ابن باز: ۴/۱۷۹-۸۹

(۲) فتاویٰ شیخ ابن باز: ۵/۱۳۳

(۳) ایک صاحب نے ایک کتاب لکھی، جس میں انھوں نے شمسی تصویر کو آئینہ میں پڑنے والے عکس کے برابر قرار دیا؛ اس کتاب پر الشیخ عبد العزیز ابن باز رحمہ اللہ نے رد کیا اور ان صاحب کے قیاس کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ

"ویقال لهٔ أیضاً : لقد أخطأت في التسوية والقياس من وجهين: أحدهما أن الصورة الشمسية لا تشبه الصورة في المرآة لأن الصورة الشمسية لا تزول عن محلها والفتنة بها قائمة ، وأما الصورة فيالمرآة فهي غير ثابتة تزول بزوال المقابل لهاوهذافرق واضح لا يمتري فيه عاقل . والثاني أن النص عن المعصوم صلی اللہ علیہ وسلم جاء بتحريم الصور مطلقاً و نص على تحريم ما هو من جنس الصورة الشمسية كالصورة في الثياب والحيطان" (۱)

(ان صاحب سے کہا جائے گا کہ تم نے دونوں (شمسی تصویر و آئینے کے عکس) کو برابر قرار دینے اور اس قیاس میں دو وجہ سے غلطی کی ہے :ایک اس لیے کہ شمسی تصویر آئینے کی تصویر کے مشابہ نہیں ہوتی؛ کیوں کہ شمسی تصویر اپنے محل سے زائل نہیں ہوتی اور فتنہ اس شمسی تصویر کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور رہی آئینے کی تصویر، تو وہ غیر پائے دار، زائل ہونے والی ہوتی ہے، جو مقابل کی چیز کے زائل ہونے سے زائل ہو جاتی ہے، یہ ایسا واضح فرق ہے جس میں کسی عاقل کو شبہ نہیں ہوسکتا اور دوسرے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نص وارد ہے، وہ مطلقاً تصویر کی حرمت بیان کرتی ہیں اور اس نے تصویر شمسی جیسی تصویر

(۱) فتاویٰ الشیخ بن باز: ۱۸۸/۳

کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے جیسے کپڑے اور دیوار کے اوپر کی تصویر)

شیخ علامہ عبداللہ بن عقیل رحمہ اللہ کا فتویٰ

شیخ علامہ عبداللہ بن عقیل رحمہ اللہ، جو ملک عبدالعزیز کے زمانے میں ریاض میں عہدۂ قضاوافتا پر مامور رہے، اور بہت بڑے علامہ مانے جاتے تھے، ان سے سوال کیا گیا کہ مجسمے کی تصویر اور شمسی تصویر میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ

"وهٰذا يعم تصوير كل مخلوق من ذوات الأرواح من آدميين وغيرهم ، ولا فرق أن تكون الصورة مجسدةً أوغيرَ مجسدةٍ،وسواء أُخِذَتْ بالآلة أو بالأصباغ والنقوش أو غيرها لعموم الأحاديث،ومن زعم أن الصورة الشمسية لا تدخل في عموم النهي ، وأن النهي مختصٌّ بالصورة المجسمة وبما له ظل؛ فهذا تفريق بغير دليل، لأن الأحاديث عامة في هذا،ولم يفرق بين صورة و صورة، وقد صرح العلماء بأن النهي عام للصور الشمسية وغيرها كالإمام النووي و الحافظ ابن حجر وغيرهما" (۱)

(یہ حرمت کا حکم ہر جان دار مخلوق کی تصویر کو عام ہے؛ خواہ وہ انسان ہو یا کوئی اور مخلوق اور احادیث کے عموم کی وجہ سے اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ ہو اور خواہ وہ کسی آلے سے لی گئی ہو یا رنگوں یا نقش وغیرہ سے بنائی گئی ہو، سب کا حکم ایک ہے اور جس نے یہ خیال کیا کہ شمسی تصویر منع کے حکم میں داخل نہیں اور یہ کہ منع ہونا مجسم

(۱) فتاویٰ الشیخ عبد اللہ بن عقیل: ۵۵۰/۲

صورت اور سایہ دار چیزوں کی تصویر کے ساتھ خاص ہے، تو یہ تفریق بغیر دلیل ہے؛ کیوں کہ احادیث اس سلسلے میں عام ہیں، جو ایک قسم اور دوسری قسم میں کوئی فرق نہیں کرتیں اور علما جیسے امام نووی اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ منع کا حکم شمسی وغیر شمسی تصویر سب کو شامل ہے)

شیخ علامہ عبدالرزاق العفیفی رحمہ اللہ کا فتویٰ

شیخ علامہ عبد الرزاق العفیفی رحمہ اللہ جو کبھی مصر کی معروف یونیورسٹی "جامعة الأزهر" میں استاذ تھے اور بعد میں سعودی حکومت میں "اللجنة الدائمة" میں مفتی کے عہدے پر فائز رہے، انھوں نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ

" أما التصوير الشمسي لذوات الأرواح فهو محرم وممنوع لأن فيه مضاهاة لخلق الله ، ولأن فاعله من أظلم الناس. (۱)

(رہی جان دار کی شمسی تصویر، تو وہ حرام وممنوع ہے؛ کیوں کہ اس میں اللہ کی تخلیق سے مشابہت ونقالی ہے اور اس لیے بھی کہ اس کام کو انجام دینے والا ظالم لوگوں میں سے ہے)

علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ کا فتویٰ

سعودی عرب کے قاضی القضاۃ ومفتی، علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ جو سعودی عرب میں مختلف بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے، وہاں کے مفتی بھی رہے، قاضی القضاۃ بھی رہے، "الجامعة الاسلامية مدينة" کے رئیس بھی رہے اور "رابطۂ عالم اسلامی" کے صدر بھی رہے، ان کے فتاویٰ شاہ فیصل

(۱) فتاویٰ الشيخ عبد الرزاق العفيفي: ۲۱۱

رحمۃ اللہ کے حکم پر جمع کیے گئے ہیں۔ ان کے فتاویٰ سے یہاں چند فتاویٰ نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱) ان سے ایک سوال اس سلسلے میں کیا گیا، تو انھوں نے اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ

” فإن التصوير الشمسي، وإن لم يكن مثل المجسّد من كل وجه ؛ فهو مثله في علة المنع ، وهي إبراز الصورة في الخارج بالنسبة إلى المنظر، ولهٰذا يوجد في كثير من المصورات الشمسية ما هو أبدع في حكاية المصور حيث يقال : هٰذه صورة فلان طبق الأصل . وإلحاق الشيء بالشيء لا يشترط المساواة من كل وجه كما هو معلوم . وهذا لو لم تكن الأحاديث ظاهرةً في التسوية بينهما ، فكيف وقد جائتْ أحاديثُ عديدةٌ واضحةُ الدلالة في المقام.وقد زعم بعض مجيزي التصوير الشمسي أنه نظير ظهور الوجه في المرآة و نحوها من الصقيلات ، و هذا فاسد ؛ فإن ظهور الوجه في المرآة ونحوها شيء غير مستقر، وإنما يُرٰى بشرط بقاء المقابلة، فإذا فَقَدَتِ المقابلة فَقَدَ ظهورُ الصورة في المرآة ونحوها بخلاف الصورة الشمسية ؛ فإنها باقية في الأوراق و نحوها مستقرةً فإلحاقها بالصورة المنقوشة باليد أظهر وأوضح وأصح من إلحاقها بظهور الصورة في المرآة ونحوها ؛ فإن الصورة الشمسية وبدوّ الصورة في

الأجرام الصقيلة ونحوها يفترقان في أمرين :أحدهما الاستقرار والبقاء ، والثاني: حصول الصورة عن عمل و معالجة" (۱)

(تصویرِ شمسی اگر چہ کہ ہر لحاظ سے مجسمے کی طرح نہیں ہے؛ لیکن منع کی علت میں اس کے مشابہ ہے اور وہ علت منظر کے لحاظ سے خارج میں صورت کا ظاہر کرنا ہے، اسی وجہ سے بہت سی شمسی تصاویر میں آدمی کی نقل بہت ہی عمدہ نظر آتی ہے، جس کی وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اصل کے مطابق فلاں کی صورت ہے اور جیسا کہ معلوم ہے، ایک چیز کو دوسری چیز سے لاحق کرنے میں تمام اعتبارات سے برابر ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ یہ بات تو اس صورت میں ہے جب کہ احادیث دونوں قسم کی تصاویر کے مابین برابری ہونے میں ظاہر نہ ہوں؛ پھر کیا خیال ہے؛ جب کہ متعدد احادیث اس مقام میں واضح الدلالت بھی وارد ہوئی ہیں؟ اور بعض شمسی تصویر کو جائز کہنے والوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ یہ شمسی تصویر آئینہ وغیرہ صاف و شفاف چیزوں میں دکھائی دینے والے چہرہ کی طرح ہے اور یہ بات فاسد ہے؛ کیوں کہ آئینہ وغیرہ میں چہرے کا دکھائی دینا ایک غیر مستقر چیز ہے، اس میں اس وقت دکھائی دیتا ہے، جب کہ ایک دوسرے کے مقابل ہوں اور جب ایک دوسرے میں تقابل نہ رہے، تو یہ دکھائی دینا بھی ختم ہو جاتا ہے، بخلاف شمسی تصویر کے کہ وہ اوراق وغیرہ پر قائم رہ جاتی ہے، لہذا اس کو ہاتھ سے نقش کی ہوئی تصویر سے ملحق قرار دینا بنسبت آئینہ کی تصویر کے زیادہ ظاہر وواضح

(۱)فتاویٰ و رسائل الشيخ محمد بن ابراهيم: ۱۳۱/۱

اوراصح ہے؛ کیوں کہ شمسی تصویر اور شفاف چیزوں میں اجسام کے ظاہر ہونے میں دو طرح فرق ہے؛ ایک: استقرار و بقا میں اور دوسرے: عمل وکام سے تصویر کے حاصل ہونے میں)

(۲) مفتی علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رَحِمَہُ اللہُ نے ایک اور موقعے پر لکھا ہے:

"وهٰذا يعم تصوير كل مخلوق من ذوات الأرواح من آدميين وغيرهم ، ولا فرق أن تكون الصورة مجسدةً أو غيرَ مجسدةٍ ، وسواء أُخِذَتْ بالآلة أو بالأصباغ والنقوش أو غيرها ، لعموم الأحاديث. و من زعم أن الصورة الشمسية لا تدخل في عموم النهي ، وأن النهي مختصٌّ بالصورة المجسمة وبما لهٗ ظل فزعمه باطل؛ لأن الأحاديث عامة في هٰذا ، ولم تفرق بين صورة و صورة وقد صرح العلماء بأن النهي عام للصور الشمسية وغيرها كالإمام النووي والحافظ ابن حجر رحمهما الله وغيرهما . (۱)

(یہ حرمت کا حکم ہر جان دار مخلوق کی تصویر کو عام ہے؛ خواہ وہ انسان ہو یا کوئی اور مخلوق اور احادیث کے عموم کی وجہ سے اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ ہو اور خواہ وہ کسی آلے سے لی گئی ہو یا رنگوں یا نقش وغیرہ سے بنائی گئی ہو، سب کا حکم ایک ہے اور جس نے یہ خیال کیا کہ شمسی تصویر منع کے حکم میں داخل نہیں اور یہ کہ منع ہونا مجسم صورت اور سایہ دار چیزوں کی تصویر کے ساتھ خاص ہے، تو اس کا خیال باطل ہے؛ کیوں کہ احادیث اس سلسلے میں عام ہیں، جو ایک قسم اور

(۱) فتاویٰ و رسائل شیخ محمد بن ابراهیم: ۱/۱۳۴

دوسری قسم میں کوئی فرق نہیں کرتیں اور علما جیسے امام نووی اور حافظ ابن حجر رحمہا اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ منع کا حکم شمسی وغیر شمسی تصویر سب کو شامل ہے)

(۳) ایک اور جگہ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

" الصور هي أحد ما لا يصح بيعه ، سواء المأخوذة بالشمسية هذه، أو نسج .ولا منفعة فيها إلا مطالعة الصور، فحرم اللّٰه التصوير، وإبقاء ه واستعماله ، فلا يجوز ذلک"(۱)

(تصاویر ان چیزوں میں سے ایک ہیں، جن کی خرید وفروخت صحیح نہیں، خواہ وہ کیمرے سے لی گئی ہو یا بنی گئی ہو اور اس میں کوئی فائدہ نہیں، سوائے اس کے کہ اس کو دیکھا جائے ؛ چناں چہ اللہ نے تصویر لینے کو، اس کے باقی رکھنے کو اور اس کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے؛ لہٰذا یہ جائز نہیں ہے)

(۴) ایک اور موقعے پر آپ نے لکھا ہے کہ

"الصور سواء مما يمسک باليد وله ظل أو المأخوذا ت بالآلة أو بالصبغ أو بالخياطة كلها جميعا داخلة في التغليظ في التصوير الوارد في الأحاديث، والتصوير الشمسي أبلغ في المضاهاة"(۲)

(تصاویر خواہ وہ ہاتھ سے بنائی جائیں اور ان کا سایہ ہو یا آلے سے لی جائیں یا رنگ سے یا سیون سے بنائی جائیں سب کی سب تصویر

(۱) فتاویٰ ورسائل محمد بن ابراهيم: ۳/۷

(۲) فتاوی ورسائل محمد بن ابراهيم: ۱۲۵/۸

کی حرمت میں داخل ہیں، جو احادیث میں وارد ہوئی ہے اور شمسی تصویر تو اللہ کی تخلیق میں مشابہت میں اور بڑھی ہوئی ہے)

علمائے ''اللجنة الدائمة'' کے فتاویٰ

''اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الإفتاء'' سعودی حکومت کی جانب سے قائم کردہ ایک دارالافتا اور علمی مسائل کی تحقیق کا ایک بڑا و معتبر مرکز ہے، جس کا ذکر ہم نے ابتدا میں کیا ہے، اس ''اللجنة الدائمة'' سے بھی متعدد فتاویٰ میں یہی بات بار بار اور پوری شدت کے ساتھ کہی گئی ہے، میں یہاں '' فتاویٰ اللجنة الدائمة'' سے اس سلسلے کے چند فتاویٰ نقل کرتا ہوں۔

(۱) ''اللجنة الدائمة'' سے ایک سوال کیا گیا ہے، جس میں سائل نے شیخ عبدالعزیز بن باز سے پوچھا ہے کہ فوٹو گرافی کی تصویرِ شمسی، کیا ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویر کے حکم میں داخل ہے؟ جب کہ بعض نے کہا ہے کہ اس میں صرف ایک بٹن دبانا ہوتا ہے اور ہاتھ سے کوئی کام نہیں ہوتا؛ لہٰذا جائز ہے۔ اور اس شخص نے کویت کے ایک رسالہ میں آپ کی تصویر بھی چھپی ہوئی دکھائی، تو کیا ہم اس کو دلیلِ جواز سمجھیں؟ اور متحرک تصاویر جیسے ٹیلی ویژن کی تصویر دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں ''اللجنة الدائمة'' نے کہا کہ

''التصوير الفوتوغرافي الشمسي من أنواع التصوير المحرّم، فهو والتصوير عن طريق النسيج والصبغ بالألوان والصور المجسّمة سواءٌ في الحكم . والاختلاف في وسيلة التصوير وآلته لا يقتضي اختلا فاً في الحكم . وظهور صورتي في مجلتي ''المجتمع'' و''الاعتصام'' مع

فتواي في أحكام الصيام ليس دليلاً على إجازتي التصويرَ، ولا على رضاي به فإني لاأعلم بتصويرهم لي"(١)

(شمسی تصویر بھی حرام تصویروں کی ایک قسم ہے، پس یہ تصویر اور بُنی جانے والی اور رنگی جانے والی اور ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویر سب برابر ہے۔ تصویر سازی کے وسیلے اور آلے کا مختلف ہونا، حکم کے مختلف ہونے کا تقاضا نہیں کرتا۔ اور میری کتاب ''احکام الصیام'' میں حرمت کے فتوے کے باوجود میری تصویر کا مجلّہ "المجتمع" اور "الإعتصام" میں شائع ہونا، اس بات کی دلیل نہیں کہ میں نے اجازت دی ہے یا میں اس سے راضی ہوں؛ کیوں کہ مجھے ان کے تصویر لینے کا کوئی علم ہی نہیں ہے)

(٢)" فتاویٰ اللجنة الدائمة "میں ایک سوال کے جواب میں کہا گیا ہے اور اس فتوے پر چار حضرات علما کے دستخط ہیں: شیخ علامہ عبدالعزیز ابن باز، شیخ عبدالرزاق عفیفی، شیخ عبداللہ بن غدیان اور شیخ عبداللہ بن قعود رَحِمَهُمُ اللهُ فتوے میں ہے کہ

"وليس التصوير الشمسي مجرد انطباع ، بل عمل بآلة ينشأ عنه الانطباع ، فهو مضاهاة لخلق الله بهٰذهٖ الصناعة الآلية ، ثم النهي عن التصوير عام ، لما فيه من مضاهاة خلق الله ، والخطر على العقيدة والأخلاق ، دون نظر إلىٰ الآلة والطريقة التي يكون بها التصوير"(٢)

(شمسی تصویر محض عکس نہیں ہے؛ بل کہ آلے کے واسطے سے ایک عمل ہے، جس سے عکس پیدا ہوتا ہے؛ لہٰذا وہ بھی اس آلے کی فن کاری

(١) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ١/٤٦٣، رقم الفتویٰ: ٣٣٢٤

(٢) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ١/٤٦٦ رقم الفتویٰ: ٤٥١٣

کے ذریعے اللہ کی تخلیق کی نقالی ہے؛ پھر یہ تصویر کا ممنوع ہونا سب صورتوں کو عام ہے ؛ کیوں کہ اس میں آلہ وطریقہ جس سے تصویر لی جارہی ہے، اس سے قطع نظر تخلیق خداوندی کی مشابہت اور عقیدے واخلاق پر خطرہ پایا جاتا ہے)

(۳)" اللجنة الدائمة" کے مفتیان سے سوال کیا گیا کہ چند دوستوں میں شمسی تصویر لینے اور اس کو رکھنے کے بارے میں اختلاف ہوگیا اور کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے؛ لہٰذا آپ بتائیں کہ اس کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب فاضل مفتیان نے یہ لکھا ہے کہ

"التصوير الشمسي للأحياء من إنسان أو حيوان والاحتفاظ بهذه الصور حرام ؛ بل هو من الكبائر،لما ورد في ذلک من الأحاديث الصحيحة المتضمنة للوعيد الشديد والمنذرة بالعذاب الأليم للمصورين ومن اقتنى هذه الصور ، ولما فيذلک من التشبه بالله في خلقه للأحياء؛ولأنه قد يكون ذريعةً إلىٰ الشرک كصور العظماء والصالحين أو باباً من أبواب الفتنة كصور الجميلات والممثلين والممثلات والكاسيات العاريات"(۱)

(انسان وحیوان وغیرہ جان دار چیزوں کی شمسی وعکسی تصویر لینا اور ان کو باقی رکھنا حرام ہے؛ بل کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے ، ان احادیثِ صحیحہ کی وجہ سے، جو تصویر کشی کرنے والوں کو سخت وعید اور دردناک عذاب کی دھمکی پر مشتمل ہیں اور اس لیے کہ اس میں اللہ کے ساتھ زندوں کو پیدا کرنے میں تشبہ ہے اور اس لیے کہ یہ شرک کا ذریعہ ہے، جیسے بڑے لوگوں اور صالحین کی تصویروں میں ہوتا ہے اور یہ فتنے

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة :۴۵۹/۱،رقم الفتوىٰ: ۱۹۷۸

کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جیسے خوبصورت عورتوں اور فلم ایکٹروں اور ایکٹرس اور نیم عریاں عورتوں کی تصویروں میں ہوتا ہے)

(۴)" اللجنة الدائمة" سے ایک صاحب نے سوال کیا ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تصویر بنانے والوں پر لعنت کی ہے؛ لیکن یہ تصویر بنانے والے کون ہیں؟ کیا وہ لوگ مراد ہیں، جو مجسمے بناتے ہیں یا وہ بھی، جو فوٹو گرافی کی تصویر لیتے ہیں؟ اس کا جواب " اللجنة الدائمة" کی جانب سے یہ دیا ہے کہ

" تصوير ذوات الأرواح حرام ، سواء كان تصويراً مجسماً أو شمسياً أو نقشاً بيد أو آلة لعموم أدلة تحريم التصوير".(۱)

(حرمتِ تصویر کے دلائل کے عام ہونے کی وجہ سے جان دار چیزوں کی تصویر حرام ہے، چاہے وہ مجسمے کی تصویر ہو یا عکسی تصویر ہو یا ہاتھ یا کسی آلے سے نقش کی ہوئی ہو)

(۵) "اللجنة الدائمة " سے ایک سوال یہ کیا گیا ہے کہ مصوِّرین (واو کے زیر کے ساتھ، یعنی تصویر بنانے والوں) پر لعنت تو وارد ہوئی ہے، کیا مصوَّرین (واو کے زبر کے ساتھ، یعنی جن کی تصویر لی جائے ان) پر بھی کسی خاص دلیل میں لعنت وارد ہے؟ تو اس سوال کا جواب یہ دیا کہ

"كما أن الأدلة وردت في لعن المصورين و توعدهم بالنار في الدار الآخرة ، فكذلك الذي يقدّم نفسَه من أجل أخذ صورة لها داخل في ذلك ، ولا يدخل في ذلك من اقتضت الضرورة أن يأخذ صورةً له"(۲)

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة:۴۶۲/۱، رقم: ۳۲۴۷

(۲) فتاویٰ الجنة الدائمة :۴۷۰/۱،رقم الفتوی:۲۲۲

(جس طرح دلائل تصویر بنانے والوں پر لعنت اوران کوآخرت میں دوزخ کی آگ کی دھمکی کے سلسلے میں وارد ہیں، اسی طرح جوشخص اپنی تصویر لینے کے لیے خود کو پیش کرتا ہے، وہ بھی اس میں داخل ہے، ہاں! وہ اس میں داخل نہیں، جسے تصویر لینے کی ضرورت پیش آئی ہو)

(٦)"اللجنة الدائمة" سے سوال کیا گیا کہ "درسی کتابوں میں جوتوضیح وتفہیم کے لیے تصویر ہوتی ہے، اسی طرح علمی کتابوں، مجلّات ورسائل میں جو تصاویر ہوتی ہیں، جن کا ہونا توضیح وتفہیم کے لیے ضروری ہوتا ہے، ان کا کیا حکم ہے؟" "اللجنة الدائمة" کے علما کا جواب یہ تھا کہ

"تصوير ذوات الأرواح حرام مطلقاً، لعموم الأحاديث التي وردت في ذلک ، وليست ضرورية للتوضيح في الدراسة ؛ بل هي من الأمورالكمالية ، لزيادة الإيضاح ، وهناک غيرها من وسائل الإيضاح يمكن الاستغناء بها عن الصور في تفهيم الطلاب والقراء ، وقد مضىٰ على الناس قرون وهم في غنىً عنها في التعليم والإيضاح ، وصاروا مع ذلک أقوى منّا علماً وأكثر تحصيلاً وما ضرّهم ترک الصور في دراستهم !!"(۱)

(جان دار کی تصویر مطلقاً حرام ہے، ان احادیث کے عموم کی وجہ سے، جو اس بارے میں آئی ہیں اور یہ تصاویر تعلیم کے لیے کوئی ضروری نہیں ہیں؛ بل کہ محض زیادہ وضاحت کی وجہ سے امورِکمال میں سے ہو سکتے ہیں اور یہاں ان کے علاوہ توضیح وتفہیم کے دوسرے وسائل بھی

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱/۴۸۰، رقم الفتویٰ: ۹۳۴۹

موجود ہیں، جن کے ذریعے طالب علموں اور پڑھنے والوں کو سمجھانے کا کام لے کر تصاویر سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ اور لوگوں پر کئی زمانے ایسے گزرے ہیں کہ وہ تعلیم و تفہیم میں ان تصاویر سے مستغنی تھے اور اس کے باوجود علم میں ہم سے زیادہ قوی اور تحصیل میں ہم سے زیادہ وسیع رہے اور ان کو تصاویر کا ترک کرنا کچھ نقصان نہیں دیا!!)

(۷) ایک سوال کے جواب میں "اللجنة الدائمة" کے علما و مفتیان حضرات نے لکھا ہے:

" تصوير الأحياء حرام ؛ بل من كبائر الذنوب، سواء اتخذ المصوِّر ذٰلک مهنةً له أم لم يتخذ مهنةً ، و سواء كان التصوير نقشاً أم رسماً بالقلم و نحوه أم عكساً بالكامير أو نحوها من الآلات ، أم نحتاً لأحجار و نحوها ، و سواء كان ذٰلک للذكرى أم لغيرها "(۱)

(جان دار کی تصویر حرام ہے؛ بل کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، خواہ تصویر لینے والے نے اس کام کو پیشہ بنالیا ہو یا وہ پیشہ نہ بنایا ہو اور خواہ وہ تصویر نقش ہو یا قلم وغیرہ سے بنائی ہو یا کیمرے وغیرہ آلات سے لیا ہوا عکس ہو یا درختوں وغیرہ کو کاٹ کر بنایا ہو؛ پھر وہ برائے یادداشت ہو یا کسی اور وجہ سے لی گئی ہو)

(۸) "اللجنة الدائمة" سے سوال کیا گیا کہ "برطانیہ میں بعض علما حالت جماعت میں نمازیوں کی اور قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے بچوں کی تصویریں لینے کے قائل ہیں؛ کیوں کہ ان تصاویر کو جب مجلّات و جرائد میں نشر کیا جاتا ہے، تو

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱/۴۸۴، رقم الفتویٰ: ۲۳۹۶

غیر مسلم اس سے متأثر ہوتے اور اسلام اور مسلمانوں کو جاننے میں رغبت کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں مفتیان کرام نے لکھا ہے:

”تصوير ذوات الأرواح حرام ، سواء كانت الصور لإنسان أم حيوان آخر ، وسواء كانت لمصلّ أم قارئ قرآن أم غيرهما ، لما ثبت في تحريم ذلک من الأحاديث الصحيحة ، ولا يجوز نشر الصور في الجرائد والمجلا ت والرسائل ، ولو كانت المصلين أو المتوضئين أو قراء ة القرآن رجاءَ نشر الاسلام والترغيب في معرفته والدخول فيه ؛ لأنه لا يجوز اتخاذ المحرمات وسيلة البلاغ و نشر الاسلام ، ووسائل البلاغ المشروعة كثيرة فلا يعدل عنها إلى غيرها مما حرمه الله . والواقع من التصوير في الدول الاسلامية ليس حُجةً علیٰ جوازه ؛ بل ذلک منكر للأدلة الصحيحة في ذلک ، فينبغي انكار التصوير عملاً بالأدلة“ (۱)

(جان دار کی تصویر حرام ہے؛ خواہ وہ انسان کی ہو یا کسی اور جان دار کی اور خواہ وہ کسی مُصلی کی ہو یا قاریٔ قرآن کی یا ان کے علاوہ کسی اور کی؛ کیوں کہ اس کی حرمت کے بارے میں احادیثِ صحیحہ ثابت ہیں اور اسلام کی نشر و اشاعت اور غیروں کے اسلام کی جانب رغبت یا اس میں داخل ہونے کی امید پر تصاویر کا جرائد و رسائل میں شائع کرنا بھی جائز نہیں، اگر چہ کہ وہ نماز پڑھنے والوں کی یا وضو کرنے والوں یا قرآن پڑھنے والوں کی تصاویر ہوں؛ کیوں کہ حرام چیزوں کو اسلام کی تبلیغ و

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة :۱/۴۸۶-۴۸۷، رقم:۲۹۲۲

اشاعت کا ذریعہ بنانا جائز نہیں، جب کہ مشروع وسائلِ تبلیغ ودعوت بھی بہت سے موجود ہیں، تو ان وسائل کو جنھیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے، اختیار کر کے مُباح وسائل سے اعراض نہیں کیا جا سکتا اور رہا عرب ممالک میں تصویر کا رواج، تو یہ اس کے جواز پر حجت نہیں ہے؛ بل کہ یہ دلائلِ صحیحہ کی وجہ سے منکر ہے اور تصویر پر انکار ونکیر دلائل پر عمل کرتے ہوئے ضروری ہے)

(۹)"اللجنة الدائمة" سے ایک سوال میں پوچھا گیا کہ کلاسیکی وفنی تصویریں بنانے کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں حضرات علمائے "اللجنة الدائمة" نے اپنے فتوے میں کہا ہے کہ

"مدار التحريم في التصوير كونه تصويراً لذوات الأرواح، سواءٌ كان نحتاً أم تلويناً في جدار أو قماش أو ورق، أم كان نسيجاً ، و سواءٌ كان بريشةٍ أم قلم أم بجهاز وسواء كان للشيء على طبيعته أم دَخَلَهُ الخيالُ ، فصُغِّرَ أو كُبِّرَ أوجُمِّلَ أو شُوِّهَ أوجعل خطوطاً تُمَثِّلُ الهيكل العُظْمٰى، فمناط التحريم كون ما صُوِّرَ من ذوات الأرواح ولو كالصور الخيالية التي تجعل لمن يمثل القُدَامٰى من الفراعنه و قادة الحروب الصليبية و جنودها ، وكصورة عيسى و مريم عَلَيْهِمَا السَّلَام المقامتين في الكنائس"(۱)

(حرمتِ تصویر کا مدار جان دار کی تصویر ہونا ہے؛ خواہ وہ تراش کر ہو یا دیوار، کپڑے یا کاغذ پر رنگنے سے ہو، یا بُننے سے ہو اور خواہ وہ ریشے سے

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة :۱/۴۸۲، رقم:۵۰۶۸

ہو یا قلم سے یا آلے سے ہو اور خواہ وہ کسی چیز کی اصل فطرت پر بنائی جائے یا اس میں خیال کو دخل ہو اور اصل سے چھوٹی یا اس سے بڑی یا اس سے خوبصورت یا بدصورت بنائی جائے، یا لکیریں کھینچ کر اس طرح بنائی جائے کہ کسی بھاری بھرکم ہیکل کا پارٹ ادا کرے۔ الغرض! مدارِ حرمت جان دار چیزوں کی تصویر ہونا ہے، اگر چہ کہ وہ خیالیہ صورتیں ہی کیوں نہ ہوں، جو (مثلاً) فراعنہ یا صلیبی جنگوں کے قائدین اور سپاہیوں میں سے پرانے لوگوں کا پارٹ ادا کرے، یا جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام کی وہ تصاویر، جو چرچ میں نصب کی گئی ہیں)

(۱۰) فتاویٰ اللجنة الدائمة: میں ہے کہ یہ سوال کیا گیا کہ "ماحکم تصویر الصور الشمسية للحاجة أو الزينة؟ (شمسی تصویر کسی حاجت یا برائے زینت لینے کا کیا حکم ہے؟) اس کا جواب وہاں کے متعدد علما نے لکھا کہ

" تصوير الأحياء محرّم ، إلا ما دعت إليه الضرورة كالتصوير من أجل التابعية و جواز السفر، وتصوير المجرمين لضبطهم و معرفتهم ، ليقبض عليهم إذا أحدثوا جريمة ولجأوا إلى الفرار ، و نحو هذا مما لا بد منه "(۱)

(جان دار چیزوں کی تصویر حرام ہے؛ الّا یہ کہ کوئی ضرورت اس کا تقاضا کرے، جیسے شہریت اور پاسپورٹ کے لیے تصویر، یا مجرمین کو پکڑنے اور پہچاننے کے لیے ان کی تصویر لینا؛ تا کہ جرائم کے ارتکاب اور راہِ فرار اختیار کرنے پر ان کو پکڑا جا سکے، یا اس جیسے ضروری کام، جن کے بغیر چارہ نہیں)

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱/۴۵۸، رقم الفتویٰ: ۲۶۰

یہاں تک ''اللجنة الدائمة'' کے فتاویٰ میں سے دس فتاویٰ نقل کیے گئے، جن میں صاف و واضح الفاظ میں علمائے عرب نے تصویرِ عکسی کو بھی حرام و ناجائز قرار دیا ہے اور اس کو آئینے کے عکس کی طرح قرار دینے کو غلط اور قیاسِ فاسد ٹھہرایا ہے۔ اس سے روزِ روشن کی طرح یہ واضح ہے کہ وہاں کے جمہور علما بھی اسی کے قائل ہیں کہ یہ شمسی و عکسی تصویر جو کیمرے سے لی جاتی ہے، وہ بھی حرام ہے اور احادیث حرمت کے عموم میں داخل اور موجبِ لعنت و گناہ ہے۔

شیخ علامہ محمد علی الصابونی کا فتویٰ

علامہ شیخ مفسر محمد علی الصابونی جو کہ '' جامعه أم القُریٰ ، مكة المكرمة '' کے استاذ رہے ہیں اور متعدد علمی کتابوں کے مصنف ہیں، انھوں نے اپنی کتاب ''روائع البيان'' میں لکھا ہے:

''يرى بعض المتأخرين من الفقهاء أن التصوير الشمسي (الفوتوغرافي) لا يدخل في دائرة التحريم ، الذي يشمله التصوير باليد المحرم . وألحق أن التصوير الشمسي الفوتوغرافي لا يخرج عن كونه نوعاً من أنواع التصوير فما يخرج بالآلة يسمىٰ صورة ، والشخص الذي يحترف هذه الحرفة يسمىٰ في اللغة والعرف مصوراً، فهو و إن كان لايشمله النص الصريح لأنه ليس تصويراً باليد ، وليس فيه مضاهاة لخلق الله ، إلا أنه لا يخرج عن كونه ضرباً من ضروب التصوير، فينبغي أن يقتصر في الإباحة على حد الضرورة''(۱)

(۱) روائع البيان: فتنة تصوير العلماء : ۶۴-۶۵

(بعض متأخرین فقہا کی رائے ہے کہ فوٹو گرافی کی شمسی تصویر اس حرمت کے دائرے میں داخل نہیں، جس میں ہاتھ کی حرام تصویر داخل ہے؛ لیکن حق یہ ہے کہ فوٹو گرافی کی شمسی تصویر، تصویر کی ایک قسم ہونے سے خارج نہیں ہے؛ کیوں کہ جو آلے کے ذریعے تصویر نکلتی ہے، اس کو تصویر ہی کہا جاتا ہے اور جو شخص اس کا پیشہ کرتا ہے، اسے لغت اور عرف میں مصوِّر (تصویر لینے والا) کہتے ہیں، پس اس تصویر کو اگر چہ نصِ صریح شامل نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ ہاتھ کی تصویر نہیں ہے اور اس میں اللہ کی تخلیق سے مشابہت بھی نہیں ہے؛ لیکن وہ تصویر کی قسموں میں سے ایک قسم ہونے سے خارج نہیں ہے؛ لہٰذا ضرورت کی حد تک اس کی اجازت کو محدود رکھنا چاہیے)

شیخ علامہ صالح الفوزان رحمہ اللہ کا فتویٰ

سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ صالح الفوزان رحمہ اللہ، جو وہاں کے ادارے "هيئة كبار العلماء" کے رکن اور "اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء" کے ایک اہم ممبر تھے، ان کے فتاویٰ "المنتقیٰ" میں ہے کہ انھوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ

" لايجوز اقتناء الصور لذوات الأرواح إلا الصور الضرورية كصور حفيظة النفوس و البطاقة الشخصية و رخصة القيادة و ما عداها من الصور . فلا يجوز اقتناء ه للعب الأطفال أو لأجل تعليمهم ، لعمومات النهي عن التصوير و استعماله ، وهناك لعب الأطفال كثيرة من غير

الصور و هناک وسائل التعليم من غير الصور . ومن أجاز اقتناء الصور للعب الأطفال فقوله مرجوح" (۱)

(جان دار چیزوں کی تصویر لینا جائز نہیں؛ مگر یہ کہ ضرورت کی تصاویر ہوں، جیسے پیدائشی سرٹیفکیٹ، شناختی کارڈ اور ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ کی تصاویر؛ لہٰذا تصویر اور اس کے استعمال سے نہی کے عام ہونے کی وجہ سے بچوں کے کھیل اور ان کی تعلیم کے لیے تصاویر کا لینا بھی جائز نہیں اور پھر بچوں کے بغیر تصاویر کے کھلونے بھی بہت موجود ہیں اور تعلیمی وسائل بھی بے تصویر کے بہت سے ہیں اور جس نے بچوں کے کھلونوں کی تصویر کو جائز کہا اس کا قول مرجوح ہے)

شیخ صالح الفوزان سے معلوم کیا گیا کہ بچوں کے کپڑوں پر تصاویر ہوتی ہیں، کیا ان کا خریدنا اور بچوں کو پہنانا جائز ہے؟ تو آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

" لا يجوز شراء الملابس التي فيها صور ورسوم ذوات الأرواح من الآدميين أو البهائم أو الطيور ؛ لأنه يحرم التصويرواستعماله للأحاديث الصحيحة التي تنهى عن ذلک و تتوعد عليه بأشد الوعيد ، فقد لعن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم المصورين و أخبر أنهم أشد الناس عذاباً يوم القيامة ، فلا يجوز لبس الثوب الذي فيه الصورة ولا يجوز إلباسه االصبي الصغير ، والواجب شراء

(۱) المنتقى: ۳/۲۰۳

المـلابس الخالية من الصور و هي كثيرة "(۱)

(ان لباسوں کا خریدنا جائز نہیں، جن میں انسانوں یا جانوروں یا پرندوں میں سے کسی جان دار کی تصاویر اور نقشے ہوں؛ کیوں کہ تصویر لینا اور اس کا استعمال حرام ہے، ان احادیث کی وجہ سے، جو اس سے منع کرتی اور اس پر سخت وعید سناتی ہیں۔ کیوں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے تصویر لینے والوں پر لعنت کی اور خبر دی ہے کہ وہ قیامت کے دن تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب میں ہوں گے؛ لہٰذا ایسے کپڑوں کا پہننا اور چھوٹے بچوں کو پہنانا، جن میں تصویر ہو جائز نہیں، اور واجب ہے کہ تصویر سے خالی کپڑے خریدے جائیں اور ایسے کپڑے بہت ہیں)

شیخ علامہ صالح الفوزان سے پوچھا گیا کہ کیا عورت کار وغیرہ کی ڈرائیونگ کر سکتی ہے؟ تو فرمایا کہ عورت کے لیے ڈرائیونگ کرنا جائز نہیں ہے، پھر اس کی متعدد وجوہات بیان کرتے ہوئے ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ

" لأن قيادتها للسيارة تحوجها إلى طلب رخصة قيادة وهذا يحوجها إلى التصوير ، و تصوير النساء حتىٰ في هذه الحالة يحرم لما فيه من الفتنة والمحاذير العظيمة " (۲)

(کیوں کہ عورت کا کار کی ڈرائیونگ کرنا اس کو ڈرائیونگ لائسنس کا محتاج بنائے گا اور اس کے لیے تصویر کی ضرورت پڑے گی اور عورت کی تصویر اس ضروری حالت میں بھی حرام ہے؛ کیوں کہ اس میں فتنہ اور بڑے مفاسد ہیں)

---

(۱) المنتقىٰ: ۲۰۳/۳

(۲) المنتقىٰ: ۱۸۷/۵

شیخ ناصر الدین الالبانی کا فتویٰ

معروف سلفی عالم شیخ ناصر الدین الالبانی نے ایک سوال متعلقہ تصویر کے جواب میں لکھا ہے کہ

"التحريم يشمل الصورة التي ليست مجسمة ولا ظل لها لعموم قول جبريل عليه السلام: " فإنا لا ندخل بيتا فيه تماثيل" وهي الصور ، ويؤيده أن التماثيل التي كانت على القرام لا ظل لها ، ولا فرق في ذلک بين ما كان منه تطريزاً على الثوب أو كتابة على الورق أو رسما بالآلة الفوتوغرافية ؛ إذ كل ذلک صورة و تصوير ، و التفريق بين التصوير اليدوي والتصوير الفوتوغرافي -فيحرم الأول دون الثاني- ظاهرية عصرية وجمود لا يحمد" (۱)

(حرمت کا حکم اس تصویر کو بھی شامل ہے، جو مجسمہ نہیں اور جس کا سایہ نہیں ہوتا، حضرت جبریل علیہ السلام کے اس قول کی وجہ سے کہ ''ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تماثیل ہوں'' اور تماثیل تصاویر ہیں اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ وہ تماثیل، جو (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں) ایک پردے پر تھے ان کا سایہ نہیں تھا، (پھر بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا)؛ لہٰذا اس سلسلے میں کوئی فرق نہیں، اس تصویر میں جو کپڑے پر نقش ہو یا کاغذ پر لکھی ہو یا کیمرے سے بنائی ہو؛ کیوں کہ یہ سب تصویر

(۱) فتاویٰ الشيخ الألباني، جمع وترتيب: أبو سند محمد: ۱۳۰

سازی اور تصویر ہے اور ہاتھ کی تصویر اور فوٹوگرافی کی تصویر میں فرق کرنا کہ پہلی کو حرام قرار دیا جائے اور دوسری کو نہیں، یہ موجودہ دور کی ظاہر پرستی اور جمود ہے، جو کسی طرح قابلِ ستائش نہیں)

شیخ ناصر الدین البانی نے اپنے رسالہ '' آداب الزفاف'' میں بھی تصویر کشی کے مسئلے پر کلام کیا ہے، وہ شادی کے موقعے پر ہونے والے محرمات پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''ویجب علیه أن یمتنع من کل ما فیه مخالفة للشرع ، و خاصة ما اعتادهُ الناس في مثل هذه المناسبة ، حتی ظن کثیر منهم – بسبب سکوت العلماء – أن لا بأس فیها ، و أنا أنبه هنا علی أمور هامة منها : الأول : تعلیق الصور علی الجدران ،سواء کانت مجسمة أو غیر مجسمة لها ظل أو لا ظل لها ،یدویة أو فوتوغرافیة ،فإن ذلک کله لا یجوز ، و یجب علی المستطیع نزعها إن لم یستطع تمزیقها'' (۱)

(آدمی پر واجب ہے کہ ہر اس چیز سے بچے، جس میں شریعت کی مخالفت ہو اور خاص طور پر اس سے، جو لوگوں نے اس جیسی تقریبات میں عادت بنالی ہے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے علما کے خاموش رہ جانے کی وجہ سے یہ گمان کرلیا کہ ان میں کوئی حرج ومضائقہ نہیں ہے۔ میں یہاں چند اہم امور پر تنبیہ کرتا ہوں: اول: دیوار پر تصاویر لٹکانا ہے، خواہ وہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ ہو، خواہ اس کا سایہ ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ ہاتھ کی بنائی ہوئی ہو یا فوٹوگرافی کی ہو؛ کیوں کہ یہ سب کی

(۱) آداب الزفاف: ۱۱۲-۱۱۳

سب ناجائز ہیں اور طاقت رکھنے والے پر ان کو نکال دینا واجب ہے؛ اگر ان کو پھاڑنے کی طاقت نہ ہو)

پھر شیخ البانی نے اس کے حاشیے پر بہت تفصیل سے کلام کر کے، ان لوگوں کا رد کیا ہے، جو ہاتھ کی تصویر اور شمسی وعکسی تصویر میں فرق کرتے ہیں۔ یہاں ہم ان کی عبارت کے بہ جائے اس کا خلاصہ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں؛ آپ نے فرمایا کہ

بعض لوگوں نے ہاتھ کی تصویر اور شمسی تصویر میں اس گمان سے فرق کیا ہے کہ یہ شمسی تصویر انسان کا فعل نہیں ہے، اس کا فعل تو صرف یہ ہے کہ وہ سایہ کو محفوظ کرتا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک اس آلے کو بنانے والے نے جو محنت اس پر خرچ کی ہے تا کہ وہ ایک لحظہ میں اس قدر تصویریں بنا سکے، جو دوسرا اس کے بغیر کئی گھنٹوں میں بھی نہیں بنا سکتا، یہ انسان کا فعل وعمل نہیں ہے اور اسی طرح تصویر بنانے والے کا اس آلے کو نشانے کی طرف لگانا اور اس سے پہلے اس کی فلم کی ریل کا اس میں سیٹ کرنا؛ پھر اس میں مسالہ لگانا وغیرہ بھی ان کے نزدیک انسان کا عمل نہیں ہے اور اس تفریق کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک کسی آدمی کی تصویر گھر میں لٹکانا، جب کہ وہ تصویر شمسی ہو، جائز ہے اور اگر وہی ہاتھ کی بنائی ہوئی ہے، تو جائز نہیں ہے، کیا تم نے ظاہر پر اس جیسا جمود بھی دیکھا ہے؟ اسی طرح شمسی تصویر کو جائز قرار دینے والوں نے تصویر بنانے کے اس طریقے پر جمود کیا ہے، جو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عہد میں رائج تھا اور اس شمسی تصویر کے جدید طریقہ کو وہ لوگ اس سے منسلک نہیں کرتے؛ حالاں کہ یہ تصویر شمسی بھی لغت وشرع سے بھی اور اس کے اثرات ونقصانات کے لحاظ سے بھی تصویر ہی ہے۔

شیخ البانی کہتے ہیں کہ میں نے اسی قسم کے ایک شخص سے کہا کہ تم پر لازم ہے کہ تم ان بتوں کو بھی حلال کہو، جو ایک خاص آلے یعنی مشین سے کرنٹ کا ایک بٹن دبانے پر چند سکنڈ میں دسیوں کی تعداد میں بن کر نکلتے ہیں، بتاؤ اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو وہ مبہوت رہ گیا۔ شیخ نے آخر میں کہا ہے کہ ہم ایسی تصویر کو مباح قرار دیتے ہیں، جس میں اسلام اور مسلمانوں کی کوئی مصلحت ہو اور وہ تصویر کے بغیر کسی مباح ذریعے سے حاصل نہ ہو سکے، تو ایسی تصویر جائز ہے۔(۱)

مصری عالم "شیخ ابوذر قلمونی" کا فتویٰ

ایک مصری عالم شیخ ابوذر قلمونی نے اپنی کتاب " فتنة تصوير العلماء والظهور في القنوات الفضائية "میں شمسی تصویر کو جو لوگ الکٹرانک شعاعوں کا مجموعہ کہتے ہیں اور اس کو تصویر نہیں مانتے، ان کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

"إن التفريق بين الصور التي ورد تحريمها في النصوص وبين هذه الصور بأن هذهِ " موجات الإلكترونية " تفريق بوصف ملغي لا اعتبار لها في الشرع ؛ لأن الشرع علّق الحكم على وصف المضاهاة ، فهو الوصف المؤثّر في الحكم ، أما طريقة مضاهاة الصورة فهو وصف طردي لم يتعرض له الشارع "(۲)

(بلا شبہ جن تصویروں کی حرمت نصوص میں وارد ہے، ان میں اور ان تصاویر میں یہ فرق بیان کرنا کہ یہ شمسی تصویریں "الکٹرانک شعاعیں" ہیں، یہ ایسے وصف سے فرق بیان کرنا ہے، جس کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں؛ کیوں کہ شرع نے حرمتِ تصویر کا حکم اللہ کی تخلیق

(۱) آداب الزفاف: ۱۲۰-۱۲۲

(۲) فتنة تصوير العلماء: ۴۶

سے مشابہت پر معلق کیا ہے؛ لہٰذا یہی وصف حکم میں مؤثر ہوگا۔ رہا تصویر لینے کا طریقہ، تو وہ ایسی علت ہے، جس سے شارع نے کوئی تعرض نہیں کیا ہے)

شیخ محمد بن صالح العثیمین کا فتویٰ

عالمِ اسلام کے معروف عالم دین شیخ محمد بن صالح العثیمین نے بھی اس مسئلے کے متعلق تفصیلی کلام کیا ہے، ان کے بارے میں بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو گیا تھا کہ وہ تصویر شمسی کے جواز کے قائل ہیں، مگر خود آپ نے اس کی تردید کردی؛ بات یہ ہے کہ وہ بھی تصویر شمسی کے عدمِ جواز کے قائل ہیں، جیسا کہ ان کے فتاویٰ نظروں سے گزریں گے اور غالباً غلط فہمی کی وجہ، ان کی بعض عبارات کو کما حقہ نہ سمجھنا ہے؛، کیوں کہ شیخ العثیمین کا نظریہ یہ ہے کہ کیمرے کی تصویر کو تصویر نہیں کہتے ؛ لیکن تصویر نہ ہونے کے باوجود وہ بلا ضرورت اس کو لینے اور رکھنے کے قائل نہیں ہیں ؛ بل کہ وہ صاف طور پر بلا ضرورت اس کو لینے کو حرام کہتے ہیں، یہاں ان کے بعض فتاویٰ ملاحظہ کیجیے:

(ا) انھوں نے ایک موقعے پر لکھا ہے کہ

”الحال الثالثة : أن تلتقط الصور التقاطاً بأشعة معينة بدون تعديل وتحسين من الملتقط ، فهٰذا محل خلاف بين العلماء المعاصرين؛ فالقول الأول :أنه تصوير، وإذا كان كذٰلک فإن حركة هذا الفاعل للآلة يُعَدُّ تصويراً ، وإذ لولا تحريكه إياها ما انطبعت هذه الصورة على أن

هذه الورقة . والقول الثاني : أنها ليست بتصوير ؛ لأن التصوير فعل المصور ، وهذا الرجل ما صوّرها في الحقيقة وإنما التقطها بالآلة ، والتصوير من صنع اللّٰه.وهذا القول أقرب ؛ لأن المصور بهٰذه الطريقة لايُعْتَبَرُ مُبْدِعاً ولا مخطِّطاً ؛ ولكن يبقيٰ النظر هل يحل هذا الفعل أم لا ؟ والجواب : إذا كان لغرض محرم صارحراماً وإذا كان لغرض مباح صار مباحاً ؛ لأن الوسائل له أحكام المقاصد ، وعلى هذا فلوأن شخصاً صور إنساناً لما يسمّونه بالذكرىٰ ، سواء كانت هذہٖ الذكرىٰ للتمتع بالنظر إليه أو التلذذ به أو من أجل الحنان والشوق إليه ؛ فإن ذلک محرّم و لايجوز ، لما فيه من اقتناء الصور ؛ لأنه لا شک أن هذه صورة ، ولا أحد ينكر ذلک . وإذا كان لغرض مباح كما يوجد في التابعية والرخصة والجواز وما أشبهه ، فهٰذا يكون مباحاً "(۱)

(تصویر کی دوسری صورت یہ ہے کہ تصاویر خاص قسم کی شعاعوں کے ذریعے تصویر اتارنے والے کے کچھ بنانے سنوارنے کے عمل کے بغیر اتاری جائیں ، یہ صورت معاصر علما کے مابین محلِ اختلاف ہے، اس بارے میں پہلا قول یہ ہے کہ یہ بھی تصویر ہی ہے اور جب ایسا ہے، تو اس کام کے کرنے والے کا اس آلے (کیمرے) کو حرکت دینا تصویر بنانا شمار ہوگا؛ کیوں کہ اگر وہ اس آلے کو حرکت نہ دے، تو کاغذ پر تصویر

(۱) مجموع فتاویٰ و رسائل الشيخ العثيمين :۲۸۵/۱۰

چھپ نہیں سکتی۔اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تصویر نہیں ہے؛ کیوں کہ تصویر تو تصویر لینے والے کا فعل ہوتا ہے اور اس شخص نے حقیقت میں تصویر نہیں بنائی؛ بل کہ اس نے تو صرف صورت کو آلے کے ذریعے اُتارا ہے اور صورت بنانا تو اللہ کا کام ہے، یہ قول اقرب ہے؛ کیوں کہ اس طریقے سے تصویر لینے والے کو کسی چیز کا بنانے والا اور اس کا نقشہ تیار کرنے والا نہیں شمار کیا جاتا؛ لیکن یہ بات قابلِ غور باقی ہے کہ یہ تصویر شمسی لینے کا کام جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی حرام مقصد سے ہو، تو یہ حرام ہو جائے گا اور اگر کسی مباح مقصد سے ہو، تو جائز ہوگا؛ اس لیے کہ وسائل مقاصد کے حکم میں ہوتے ہیں، اس اصول پر اگر کوئی شخص یادگار کے طور پر تصویر لیتا ہے، خواہ اس لیے کہ اس کو دیکھا کرے یا اس لیے کہ اس سے لذت حاصل کرے یا شوق و رغبت دکھائے، تو یہ حرام ہے، جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں تصویر کا حاصل و جمع کرنا پایا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تصویر ہے اور اس کا کوئی انکار کرنے والا نہیں اور اگر کوئی کسی مباح و جائز غرض سے ہو، جیسے شہریت یا لائسنس یا پاسپورٹ وغیرہ میں پائی جاتی ہے، تو وہ جائز ہے)

(۲) ایک اور موقعے پر کہتے ہیں کہ

”وأما التصوير بالآلة وهي (الكاميرا) التي تنطبع الصورة بواسطتها من غير أن يكون للمصور فيها أثر بتخطيط الصورة و ملامحها ، فهذه موضع خلاف بين المتأخرين: فمنهم من منعها و منهم من أجازها،

الاحتياط الامتناع من ذلک ، لأنه من المتشابهات، ومن اتقیٰ الشبهات استبرأ لدينہ و عرضہ ؛ لکن لواحتاج إلیٰ ذٰلک لأغراض معينة كإثبات الشخصية فلا بأس بہ ؛ لأن الحاجة ترفع الشبهة " (۱)

(رہا آلہ یعنی کیمرے سے تصویر لینا، جس کے واسطے سے صورت اور اس کے خط و خال کا نقشہ، تصویر کھینچنے والے کے بنائے بغیر ہی چھپ جاتا ہے، تو یہ متأخرین علما کے درمیان اختلافی صورت ہے، بعض نے اس سے منع کیا اور بعض نے اس کی اجازت دی، احتیاط اس سے بچنے میں ہے؛ کیوں کہ یہ متشابہات میں سے ہے اور جو شبہات سے بچتا ہے، وہ اپنے دین وآبرو کو بچالیتا ہے، ہاں! اگر مخصوص مقاصد کے لیے اس کی حاجت وضرورت پڑے، جیسے ''شناختی کارڈ'' وغیرہ، تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ حاجت وضرورت شبے کو ختم کردیتا ہے)

(۳) ایک اور فتوے میں فرمایا کہ

"جمع الصور للذكرى محرم ، ولا يجوز للإنسان أن يقتني صورة إلا ما دعت إليه الحاجة أو الضرورة إلى ذلک كصور رخص القيادة و صور الإقامة و بطاقة إثبات الشخصية و بطاقاة جواز السفر وأما ما ليس له حاجة وإنما هو للذكرىٰ فإن اقتنائه حرام ،لأن الملائكة لا تدخل بيتا فيه صورة"(۲)

(۱) مجموع فتاویٰ ورسائل الشیخ العثیمین: ۲۱۰/۱۲

(۲) فتاویٰ الإسلامیة: ۳۶۱/۴

(یادداشت کے لیے تصاویر کا جمع کرنا حرام ہے اور انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ تصویر لے؛ مگر جب کہ اس کی حاجت یا ضرورت ہو، جیسے ڈرائیونگ لائسنس کی تصویریں، اقامے کی اور شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کی تصویریں اور وہ تصاویر، جن کی حاجت نہیں اور وہ صرف یادداشت کے لیے ہیں، تو ان کا لینا حرام ہے؛ کیوں کہ ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں تصویر ہو)

(۴) بعض لوگوں نے شیخ العثیمین کی طرف یہ منسوب کیا کہ وہ صرف مجسم تصاویر کو حرام کہتے ہیں اور دوسری تصاویرِ شمسی کو جائز کہتے ہیں، کسی نے اس بارے میں شیخ سے سوال کیا تو جواب میں کہا کہ

"من نسب إلينا أن المحرم من الصور هو المجسم ، وأن ذلک غير حرام،فقد كذب علينا ،ونحن نرى أنه لا يجوز لبس ما فيه صورة سواء كان من لباس الصغار أو من لباس الكبار وأنه لايجوز اقتناء الصور للذكرى أوغيرها إلا ما دعت الضرورة أو الحاجة إليه مثل التابعية والرخصة" (۱)

(جس نے ہماری جانب یہ منسوب کیا کہ تصاویر میں سے صرف وہ حرام ہیں جو مجسم ہیں اور یہ کہ اس کے علاوہ دوسری تصاویر حرام نہیں ہیں اس نے ہم پر جھوٹ باندھا ہے، اور ہم یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس چیز کا پہننا جائز نہیں جس میں تصویر ہو خواہ وہ بچوں کے لباس میں سے ہوں یا بڑوں کے لباس میں سے ہو، اور یادداشت کے طور پر یا کسی اور غرض سے تصویر کا لینا جائز نہیں، مگر یہ کہ ضرورت یا حاجت پڑ جائے، جیسے: شہریت یا لائسنس کے لیے تصویر)

(۱) فتاویٰ العثیمین: ۲۲۱/۱۲، وفتاویٰ الإسلامية: ۳۶۴/۴

(۵) آپ سے سوال ہوا کہ فوٹوگرافی کے آلہ سے تصویر کا کیا حکم ہے؟ تو جواب میں کہا کہ:

"التقاط الصورة بالآلة الفوتوغرافية الفورية التي لاتحتاج إلىٰ عمل بيد فإن هٰذا لا بأس به ؛ لأنه لا يدخل في التصوير ؛ ولكن يبقى النظر ، ما هو الغرض من هذا الالتقاط ؟ إذا كان الغرض من هذا الالتقاط هو أن يقتنيها الإنسان ، ولو للذكرىٰ صار ذٰلک الالتقاط محرماً ، وذلک لأن الوسائل لها أحكام المقاصد ، واقتناء الصور للذكرى محرم"(۱)

(فوٹوگرافی آلہ یعنی "کیمرے" کے ذریعے تصویر لینا، جس میں ہاتھ کے عمل کی ضرورت نہیں پڑتی، اس میں کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ یہ تصویر میں داخل نہیں ؛ لیکن یہ بات قابلِ غور رہ جاتی ہے کہ اس فوٹوگرافی کی تصویر کی غرض کیا ہے؟ اگر تصویر لینے سے غرض یہ ہے کہ انسان اس کو محفوظ کرے، اگر چہ کہ وہ محض یادداشت کے لیے ہو، تو یہ حرام ہو جائے گا؛ کیوں کہ وسائل کو مقاصد کا حکم دیا جاتا ہے اور تصاویر کا محفوظ کرنا حرام ہے)

(٦) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں شیخ العثیمین نے خط لکھا، اس میں فرماتے ہیں کہ

" وما أشرتم إليه من تكرر جوابي على إباحة الصورة المأخوذة بالآلة فإني أفيد أخي أنني لم أبح اتخاذ الصورة

(۱) فتاویٰ الشیخ العثیمین: ۲۳۳/۱۲-۲۳۴

إلا ما دعت الضرورة أو الحاجة إليه ؛ كالتابعية والرخصة وإثبات الحقائق ونحوها . وأما اتخاذ الصور للتعظيم أو للذكرىٰ أو للتمتع بالنظر إليه أو التلذذ بها ، فإني لا أبيح ذٰلک ؛ سواء كان تمثالاً أو رقماً ، وسواء كان مرقوماً باليد أو بالآلة ؛ لعموم قول النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم : لا تدخل الملائكة بيتاً فيه صورة " وما زلت أفتىٰ بذٰلک "(١)

(اور جو تم نے آلے سے لی جانے والی تصویر کے جائز ہونے کے بارے میں میرے بار بار جواب کی جانب اشارہ کیا ہے، تو میرے بھائی کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے تصویر لینے کی اجازت نہیں دی؛ مگر صرف اس کی، جس کی ضرورت یا حاجت ہو، جیسے شہریت ولائسنس اور حقائق کے ثبوت دینے اور اس جیسی امور کے لیے؛ لیکن تعظیم کے لیے یا یادگار کے طور پر یا اس کو دیکھ کر فائدہ اٹھانے یا لذت حاصل کرنے کے لیے لینے کو میں نے جائز نہیں قرار دیا، خواہ وہ مجسمہ ہو یا چھپا ہوا ہو یا خواہ وہ ہاتھ سے لکھی ہو یا آلے سے لی ہو، کیونکہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا قول عام ہے کہ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، جس میں تصویر ہو، میں برابر یہی فتوی دیتا آ رہا ہوں)

جامعہ الازہر مصر کا فتویٰ

جامعۃ الازہر مصر القاہرہ کے مفتی علامہ شیخ عبد الرحمٰن قراعہ رَحِمَهُ اللهُ نے ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ، مطابق: ۱۹۲۱ء کو ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ

(١) فتاوىٰ الشيخ العثيمين: ١٢/٢٤٧

” والذي تلخص من كلام الفقهاء ، أن تصويرذي روح حرام ؛ سواء كانت الصورة كبيرةً أو صغيرةً في ثوب أو بساط أو درهم أو حائط أو غيرها . و أما اقتناء الصورة فقد بين حكمه شيخنا العلامة الشيخ محمد العباسي المهدي رَحِمَهُ اللهُ مفتي الديار المصرية سابقاً ما نصهٗ: ”صرّح علمائنا بأن اقتناء صورة ذي الروح الكبيرة التي تبدو للناظر بدون تأمل وهي كاملة الأعضاء التي لا تعيش بدونها مكروه تحريماً “ ومتى يعلم أن الصورة الفوتوغرافية إن كانت لذي روح وكانت كبيرة كاملة الأعضاء بحيث يبدو للناظر من غير تأمل كان اتخاذها مكروهاً تحريماً وإن كانت صغيرةً لا تبين تفاصيل أعضائها إلا بإمعان النظر و تدقيقه أو كانت كبيرةً نقص من أعضائها ما لا يعيش صاحبها إلا به ، لم يكره اقتنائها “(۱)

(فقہا کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جان دار کی تصویر حرام ہے، چھوٹی ہو یا بڑی، کپڑے، بستر پر ہو یا درہم دیوار وغیرہ پر۔ جہاں تک تصویر کشی اور فوٹوگرافی کی بات ہے، تو ہمارے شیخ اور ممالک مصر کے سابق مفتی علامہ محمد عباسی مہدی صاحب رَحِمَهُ اللهُ نے اس کا حکم بیان کیا ہے؛ چناں چہ آپ صراحتاً لکھتے ہیں کہ ”ذی روح کی اتنی بڑی تصویر، جو مشاہدہ کرنے والے کو بلا تأمل ظاہر ہو جائے اور وہ کامل اعضا والی ہو، جس کے بغیر زندگی متصوّر نہیں ہوتی، تو وہ حرام اور مکروہ ہے“ اور جب

(۱) فتاویٰ الأزہر: ۲۳۰/۷

معلوم ہو گیا کہ فوٹو گرافی کی تصویر بھی اگر کسی ذی روح کی ہو اور وہ متکامل الاعضا اور اتنی بڑی ہو کہ دیکھنے والے کو تامل کیے بغیر نظر آ جائے، تو اس کا لینا بھی مکروہِ تحریمی ہے اور اگر وہ اتنی چھوٹی ہے کہ اس کے اعضا کی تفصیل بغیر غور وخوض کے واضح نہیں ہوتیں یا پھر اتنی بڑی ہے کہ اس کے اعضا میں سے کوئی ایسا عضو کٹا ہوا ہے، جس کے بغیر صاحبِ تصویر کی زندگی متصور نہ ہو سکے، تو اس کا بنانا اور کھینچنا مکروہ نہیں ہے)

شیخ محمد بن ابراہیم نجدی رحمہ اللہ کا فتویٰ

علمائے نجد میں سے علامہ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ نے ابوالوفا محمد درویش کے جوازِ تصویر کے فتوے پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"وجوابي عن ذلک أن أقول: تصوير ما له روح لايجوز ؛ سواء في ذلک ما كان لهٗ ظل و ما لا ظل له ، و سواء كان في الثياب والحيطان ، والفرش والأوراق وغيرها ، وهٰذا هو الذي دل عليه الأحاديث الصحيحة .

دلائل کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

فإن التصوير الشمسي وإن لم يكن مثل المجسد من كل وجه ، فهو مثله في علة المنع ، وهي إبراز الصورة في الخارج بالنسبة إلى المنظر ولهٰذا يوجد كثير من المصورات الشمسية ما هو أبدع في حكاية المصور بحيث يقال في الواحدة من الصور : هٰذهٖ صورة فلان طبق الأصل". (١)

(١) الدرر السنيه في الأجوبة النجدية: ١٥/٢٩٨-٣٠٢

(اس کے متعلق میرا جواب یہ ہے کہ میں کہا کرتا ہوں، ذی روح کی تصویر ناجائز ہے؛ خواہ اس کا سایہ رہے یا نہ رہے اور چاہے کپڑوں، دیوارں پر ہو اور بستروں وکاغذات وغیرہ پر؛ تمام روایاتِ صحیحہ اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ فوٹو اگرچہ ہر لحاظ سے مجسمے کے مانند تو نہیں؛ مگر علتِ ممانعت میں وہ اسی کی طرح ہے اور وہ منظر کے اعتبار سے خارج میں تصویر کا ظاہر کرنا ہے؛ اسی لیے بہت فوٹو ایسی ہوتی ہیں کہ وہ صاحبِ تصویر کی نقالی میں سب سے زیادہ عمدہ ہوتیں ہیں؛ اتنی کہ ایک فوٹو کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں کی فوٹو ہے، بالکل اصل ہی کی طرح)

علامہ شیخ صالح البلیہی رَحِمَہُ اللہُ کا فتویٰ

ایک اور نجدی عالم شیخ صالح البلیہی نے اپنے ایک فتوے میں حرمتِ تصویر پر تفصیلی دلائل کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: ''تصویر خواہ مجسد ہو یا نہ ہو، سب کا ایک ہی حکم ہے''؛ پھر لکھا ہے کہ

''فعلى المسلم الناصح لنفسه أن يحارب الصور في قوله و فعله و اعتقاده ، و يجب إتلاف ما قدر عليه منها؛ لأنها معصية و منكر و إنكار المنكر واجب وعليه أن لا يدع منها يدخل مسكنه وإن عمت البلوىٰ بشيء منها فيجتهد في إزالتها و طمسها ؛ لأن التصوير معصية وإقرارها في البيت رضى والرضى بالمعصية معصية''. (۱)

(پس ہر اس مسلمان پر، جو اپنے لیے نصیحت چاہتا ہے، واجب ہے

(۱) الدرر السنیۃ : ۱۵/۳۱۴-۳۱۵

کہ وہ قولاً وفعلاً اوراعتقاداً تصویروں کے خلاف ڈٹا رہے اور جو تصویر بھی ملے اس کوتلف کرنا بھی ضرور ہے ؛ کیوں کہ یہ معصیت اور گناہ ہے اور منکر کا انکار ضروری ہے ،اور اس پر لازم ہے کہ کسی بھی تصویر کو اپنے گھر میں داخل ہونے نہ دے، اگر ان میں سے کسی کو تمام لوگ اپنانے لگیں، تب بھی ان کا نام ونشان مٹانے کی بھرپور کوشش کرے؛ اس لیے کہ تصویر سازی معصیت ہے اوراس کو گھر میں رکھنا راضی ہونا ہے اور گناہ پر راضی ہونا بھی معصیت وگناہ ہے۔)

الشیخ عبداللہ بن سلیمان بن حمید کا فتوی

شیخ عبداللہ بن سلیمان بن حمید لکھتے ہیں:

ومن المنكرات الظاهرة صور ذوات الأرواح الموجودة في السيارات والمجلات وغيرها فقد جاء الوعيد الشديد في عظم وزر المصورين .

(ظاہروباہر منکرات میں سے وہ جان دار کی تصویریں ہیں، جو گاڑیوں اور مجلوں وغیرہ میں پائی جاتی ہیں)

پھر دلائل کے بعد لکھتے ہیں:

" فالصور حرام بكل حال سواء كانت الصورة في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها و سواء ما له ظل أو ما لا ظل له ".(۱)

(تصویریں ہر حال میں حرام ہیں،خواہ کپڑے، بستر، درہم ودینار، پیسے، برتن اور دیوار یا ان کے علاوہ کسی میں بھی ہوں اور چاہے اس کا سایہ ہو یا نہ ہو۔)

---

(۱) فتاوىٰ الشيخ: ۳۱۶/۱۵

شیخ محمد صالح المنجد کا فتویٰ

وہ لکھتے ہیں:

الأصل في تصوير كل ما فيه روح من الانسان وسائر الحيوانات ؛ لأنه حرام ، سواء كانت الصور مجسمةً أم مرسوماً على ورق أو قماش أو جدران و نحوها ، أم كانت صوراً شمسيةً ملتقطةً من الكامير. (۱)

(انسان اور تمام حیوانات میں سے ہر جاں دار کی تصویر کی بابت قاعدہ یہ ہے کہ یہ حرام ہے؛ خواہ تصویر مجسمے کی ہوں یا کاغذ، کپڑے یا دیوار جیسی چیزوں پر نقش ہوں یا پھر کیمرے کے ذریعے کھینچی گئی فوٹو ہو۔)

ایک اور فتوے میں لکھتے ہیں کہ

" من المنكرات التي تقع في الأفراح تصوير النساء وهو محرم سواء كان هذا التصوير بواسطة الفيديو أو كان بآلة التصوير والتصوير بالفيديو أشد قبحاً و إثماً . (۲)

(شادیوں اور تقریبات میں کیے جانے والے گناہوں میں سے ایک عورتوں کی تصویر کشی بھی ہے اور یہ حرام و ناجائز ہے، چاہے یہ تصویر کشی ویڈیو کے ذریعے لی جائے

یا کیمرے کی ذریعے اور ویڈیو کے ذریعے تصویر کشی تو، حد درجہ قبیح اور گناہ کا کام ہے)

علامہ ابو اسحاق الحوینی سے موبائیل سے لی جانے والی تصویر کے بارے میں سوال ہوا تو لکھا:

---

(۱) فتاویٰ الإسلام: ۳۰۶/۱

(۲) فتاویٰ الإسلام: ۲/۱

" شأنه في ذلک شأن الکا میرا و أكثر علمائنا على تحريم ذلک ما لم يكن له ضرورةً أو حاجةً".

(اس کا حال بھی کیمرے کی تصویر کی طرح ہے اور کیمرے کی تصویر میں ہمارے اکثر علما حرام ہونے پر ہیں الا یہ کہ کوئی ضرورت وحاجت ہو)

اس سے جہاں ڈیجیٹل تصویر کا مسئلہ معلوم ہوا، وہیں عام کیمرے کی تصویر کا حکم بھی معلوم ہوا کہ اکثر علما کے نزدیک وہ حرام ہے۔

فوٹوگرافی اور علمائے ہند و پاک کے فتاویٰ

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

فتاویٰ دارالعلوم قدیم، موسوم بہ " امدادالمفتیین " میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رَحِمَہُ اللہُ لکھتے ہیں:

"کسی جان دار کی تصویر بنانا، خواہ مجسمے کی صورت میں یا نقش ورنگ کی صورت میں اور پھر خواہ قلم سے اس کی نقاشی کی جائے یا پریس وغیرہ میں اس کو چھاپا جائے اور یا فوٹو کے ذریعے عکس کو قائم کیا جائے؛ یہ سب بلاشبہ تصاویر وتماثیل ہیں، جن کی حرمت پر اس قدر احادیث وارد ہیں کہ اگر تواتر کا دعویٰ کیا جائے، تو غالبًا صحیح ہوگا- إلیٰ قولہٖ - احادیث مذکورہ اور عبارات فقہا سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فوٹو اور مطلقاً تصویر کھینچنا اور کھنچوانا اور ان کا استعمال کرنا اور ان کا اپنے پاس رکھنا، گناہِ کبیرہ ہے اور کرنے والا ان افعال کا فاسق ہے اور نماز اس کے پیچھے جب کہ دوسرا امام مل سکتا ہو مکروہِ تحریمی ہے۔(۱)

(۱) امدادالمفتیین: ۹۹۴

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رَحِمَہُ اللہُ کا فتویٰ

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رَحِمَہُ اللہُ مفتی اعظم ہند کے فتاویٰ میں سوال جواب ہے ملاحظہ کیجیے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے متعلق کہ فوٹو کھینچنا اور کھنچوانا شرعی نقطۂ نظر سے کیوں حرام ہے؛ جب کہ زید یہ کہتا ہے کہ متحرک کو ہم ساکن کر دیتے ہیں؛ یعنی شیشے میں دیکھنے سے جو ہماری صورت نظر آتی ہے، اسے ہم مستقل کر دیتے ہیں، تو وہ فوٹو کہلاتا ہے ؛ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیوں حرام ہے، اس سے ایک یادگار بھی قائم رہتی ہے؟

جواب: تصویر بنانا اور اس کو استعمال کرنا شریعتِ مقدسہ نے ناجائز قرار دیا ہے۔ فوٹو لینا بھی تصویر بنانے کا ایک طریقہ ہے، پس وہ ناجائز ہے؛ جب کہ اس سے جان دار کی تصویر بنائی جائے۔ ہاں! مکانات اور غیر ذی روح مناظر کا فوٹو لینا جائز ہے، جیسا کہ ان کی ہاتھ سے تصویریں بنانی جائز ہیں۔ شریعتِ مقدسہ نے جان داروں کی تصویریں بنانا اور فوٹو لینا ایک مصلحت سے حرام فرمایا ہے کہ غیر اللہ کی تعظیم اور توقیر کا شائبہ بھی مسلمانوں میں نہ رہے۔(۱)

مصر کے سفر میں حضرت والا اور بعض مصری علما کے درمیان اسی مسئلے کے سلسلے میں بحث و مباحثہ ہوا، جس میں آپ نے ان مصری عالم کو حرمتِ تصویر کی علت و وجہ بتائی، تو وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے؛ چناں چہ منقول ہے:

''مصر سے واپسی کے وقت کافی تعداد میں وہاں علما اور عمائدین نے خواہش

(۱) بیس بڑے مسلمان: ۳۴۴

ظاہر کی کہ حضرت مفتی صاحب کی فوٹو لی جاوے؛ مگر حضرت مفتی صاحب نے منع فرمایا، علمائے مصر کا ایک گروہ (جو فوٹو کو جائز قرار دیتا تھا) نے بحث شروع کردی کہ

علمائے مصر: التصویر الممنوع، هو الذي یکون بصنع الإنسان ومعالجة الأیدی، وهذا لیس کذالک إنما هو عکس الصورة. (ممنوع تو وہ تصویر ہے، جو انسان کے عمل اور ہاتھوں کی کاری گری سے ہو، فوٹو میں کچھ نہیں کرنا پڑتا، یہ تو صورت کا عکس ہوتا ہے)

حضرت مفتی صاحب: کیف ینتقل هذا العکس من الزجاجة إلی الورق؟ (یہ عکس کیمرے کے لینس سے کاغذ پر کس طرح منتقل ہوتا ہے؟)

علمائے مصر: بعد عمل کثیر. (بہت کچھ کاری گری کرنی پڑتی ہے)

حضرت مفتی صاحب: أي فرق بین معالجة الأیدي وصنع الإنسان والعمل الکثیر؟. (انسان کے عمل، ہاتھوں کی کاری گری اور بہت کچھ کاری گری میں کیا فرق ہے؟)

علمائے مصر: نعم! هو شيء واحد. (کوئی فرق نہیں، سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔)

حضرت مفتی صاحب: إذاً حکمها واحد. (لہٰذا حکم بھی سب کا ایک ہی ہے۔)

علمائے مصر حضرت مفتی صاحب کی حاضر جوابی سے بے حد متاثر ہوئے اور کچھ ایسے خاموش ہوئے کہ جواب نہ دے سکے۔(۱)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید عالم ہے،

(۱) جامع الفتاویٰ: ۱/ ۶۱۵، بیس بڑے مسلمان: ۴۳۹

وہ کہتا ہے کہ تصویرِ دستی یعنی قلم کی بنی ہوئی کا بنوانا یا مکان میں رکھنا حرام ہے؛ لیکن فوٹو کا لیا جانا اور مکان میں رکھنا حرام نہیں ہے؛ بایں دلیل کہ فوٹو آئینے کا عکس ہے، عام لوگ آئینہ دیکھتے ہیں؟

جواب: زید کا قول بالکل غلط ہے اور یہ قیاس مع الفارق ہے، آئینے کے اندر کوئی انتقاش باقی نہیں رہتا، زوالِ محازات کے بعد وہ عکس بھی زائل ہو جاتا ہے، بہ خلاف فوٹو کے اور یہ بالکل ظاہر ہے اور پھر صنعت کے واسطے سے ہے؛ اس لیے بالکل مثلِ دستی تصویر کے ہے۔(۱)

حضرت رحمہ اللہ نے اپنے مشہورِ زمانہ اور مفید ترین اصلاحی رسالہ ''اصلاح الرسوم'' میں فوٹو کو تصویر کے حکم سے مستثنیٰ کرنا، غلط قرار دیا ہے اور فوٹو کا بھی وہی حکم بتایا ہے، جو تصویر کا ہے؛ چناں چہ حضرت رقم فرماتے ہیں:

''بعض لوگ فوٹو کو حرمتِ تصویر سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں کہ اس میں خود بہ خود تصویر اتر آتی ہے کوئی بناتا نہیں۔ ماشاء اللہ کیا غضب کا اجتہاد ہے، اس کا سامان جمع کرنا، صاحبِ تصویر کے روبرو اس کا رکھنا یہ تصویر کشی نہیں تو کیا ہے؟''۔ (۲)

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ مفتی اول دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

تصویر کھینچا اور کھنچوانا جدید طریقِ فوٹو سے، ایسا ہی حرام اور ناجائز ہے، جیسا کہ دستی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا ممنوع اور حرام ہے اور رکھنا اس کا ایسا ہی حرام ہے، جیسا کہ دستی تصویر کا رکھنا۔ فوٹو کے ذریعے سے تصویر کھنچوانے اور کھینچنے والا اس سزا اور وعید کا مستحق و سزاوار ہے، جو

(۱) امداد الفتاویٰ: ۲۵۳/۴

(۲) اصلاح الرسوم: ۳۱

احادیث میں مصورین کے لیے وارد ہے۔(۱)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ کا فتویٰ

''تصویر کشی شریعتِ اسلامیہ میں مطلقاً حرام ہے؛ خواہ قلم سے ہو یا بصورتِ فوٹوگرافی یا بصورتِ طباعت و پریس؛ بشرطیکہ کسی جان دار کی تصویر ہو''۔ (۲)

حضرت مفتی صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ اپنی عظیم وشاہ کار تصنیف ''جواہر الفقہ''میں لکھتے ہیں:

''جیسے قلم سے تصویر کھینچنا ناجائز ہے، ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا سانچے اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا یہ بھی ناجائز ہے''۔ (۳)

محدثِ عظیم حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ کا فتویٰ

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ اپنی عظیم الشان کتاب "التعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح ''میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''موجودہ دور کے بعض روشن خیال، تجدد پسند افراد نے کیمرے کے ذریعے تصویر کشی؛ یعنی فوٹوگرافی کو مباح قرار دیا ہے اور دلیل میں بتایا کہ یہ تصویر ہی نہیں ہے۔ان کا یہ خیال تصویر کے مفہوم سے واقعی ناواقفیت یا تجاہلِ عارفانہ کے سبب ہے اور یا پھر فریب کاری وجعل سازی کا نتیجہ اور باعثِ سرزنش ہے؛اس لیے کہ تصویر کا مفہوم عام ہے، چاہے ہاتھ سے بنائی جائے یا قلم، پنسل یا کسی آلے سے بنائی جائے

(۱) فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱/۷۴۲

(۲) فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۹۹۱

(۳) جواہر الفقہ: ۳/۲۲۳

اورتصویر کا معنی ان سب پر یقیناً صادق آتا ہے؛ کیوں کہ لغت میں تصویر مطلق صورت سازی اور شکل بنانے کو کہتے ہیں اور یہ لغوی مفہوم ہر ایک کو شامل ہے اور پھر تصویرِ شمسی یعنی فوٹو گرافی میں تو یہ اظہر من الشمس ہے، تو اس کا بھی حکم بدرجۂ اولی بالیقین حرمت کا ہی ہوگا۔ جس طرح والدین کو ''اُف'' تک بھی کہنے کی حرمت سے ان کو مارنے اور ان پر ہاتھ اٹھانے کی حرمت بدرجۂ اتم ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ اس طرح کہ باری تعالیٰ کے قول ''ولاتقل لهما أف'' میں ''اف'' کہنے کے ممنوع ہونے کا مدار ایذا رسانی وتکلیف ہے اور ایذا وتکلیف کا مفہوم اس سے زیادہ انہیں مارنے اور ہاتھ اٹھانے میں بتمام پایا جاتا ہے؛ اسی وجہ سے ''اُف'' کہنے کے مقابلے میں ہاتھ اٹھانے اور مارنے کی حرمت بدرجۂ تمام ثابت ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جب فوٹو میں صورت سازی کا مفہوم علی وجہ التمام پایا جاتا ہے، تو اس کا بھی ممنوع وحرام ہونا ضرور بالضرور بدرجۂ کمال ثابت ہوگا''۔

اِس کے بعد بھی حکمِ مذکور کا انکار اور اس سے اختلاف رکھنے والوں کے متعلق حضرت رحمہ اللہ اپنی علمی وتحقیقی مہارت وبراعت اور ایمانی فراست وحمیت کا فیصلہ سناتے ہیں کہ:

''وإنكار البداهة مكابرة ومشاغبة'' اور ایسی بدیہی ویقینی بات کا انکار ہٹ دھرمی وسینہ زوری ہے اور بدمعاشی وشرارت پسندی ہے۔(۱)

حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ

آج کل تصویروں کا بہت رواج ہوگیا ہے، گھروں کو ان سے

(۱) ترجمہ از: التعليق الصبيح: ۴/۵

سجایا جاتا ہے اور اس فن نے بہت ترقی کر لی ہے، بہت سے لڑکے اور لڑکیاں اپنا اور اپنے عزیزوں کا فوٹو کھنچوا کر اپنے پاس رکھتے ہیں اور بعضے لوگ فوٹو کو تصویر نہیں سمجھتے اس کو جائز سمجھتے ہیں، بالکل غلط بات ہے۔ خوب یاد رکھو! جان دار کی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا اور پاس رکھنا بلا ضرورت شدیدہ حرام ہے۔(۱)

نوٹ: واضح رہے کہ ''بہشتی زیور'' پر حضرت مولانا شبیر علی صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ کی تحقیق وتحشیے اور مسائل کی تخریج وترمیم دراصل حضرت تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ ہی کی زیرِ نگرانی اور سرپرستی ہوئی ہے اور یہ بھی بلاواسطہ حضرت ہی کا توثیق شدہ وتصدیق کردہ ہے؛ چناں چہ حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ اس جدید محقق ومدلل ''بہشتی زیور'' کی طباعت واشاعت کی مناسبت سے اپنی اطلاع ونگرانی کا اظہار کرتے ہوئے راقم ہیں کہ

> ''اس نسخے (یعنی مکمل ومدلل بہشتی زیور، جو مولانا شبیر علی صاحب نے ۱۳۴۴ھ میں شائع کیا تھا) پر برخوردار مولوی شبیر علی کا اہلِ علم سے نظرِ ثانی کرانا اور اس نظرِ ثانی میں مقامات پر عبارات یا مضامین کی ترمیم ہوجانا اور اسی طرح ہر مسئلے کے اخیر میں کتابوں کا حوالہ لکھوانا یہ سب میرے مشورہ اور اطلاع سے ہوا ہے، مقاماتِ ترمیم میں قریب قریب کل کے بالالتزام میں میں نے بھی نظر کی ہے اور اب یہ نسخہ بہمہ وجوہ بفضلہٖ تعالیٰ مکمل ومدلل ہوگیا ہے'' (۲)

حضرت حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ کا فتویٰ

کسی صاحب نے فوٹو کے متعلق سوال کیا کہ اس کا بنانا اور اپنے پاس رکھنا

(۱) حاشیہ بہشتی زیور مکمل مدلل: چھٹا حصہ/ص،۴

(۲) بہشتی زیور مکمل ومدلل کا ماقبل دیباچہ

حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ایک تو ہے مجبوری کا درجہ جیسا کہ پاسپورٹ ہے کہ اس میں فوٹو کھنچوانا ضرور ہے، بغیر اس کے آدمی قانوناً غیر ملک کا سفر نہیں کر سکتا، خواہ حج کا سفر ہو، خواہ باہر دوسرے ملکوں کا سفر؛ لیکن عام حالات میں فوٹو کا حکم وہی ہے، جو تصویر کا حکم ہے۔ جس طرح تصویر کھینچنی اور کھنچوانی ممنوع ہے اس کا بھی کھینچا اور کھنچوانا ممنوع ہے''۔(۱)

اسی مجلس میں آپ نے تصویر کشی کی حرمت، شناعت وقباحت اور اس سے پیدا ہونے والی برائیوں پر مدلل ومفصل کلام کرتے ہوئے تصویر کو جائز سمجھنے والے بعض حضرات کی تردید کرتے ہوئے اور جمہور اہلِ فتاویٰ کے مسلک؛ یعنی حرمتِ فوٹو کی تائید میں فرمایا کہ

''اور اگر اس کے باوجود کوئی عالم جواز کا فتویٰ دے، تو اس کی حجت اس کے ساتھ ہے، کسی کا فعل حجت نہیں ہے۔ اصل حجت وہ ہے، جو شریعت بیان کرے۔ اگر مصر والے اجازت دیتے ہیں، تو وہ ان کا فعل ہے، وہ ہمارے لیے حجت نہیں؛ جب کہ ہمارے سامنے ایک اصول موجود ہے۔ انھوں نے جو بھی تاویل کی ہو، ہم اس کے پابند نہیں، صریح احکام ہمارے سامنے موجود ہیں اور گر مجموعۂ احادیث واحکام لے کر دیکھا جائے، تو تصویر کی مذمت نکلتی ہے''۔ (۲)

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر فرنگی محلی رحمہ اللہ کا فتویٰ

سوال: سالانہ جلسے کے موقعے پر ہمارے مدرسے میں طلبہ وغیرہ

---

(۱) مجالسِ حکیم الاسلام: ۲۰۳

(۲) مجالس حکیم الاسلام: ۲۱۰

کو بٹھا کر تصویر لی جاتی ہے اور طلبہ کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی تصویر کھنچوائیں؛ لہٰذا یہ جائز ہے یا نہیں؟ صرف چہرے کی تصویر کھنچوانا یا مدرسے میں طلبہ سے صرف چہرے کی تصویر بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چوں کہ ذی روح کی تصویر بنانا صاحبِ شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے اور قیامت کے دن تصویر بنانے والے کے لیے عذابِ شدید کی وعید ارشاد فرمائی ہے؛ اس لیے علما نے تصویر بنانے کو گناہِ کبیرہ میں داخل کیا ہے اور چوں کہ تصویر ذی روح کی بنانا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے؛ لہٰذا اس میں مدد کرنا اعانۃ علی المعصیۃ کی وجہ سے شرعاً درست نہیں، پس صورتِ مسئلہ میں تصویر کھنچوانے والے کا جان بوجھ کر کیمرے (آلۂ تصویر کشی) کے سامنے بیٹھنا جائز نہیں اور کسی اسلامی ادارے کو جائز نہیں کہ وہ تصویر کھنچوانے کے لیے طلبہ کو مجبور کرے الخ۔(۱)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ فتویٰ

فوٹو کھچوانا منع ہے، اگر کوئی دینی ضرورت اس پر موقوف ہو یا ایسی دنیوی ضرورت ہو کہ آدمی مجبور ہو جائے تو معذوری ہے۔(۲)

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

جان دار کی تصویر بنانا حرام ہے، خواہ لکڑی، مٹی، لوہا، سونا وغیرہ کسی مادہ سے بنائی جائے یا قلم سے کسی کاغذ پر یا تختی پر بنائی جائے یا مشین سے عکس لیا جائے کسی طرح اجازت نہیں۔ ایسی تصویر بنانے والوں کے لیے

(۱) فتاویٰ فرنگی محل موسوم بہ فتاوی قادریہ:۶۳
(۲) فتاویٰ محمودیہ:۱۹/۴۶۹

حدیث شریف میں عذابِ شدید کی وعید ہے اور ایسی تصویروں کو مکان میں رکھنا اور کمروں کی زینت کے لیے آویزاں کرنا بھی جائز نہیں۔(۱)

حضرت مولا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں ایک شخص نے فوٹو کھنچوایا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کا بہت گناہ ہے، تو اس کو بہت افسوس ہوا اور ندامت ہوئی۔ اب اس گناہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوئی صورت ہے؟ اور یادگار کے لیے یا وطن بھیجنے کے لیے یا شادی کی غرض سے لڑکے اور لڑکی کو بتلانے کے لیے تصویر کھنچوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ضرورت اور قانونِ شرعی مجبوری کے بغیر تصویر بنانا اور بنوانا جائز نہیں، گناہ کا کام ہے، بنوالی ہو، تو ضائع کردی جائے، اور توبہ استغفار کرے اللہ سے معافی مانگے یادگار کے لیے یا وطن بھیجنے کے لیے یا لڑکی لڑکے کو بتانے کے لیے تصویر بنوانے کی شرعاً اجازت نہیں۔ جس کو دیکھنے کی ضرورت ہو، وہ جاکر دیکھ لے اور اس میں تصویر کشی کے گناہ کے علاوہ اور بھی خرابیاں ہیں۔ (۲)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ کا فتویٰ

حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ کے افاضے وافادے کی روشنی میں اور تائید وتصدیق کے ساتھ مولانا مفتی ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ نائب مفتی دارالافتا والارشاد نے ایک شاہکار رسالہ "النذیر العریان عن عذاب صورۃ الحیوان"

(۱) فتاویٰ محمودیہ: ۱۹/۴۹۲

(۱) فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰/۱۴۶

تحریر فرمایا، جس میں مولانا نے حرمتِ تصویر کشی کے اسباب و دلائل جمع کرنے کے بعد فوٹو کو بھی تصویر ہی قرار دیا ہے اور جمہور علمائے دین کے مسلک "فوٹو کی تصویر بھی حرام ہے" کی تصحیح و ترجیح اور مجوزین کے جملہ دلائل کا مدلل و محقق جواب دینے کے بعد خلاصۂ کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ

"کسی بھی جان دار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے اور گناہِ کبیرہ ہے، خواہ تصویر کسی بھی قسم کی ہو، بڑی ہو یا چھوٹی، کپڑے، کاغذ پر بنائی جائے یا در و دیوار پر، قلم سے بنائی جائے یا کیمرے سے۔ اسی طرح تصویر کا پریس میں چھاپنا، مشین یا سانچے میں ڈھالنا بھی ناجائز ہے۔ تصویر ساز، فوٹو گرافر اور ان کے عمل میں کسی پہلو سے شرکت کرنے والے اشخاص فاسق ہیں، ان کی اذان، اقامت ناجائز ہے، شہادت مردود ہے۔(۱)

حضرت مولانا مفتی یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

گھروں میں فوٹو چسپاں کرنا جائز نہیں، ہر جان دار کا فوٹو ممنوع ہے، جن ڈبوں یا چیزوں پر فوٹو ہوتا ہے اسے مٹا دینا چاہیے۔(۲)

ایک جناب کی یاوہ گوئی کا جواب دیتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں:

کیمرے کے اندر جو "چغد" بیٹھا ہوا ہے، وہ مشین ہے، جو انسان کی تصویر کو محفوظ کر لیتی ہے۔ جو کام مصور کا قلم یا برش کرتا ہے، وہی کام یہ مشین نہایت سہولت اور سرعت کے ساتھ کر دیتی ہے اور اس مشین کو بھی انسان ہی استعمال کرتے ہیں۔ یہ منطق کم از کم میری سمجھ میں تو نہیں آتی

(۱) احسن الفتاویٰ: ۸/ ۴۳۷

(۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷/ ۶۰

کہ جوکام آدمی ہاتھ یا برش سے کرے، تو وہ حرام ہو اور وہی کام اگر مشین سے کرنے لگے، تو وہ حلال ہو جائے ؟ اور پھر آں جناب فوٹو کے تصویر ہونے کا بھی انکار فرماتے ہیں ؛ حالاں کہ عرفِ عام میں بھی فوٹو کو تصویر کہا جاتا ہے اور تصویر ہی کا ترجمہ "فوٹو" ہے۔ الغرض! آپ نے ہاتھ کی بنائی ہوئی اور مشین کے ذریعے اتاری ہوئی تصویر کے درمیان جو فرق کیا ہے، یہ صرف ذریعے اور واسطے کا فرق ہے۔ مآل اور نتیجے کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں اور حدیثِ نبوی "المصورون أشد عذاباً یوم القیامة" میں ہاتھ سے تصویر بنانے والے اگر شامل ہیں، تو مشین کے ذریعے بنانے والے بھی اس سے باہر نہیں۔(۱)

ایک اور مقام پر استفتا اور جواب بعینہ اس طرح ہے کہ

سوال: فوٹو گرافی تخلیق نہیں ہے، اگر تخلیق ہے، تو آئینے اور پانی میں بھی تو آدمی کی شکل نظر آتی ہے؟ دوسرے: فلم کے ذریعے اسلام کی اشاعت ہونے کی ضرورت اور ٹی وی ایسے شروع ہوئے ہیں کہ ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہے۔ اس ضرورت کو سمجھتے ہوئے اس کو اچھے مصرف میں استعمال کیا جائے، اس کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟

جواب: فلم اور تصویر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے حرام ہے اور ان کو بنانے والے ملعون ہیں۔ ایک ملعون اسلام کی اشاعت کا ذریعہ کیسے بن سکتی ہے ؟ فوٹو کو عکس کہنا خود فریبی ہے ؛ کیوں کہ اگر انسانی عمل سے اس عکس کو حاصل نہ کیا جائے اور پھر اس کو پائے دار نہ بنایا جائے، تو فوٹو بن نہیں سکتا، پس ایک قدرتی

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۸۴/۷

اور غیر اختیاری چیز پر ایک اختیاری چیز کو قیاس کرنا خود فریبی ہے ''فلمی صنعت'' کا لفظ ہی بتاتا ہے کہ یہ انسان کی بنائی ہوئی چیز ہے۔(۱)

مولانا مفتی نظام الدین اعظمی رحمہ اللہ مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے ایک طویل استفتا کیا گیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

سوال: ایک شخص ''منوہر لال، منیجر کتب خانہ اشاعت الاسلام، دہلی'' نے افریقہ کے ایک مسلمان تاجر کے آرڈر پر انبیا اور بزرگوں کی چند تصاویر اس نے چھاپ دی، جس سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو بہت گراں گزرا۔ اہلِ اسلام کی تکلیف کو دیکھ کر اس نے معذرت کی اور ان تصاویر کی نگیٹیو جلا کر اعلانِ عام کیا کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ ان تصویروں کا چھاپنا (جب کہ ایک مسلمان نے طباعت کا آرڈر دیا تھا) قابلِ اعتراض ہے۔

اس واقعہ کے حوالے سے تصویر اور تصویر ساز کے مذکورہ عمل کی حیثیت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے معلوم کی گئی، تو اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

جواب: عام جان داروں کی تصویر بنانا خواہ کسی کیڑے مکوڑے ہی کی کیوں نہ ہو، اسلام میں قطعاً حرام اور گناہ ہے اور آخرت میں اس پر بہت سخت عذاب کی وعیدیں آئی ہیں۔ باقی صاحبِ معاملے کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انھوں نے معذرت ہی نہیں؛ بل کہ دہلی کے علما کو حکم بنا کر ان کے فیصلے کے مطابق عمل کر کے، ان تمام تصویروں کے نگیٹیو (Negative) اور خاکے ان سب حضرات کی موجودگی میں

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷/۶۷

جلا کر ضائع بھی کر دیے اور آئندہ کے لیے ان حضرات کو یقین بھی دلایا کہ اس طرح کی کوئی تصویر نہیں شائع کروں گا، جیسا کہ ان حضرات علمائے کرام کی خود اپنی تحریروں سے (جو استفتا کے ساتھ منسلک ہیں) تو صاحبِ معاملہ کی یہ غلطی عنداللہ معاف ہوگی۔(۱)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا فتویٰ

"شرعاً مسلمانوں کا فرض ہے کہ فوٹو کھنچوانے یا گھر میں رکھنے سے پرہیز کریں، ورنہ خطرہ ہے کہ وہ اس فعلِ بد کے ارتکاب کے باعث عنداللہ ذلیل کر کے جہنم رسید کیے جائیں گے۔ البتہ جو چیزیں ہمارے اختیار سے باہر ہیں، ان میں ہم مکلّف نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ ان باتوں میں مواخذہ نہ ہوگا۔ مثلاً: مروج سکے یا نوٹ پر تصویر ہے اور ہمیں جلوت وخلوت میں اس کے جیب میں رکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے یا گھر میں رکھا جاتا ہے، شاہی سکے کے تبدیل کرنے کا ہمیں کوئی اختیار نہیں؛ اس لیے معذور ہیں یا مثلاً: فنِ ڈاکٹری یا انجینئری میں تعلیم پانے والے طلبہ کے لیے تصویر کشی کی قلمی مشق لازمی ہے، جو اس سے احتراز کرے، وہ تعلیم ہی نہیں پاسکتا؛ علی ہذا القیاس اور بھی صورتیں مجبوری کی پیش آتی ہیں۔ جیسے پاسپورٹ وغیرہ؛ لہٰذا ان مجبوریوں میں حرمت ان اشیا کی ویسی ہی رہے گی؛ البتہ اضطرار کے باعث عفو کی امید ہے"۔(۲)

(۱) منتخبات نظام الفتاوی: ۱/ ۳۷۱-۳۷۲

(۱) خطبات لاہوری: ۲/ ۲۸۴-۲۸۵

باقیات الصالحات ویلور کا فتویٰ

سوال: یہاں چند دنوں سے گھروں وغیرہ میں فوٹو، تصویروں کا رکھنا جائز یا ناجائز ہونے کی بحث ہو رہی ہے، بعض کہتے ہیں کہ ناجائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے؛ براہِ کرم حکمِ شرعی سے مطلع فرمائیں؟

جواب: اللّٰهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعهٗ: جان دار کی تصویر گھروں میں رکھنا خواہ دیواروں پر لگائے رکھیں یا اور کسی جگہ جائز نہیں۔(۱)

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سہارنپوری رَحِمَہُ اللّٰہُ کا فتویٰ

سوال: تصویر اور فوٹو میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ فوٹو رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: حکم کے اعتبار سے ہر دو میں کچھ فرق نہیں، فوٹو بالکل تصویر کے حکم میں ہے، حیوان ''جان دار'' کا فوٹو رکھنا شرعاً ناجائز ہے۔ بے جان دار، درخت وغیرہ کا فوٹو رکھنا، اتارنا درست ہے۔(۲)

حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خان صاحب کی تحقیق اور فتویٰ

''جہاں تک تعلق ہے آج کل کے کیمرے کی تصویر کا، تو اگرچہ مصر کے بعض علما نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے؛ لیکن جمہور اہلِ فتاویٰ کا فتویٰ اس کے عدمِ جواز کا ہے۔ اب رہ جاتی ہے بات ٹیلی ویژن، ویڈیو، کمپیوٹر کی تصویر کی، اس کے بارے میں جمہور اہلِ فتاویٰ کا فتویٰ عدمِ جواز ہونے کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ٹی-وی پر آنے والی تصویر کا

(۱) فتاویٰ باقیات صالحات: ۶۲۹-۲۷۷

(۲) جامع الفتاویٰ: ۱/ ۶۱۷

وہی حکم ہے، جو دوسری عام تصاویر کا ہے؛ البتہ بعض علما کا کہنا ہے کہ یہ تصویر کے حکم میں نہیں؛ بل کہ یہ عکس ہے، جو شعاعوں اور لہروں کے ذریعے جدید ٹکنیک سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔(۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کا فتویٰ

تصویر سازی کے جواز وعدمِ جواز کے عِلل واسباب پر بحث کرنے کے بعد اپنا فیصلہ اور فتویٰ لکھتے ہیں کہ

(۱) حقیقت یہ ہے کہ نقش ونگار کے ذریعے بنائی ہوئی تصاویر اور عکسی تصاویر کے درمیان، جو تفریق ہے، اس کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں ہے۔ شریعت کا اصول یہ ہے کہ جو چیز اصلاً حرام اور غیر مشروع ہو، آلے کے بدل جانے سے اس کا حکم نہیں بدلتا۔ مثلاً: شراب حرام ہے، چاہے اس کو ہاتھ سے بنایا گیا ہو، چاہے جدید مشینوں کے ذریعے بنایا گیا ہو، یا مثلاً قتل کرنا حرام ہے، چاہے کوئی چھری سے قتل کرے یا گولی چلا کر قتل کرے۔ یہی معاملہ تصویر کا ہے، شریعت نے تصویر بنانے اور رکھنے کو منع فرمایا ہے؛ لہٰذا اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر مصور کے بُرش سے بنائی گئی ہو یا کیمرے کے ذریعے کھینچی گئی ہو۔(۲)

ایک استفتا کا جواب دیتے ہوئے حضرت لکھتے ہیں کہ

(۲) تصویر کھینچنا اور کھنچوانا مسجد سے باہر بھی ناجائز ہے، خاص طور پر مسجد کو اس ناجائز فعل سے آلودہ کرنا تو اور بھی گناہ ہے۔ اگر واقعۃً ان کی اجازت سے ریل بھری گئی تھی اور انھوں نے تصویر کھینچتے دیکھ

---

(۱) کشف الباری:۱۲/۲۳۴-۲۳۵

(۲) فقہی مقالات:۴/۱۳۰

کر قدرت کے باوجود منع نہیں کیا، اس کے باوجود قسم کھالی کہ میری اجازت سے تصویر نہیں کھینچی گئی، تو انھوں نے سخت گناہ کا ارتکاب کیا۔ اگر وہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرلیں تو خیر، ورنہ اگر اصرار کریں، تو

انہیں اپنے اختیار سے امام نہیں بنانا چاہیے۔ تاہم جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئیں، وہ ادا ہوگئیں۔ (۱)

جامع ترمذی کی درسی تقریر میں آپ نے کیمرے کی تصویر کے سلسلے میں علما کے اختلاف کا ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ

''مصر کے مفتی علامہ محمد بخیط رَحِمَہُ اللّٰہ نے فوٹوگرافی کو اس دلیل سے جائز قرار دیا کہ حرمتِ تصویر کی علت ''مشابہت بخلق اللہ'' ہے اور یہ کیمرے کے ذریعے تصویر کشی کرنے میں نہیں پائی جاتی اور بلادِ مصر وعرب کے بہت سے علما نے ان کی تائید بھی کی؛ مگر علما کی اکثریت نے اس زمانے میں بھی اور بعد میں بھی اور خاص طور پر ہند وپاک کے علما نے اس استدلال کو صحیح نہیں بتایا اور لکھا کہ حرمتِ تصویر کی علت ''مشابہت بخلق اللہ'' جیسے ہاتھ، قلم وغیرہ سے تصویر کشی کرنے میں پائی جاتی ہے، اسی طرح کیمرے کے ذریعے تصویر کشی کرنے میں بھی پائی جاتی ہے اور محض آلے کی تبدیلی سے حکم میں کوئی فرق نہیں آتا؛ اس لیے جمہور علما کے نزدیک راجح یہی ہے کہ کیمرے کی تصویر کا بھی وہی حکم ہے، جو ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویر کا ہے؛ لہٰذا اس سے پرہیز ضروری ہے''۔ (۲)

---

(۱) فتاویٰ شیخ الاسلام: ۱/۴۳۸

(۲) ملخصاً از درسِ ترمذی: ۵/۳۴۹-۳۵۰

شیخ الحدیث ''مظاہر العلوم وقف'' حضرت مولانا عثمان غنی صاحب کی تحقیق اور فتویٰ

تصویر سے مراد ذی روح یعنی جان دار کا چہرہ ہے، اگر چہرہ نہ ہو، تو وہ مستثنٰی ہے۔ اسی طرح غیر جان دار مثلاً مسجد، مکان اور درخت کی تصویریں داخلِ ممانعت نہیں ہیں اور تصویر خواہ فوٹو ہو یا مجسمہ ہو، سب ناجائز ہیں۔ جیسے ٹی وی، ویڈیو کیسٹ سب ناجائز و حرام ہیں۔(۱)

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کا فتویٰ

''متعدد احادیثِ شریفہ کی بنا پر فقہائے امت نے فرمایا کہ کسی بھی جان دار کی تصویر کھینچنا، کھنچوانا کسی حال میں جائز نہیں؛ خواہ ہاتھ کے ذریعے یا قلم سے یا فوٹو سے''۔(۲)

ایک جگہ خود مولانا سے ''مذہبی جلسے میں ویڈیو گرافی کرنا جائز یا نہیں''؟ کا سوال ہوا، تو اس کے جواب میں تحریر کرتے ہیں کہ

''لوگوں کو دین کی باتیں، سیکھنے اور سکھانے کی ترغیب دینا یقیناً نہایت نیک کام، اجر و ثواب کا باعث ہے، لیکن اس کے لیے تصویر کشی اور فوٹو گرافی جائز نہیں، بلا ضرورتِ شرعی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا گناہِ کبیرہ ہے''۔(۳)

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی کا فتویٰ

''بہر حال! ان روایات و اقوالِ محدثین سے یہ بات واضح طور پر

(۱) نصر الباری: ۱۰۵/۱۱
(۲) کتاب الفتاویٰ: ۱۶۷/۶
(۳) کتاب الفتاویٰ: ۱۶۹/۶

ثابت ہوتی ہے کہ فوٹو کھینچنا اور کھنچانا ناجائز ہے، ایسا کرنے والا فاسق اور مرتکبِ کبیرہ ہے"۔(۱)

مولانا رفیق احمد رفیق المہر وری ثم الفتیوی کی تحقیق اور فتویٰ

"اکثر تماثیل کا اطلاق مٹی، پتھر، سونا، چاندی وغیرہ کے ذریعے مجسمہ بنانے پر ہوتا ہے اور تصاویر کا اطلاق فوٹو پر بھی ہوتا ہے، چاہے وہ فوٹوگرافی سے کھینچے یا رنگ ونقش وغیرہ سے بنائے جائیں"۔(۲)

آگے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ
مشین کے فوٹو کا حکم: (۱) ممالکِ عرب کے بعض علما کہتے ہیں کہ مشین کے ذریعے جو عکس اور فوٹو اٹھاتے ہیں، وہ جائز ہے۔(۲) ممالکِ عرب کے علمائے محققین اور جمہور علمائے عجم کہتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے۔(۳)

مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی

"ہر طرح کے جان دار کی تصویر بنانا اور اس کا بیچنا حرام ہے؛ حتیٰ کہ لڑکوں کے کھلونے، جو تصویر کی شکل میں ہوتے ہیں، حرام ہیں۔ اگر ان چیزوں کو کوئی توڑ دے یا خراب کردے، تو خراب کرنے والے سے کوئی تاوان نہیں لیا جائے گا؛ کیوں کہ اسلامی شریعت میں یہ مال ہی نہیں ہے، اس کا خراب کرنا اور راستے کی مٹی کو ادھر ادھر کرنا دونوں برابر ہے"۔(۴)

(۱) حبیب الفتاوی: ۲/۲۴۱
(۲) ایضاح المشکات: ۲/۵۶۲
(۳) ایضاح المشکات: ۲/۵۶۳
(۴) اسلامی فقہ: ۲/۳۸۰

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا فتویٰ

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی (جو بریلوی طبقے کے بانی مبانی اور اس کے امام کہلاتے ہیں) ان کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ تصویرِ عکسی بھی حرام ہے، ان کا فتویٰ ملاحظہ کیجیے:

''صورت گریٔ جان دار مطلقاً حرام است؛ سایہ دار باشد یا بے سایہ، دستی باشد یا عکسی۔ در زمانِ برکت نشانِ سید الانس والجان صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہر دوگانہ تصویر می ساختند؛ ہم مجسم وہم مسطح، ودر احادیث ذکر مطلق صورت گری نہی اکید ودر صنعتِ او وعیدِ شدید بے تخفیف وتقیید ورود یافت؛ پس جمیع اقسامِ او زیرِ منع درآمد۔ تصویر بے سایہ را روا داشتن، مذہب بعض روافض است وبس۔(۱)

(جان دار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے، سایہ دار ہو یا بے سایہ ہو، دستی ہو یا عکسی ہو، سید الانس والجان صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانِ برکت نشان میں دونوں طرح کی تصویر بناتے تھے، مجسم بھی مسطح بھی اور احادیث میں مطلق صورت بنانے کے بارے میں نہی اکید اور اس کی صنعت کاری پر وعیدِ شدید بلا تخفیف وبغیر کسی قید کے وارد ہوئی ہے؛ لہٰذا تصویر کی تمام قسمیں اس منع کے تحت داخل ہو جاتی ہیں۔ بے سایہ تصویر کو جائز رکھنا صرف بعض روافض کا مذہب ہے)

نیز بریلوی مسلک کے دیگر علما کا بھی یہی فتویٰ ہے؛ چناں چہ ''فتاویٰ بریلوی شریف'' میں ایک سوال آیا ہے کہ

جس جلسے میں تصویر کشی ہو، اس میں شرکت کرنا کیسا ہے، جلسے،

(۱) فتاویٰ رضویہ: ۹/۱۷، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی

جلوسِ میلاد النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وغیرہ کے مواقع پر پرسنل ریکارڈ کے لیے یا گورمنٹی کا غذات کی خانہ پُری یا اخباری رپورٹ کے لیے تصویر بنانا کیسا ہے؟ یہاں امریکہ کے اکثر جلسوں میں تصویریں بنتی ہیں،ان سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

علمائے بریلویہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ

''ان امور میں تصویر کھینچنا، کھنچوانا ہرگز جائز نہیں۔علمائے کرام نے ایسی صورت میں تصویر کشی کی اجازت دی ہے کہ جس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو،تو اسی قدر رخصت ہے جتنے سے یہ کام ہو جائے۔''شرح الأشباہ'' میں ہے: "ما أبیح للضرورۃ ، یتقدر بقدرھا " تو محض ریکارڈ کے لیے تصویر کشی کیوں کر جائز ہو سکتی ہے؟ جب کہ ریکارڈ کے لیے رپورٹ کے ساتھ تصویر کوئی لازم وضروری نہیں۔جن جگہوں پر تصویر کشی و ویڈیو گرافی جیسے منکراتِ شرعیہ کا ارتکاب کیا جاتا ہو، وہاں مسلمانوں کی شرکت ناجائز وحرام خواہ وہ مجلس سیاسی ہو یا مذہبی۔(۱)

اسی کتاب میں مسجد میں تصویر کشی کے بارے میں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

کہیں بھی کسی بھی ذی روح کی تصویر کھینچنا ، کھنچوانا سخت حرام بدانجام ہے اور مسجد جیسی متبرک ومسعود جگہ میں اس قبیح وشنیع فعل کا ارتکاب تو اور زیادہ حرام؛ بل کہ اشد حرام ہے۔(۲)

جناب ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم اور''فوٹو'' کا مسئلہ

جماعت اسلامی کے بانی مبانی ''جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب'' کا بھی یہی

(۱) فتاوی بریلی شریف:۱۷۶

(۲) فتاویٰ بریلی شریف:۲۰۱

فتویٰ ہے کہ تصویر وفوٹو سب حرام و ناجائز ہیں۔ مولانا مودودی اگرچہ متعدد مسائل میں جمہور امت کے خلاف رائے رکھتے ہیں اور اسی لیے علمانے ان کے خیالات ونظریات کی تردید بھی کی ہے، تاہم وہ اس مسئلے میں جمہور کے ساتھ ہیں، ان کا فتویٰ ملاحظہ کیجیے:

سوال: میرے ایک فوٹوگرافر دوست کا خیال ہے کہ اسلام نے تصویر کے متعلق جو امتناعی حکم دیا ہے، وہ فوٹو پر عائد نہیں ہوتا۔ بالخصوص جب کہ فحش منظر کا فوٹو نہ لیا جائے۔ کیا اس حد کو قائم رکھتے ہوئے فوٹوگرافی کا پیشہ کیا جا سکتا ہے؟ قومی لیڈروں، جلسوں اور جلوسوں کی تصویریں لینے میں کیا حرج ہے؟

جواب: فوٹو کے متعلق اصولی بات سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام جان دار چیزوں کی مستقل شبیہ محفوظ کرنے کو بالعموم روکنا چاہتا ہے؛ کیوں کہ انسانی تاریخ کا طویل تجربہ ثابت کرتا ہے کہ یہ چیز اکثر فتنے کا موجب بنی ہے؛ اب چوں کہ اصل فتنہ صورت کا محفوظ ہونا ہے؛ لہٰذا اس سے بحث نہیں کی جائے گی کہ اس کو کس طریقے سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ طریقہ خواہ سنگ تراشی کا ہو یا موئے قلم یا عکاسی کا، یا جو کوئی آئندہ ایجاد ہو، بہر حال یہ ناجائز ہی رہے گا؛ کیوں کہ یہ سارے طریقے اصل فتنے کا سبب بننے میں یکساں ہیں۔ پس فوٹوگرافی اور مصوری میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا اور ممانعت چوں کہ جان دار اشیا کی تصویروں کی ہے؛ اس لیے تمام تصویریں حرام رہیں گی؛ خواہ وہ فحش ہوں یا غیر فحش؛ البتہ فحش تصویر میں ایک وجہ حرمت کی اور بڑھ جاتی ہے؛ لیکن لیڈروں کی تصویریں اور جلسوں اور جلوسوں کی تصویریں کسی طرح بھی جائز اور

حقیقی ضرورت کی تعریف میں نہیں آتیں، خصوصاً لیڈروں کی تصویریں تو بندگانِ خدا کو اس خطرے سے بہت ہی قریب پہنچا دیتی ہیں، جس کی وجہ سے تصویر کو حرام قرار دیا گیا ہے۔(۱)

یہاں یہ بھی سنتے چلیے کہ ایک صاحب نے ''جناب ابوالاعلی مودودی مرحوم'' پر یہ اعتراض کیا کہ

''اگر واقعی تصویر حرام ہے، تو پھر آپ کی تصویر اخبار میں دیکھی جائے، تو بڑا رنج ہوتا ہے۔ عموماً علمائے کرام تصویر کو ناجائز بتاتے ہیں؛ مگر ان کا عمل اس کے برعکس ہوتا ہے۔؟''

اس کے جواب میں مودودی صاحب نے لکھا کہ

آپ شاید اس خیال میں ہیں کہ آج کل بھی کسی شخص کی تصویر اسی وقت اتر سکتی ہے، جب وہ خود کھنچوائے؛ حالاں کہ اس زمانے میں آدمی کی تصویر بالکل اسی طرح اتاری جاتی ہے، جیسے کسی شخص کو اچانک گولی ماردی جائے۔ اخبارات میں میری تصویریں شائع ہوتی ہیں، ان میں میری مرضی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ تصویر کے بارے میں میں نے اپنا مسلک شروع ہی سے واضح کر رکھا ہے؛ اگر اس کے باوجود بھی لوگ تصویر لینے سے باز نہیں آتے، تو اس کی ذمہ داری ان کی گردن پر ہے اور آپ کو مجھ سے پوچھنے کے بہ جائے ان سے پوچھنا چاہیے۔(۲)

جامعہ بنوریہ عالمیہ بنوری ٹاون کراچی کا فتویٰ

''واضح ہو کہ تصویر کی حرمت محض اس کی عبادت اور پوجا کرنے کی وجہ

(۱) رسائل ومسائل: ۱۱۹-۱۲۰

(۲) رسائل ومسائل: ۴/۱۰۶-۱۰۷

سے نہیں کہ آج کے دور میں اگر اس کی پوجا نہیں کی جارہی ہے، تو جائز ہونی چاہیے؛ بل کہ کسی بھی ذی روح کی تصویر گارے، مٹی اور پتھر وغیرہ سے بنائی جائے یا کیمرہ وغیرہ سے کسی در ودیوار اور کاغذ وکپڑے وغیرہ پر بنائی جائے ، "مضاهاة لخلق الله" یعنی اللہ تعالیٰ کی خلق کے مثل اور مشابہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ الخ (۱)

تصویر کے بارے میں اکابر کا عمل

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا مسلک وعمل

ایک صاحب جناب احمد حسین کے خط کے جواب میں حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے لکھا کہ

"والا نامہ مع کٹنگ فوٹو پہنچا، یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں، میں نے خود اپنے علم و ارادے سے کبھی فوٹو نہیں کھنچوایا، میری لاعلمی میں ایسا ہو جاتا ہے، نہ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں، جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں"۔ (۲)

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا رجوع

پہلے پہل جبل العلم والعلما "حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ" کی بھی رائے فوٹوگرافی کے جائز ہونے ہی کی تھی ؛مگر حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحقیقِ انیق اور لاجواب رسالہ "التصویر لأحكام التصوير" کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اپنی رائے سے رجوع فرمالیا تھا اور جمہور علما ہی کے مسلک

(۱) فتاویٰ جامعہ بنوریہ عالمیہ: نمبر: ۴۲۶۲۱

(۲) تذکرہ حضرت مدنی: ص، ۲۶۳

کوراجح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ

مسئلۂ تصویر کے متعلق میں نے ۱۹۱۹ء میں ایک مضمون لکھا تھا، جس میں ذی روح کے فوٹو لینے؛ یعنی عکسی تصویر کشی اور خصوصاً نصف حصہ جسم کے فوٹو کا جواز ظاہر کیا تھا۔ اس سلسلے میں بعد کو ہندوستان اور مصر کے بعض علما نے بھی مضامین لکھے، جن میں سے بعض میرے موافق ہیں اور بعض میرے مخالف ہیں؛ لیکن بہ ہرحال اس بحث کے سارے پہلو سامنے آ گئے ہیں؛ اس لیے سب کو سامنے رکھ کر اب اس سے اتفاق ہے کہ صحیح یہی ہے کہ امرِ اول دستی تصویر کی طرح ناجائز ہے اور امرِ ثانی کھینچنا ناجائز اور کھینچوانا باضطرار، جائز اور دھڑ کے بغیر سر اور چہرے کے دونوں جائز ہیں۔ (۱)

مولانا ابوالکلام آزاد کا رجوع

ایک صاحب نے اپنی کتاب کے شروع میں مولانا کی تصویر لگانے کی اجازت مانگی، تو اس پر مولانا نے جواب لکھا کہ

''تصویر کا کھنچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے، یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور ''الہلال'' کو باتصویر نکالا تھا، اب میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں، میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہیے نہ کہ از سرنو ان کی تشہیر کرنا چاہیے'' (۲)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

(۱) جواہر الفقہ: ۳/۱۷۰

(۲) جواہر الفقہ: ۳/۱۷۱

”ایک صاحب نے میری تصویر کھینچنے کا ارادہ کیا، مجھ سے اجازت چاہی، میں نے منع کردیا اور کہا کہ تصویر کشی ناجائز ہے۔ انھوں نے کہا کہ عدمِ جواز بتوں کے بارے میں ہے، میں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حجرے پر پردہ ڈال رکھا تھا، جس میں تصاویر تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ سخت ترین عذاب قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا، جو تصویر بناتے ہیں (بخاری:۲/۸۸۰) وہاں تو بُت نہیں تھے، اس کے باوجود پھاڑ ڈالا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ کہنے لگے یہ تو عکس ہے، جیسے پانی پر، اس میں انسان کی بناوٹ کا دخل نہیں۔ میں نے کہا کہ غلط ہے، اس میں انسانی بناوٹ کا دخل ہے؛ اس لیے کہ کیمرہ خود بہ خود تصویر نہیں کھینچتا، ابتدا انسان کے فعل ہی سے ہوتی ہے؛ پھر صفائی بھی اس کے فعل ہی سے ہوتی ہے“۔(۱)

محی السنہ حضرت شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کا واقعہ

آئینۂ مظاہر العلوم کے معاون مدیر ”آئینہ مظاہر العلوم، محی السنہ نمبر“ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا:

”احقر کی ایک جگہ دعوت تھی، بس صاحب نے چالاکی سے فوٹو کھینچ لیا، اچانک روشنی سے میں سمجھ گیا، پہلے تو انھوں نے دھوکہ دینا چاہا کہ یہ روشنی جو ہوئی ہے کیمرہ کی نہ تھی، بجلی کا بلب فیوز ہوا یا بجلی کا تار خراب ہوگیا۔ میں نے کہا کہ کیمرہ مجھے دیجیے، میں نے اس پر قبضہ کیا اور کہا کہ پوری ریل اس کی میرے سامنے ضائع کردو، ورنہ میں اس گھر میں کبھی

(۱) حیاتِ محمود:۲/۳۸۲

قدم نہ رکھوں گا اور نہ اس وقت تک کھانا کھاؤں گا اور ابھی واپس جاتا ہوں۔بس سب کا مزاج ٹھیک ہوگیا،۳۲/ روپے کی تمام ریل تباہ ہوگئی،زندگی بھر کے لیے سبق مل گیا''۔(۱)

مولانا ناصر الدین مظاہری حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے حالات درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

جہاں فوٹو کھینچے جا رہے ہوں ،اسراف ہو رہا ہو،وہاں بھی تشریف نہیں لے جاتے تھے۔(۲)

''ٹی۔وی'' اور ''ویڈیو'' کی تصویر بھی حرام ہے

عکسی تصویر کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ٹی۔وی اور ویڈیو کے بارے میں بھی ان علمائے عرب کے فتاویٰ سے ان کا نظریہ پیش کر دیں،ان حضرات کے فتاویٰ سے اس سلسلے میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ ٹی۔وی کی موجودہ صورتِ حال میں وہ اس کو جائز نہیں،حرام قرار دیتے ہیں۔اسی طرح ''ویڈیو'' کی تصاویر کو بھی حرام کہتے ہیں،ہاں! اگر ان دونوں کو جان دار کی تصویر اور دیگر محرمات سے پاک کر لیا جائے اور ان کے ذریعے کوئی دینی پروگرام یا جائز پروگرام پیش کیا جائے،تو یہ حضرات اس صورت میں ان قیودات کے ساتھ ان کو جائز کہتے ہیں اور یہی تمام علما کا نظریہ ہے اور ہم نے اس پر اپنی کتاب ''ٹیلی ویژن اسلامی نقطۂ نظر سے'' میں سیر حاصل بحث کر دی ہے۔

لیجیے! اس سلسلے میں علمائے عرب کے چند فتاویٰ ملاحظہ کیجیے:

(۱) ''اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء'' سے کسی نے ''ٹیلی

(۱) رسالۂ مذکورہ:۸۷

(۲) رسالۂ مذکورہ:۵۲

ویڑن“ کے بارے میں جواز وعدم جواز کا سوال کیا ہے، اس کے جواب میں ”اللجنة الدائمة“ کے مفتیان: ”شیخ علامہ عبدالعزیز بن باز“، ”شیخ عبدالرزاق عفیفی“ ،”شیخ عبداللہ بن غدیان“ اور ”شیخ عبداللہ بن قعود“، ان سب نے یہ جواب لکھا ہے:

” وأما التلفزيون فيحرم ما فيه من غناء و موسيقي و تصوير وعرض صور و نحو ذلک من المنكرات ، ويباح ما فيه من محاضرات إسلامية و نشرات تجارية أو سياسية و نحو ذلک مما لم يرد في الشرع منعه ، وإذا غلب شره على خيره كان الحكم للغالب“(۱)

(اور رہا ٹیلی ویژن، تو اس میں جو گانا، موسیقی اور تصویر سازی اور تصاویر کی پیشکش اور دیگر منکرات پائے جاتے ہیں، یہ حرام ہیں اور اس (ٹیلی ویژن) میں جو اسلامی محاضرات اور تجارتی اور سیاسی خبریں وغیرہ ہوتے ہیں، وہ جائز ہیں، جن کا ممنوع ہونا شرع میں وارد نہیں اور اگر اس میں شر کو خیر پر غلبہ ہو جائے، تو حکم غالب کا ہوگا)

(۲) اسی طرح ” اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء“ کی جانب سے ایک اور فتوے میں، جو اس سوال کے جواب میں ہے کہ

”آپ لوگ بہت پہلے سے تصویر کی حرمت کا فتویٰ دے چکے ہیں؛ مگر آج کل تصویر کی ایک قسم پائی جاتی ہے، جس کو ہم ٹیلی ویژن اور ویڈیو وغیرہ فلمی ریلوں میں دیکھتے ہیں، اس طرح کہ آدمی کی صورت – جیسا لوگ کہتے ہیں – محسوس معلوم ہوتی ہے اور ایک طویل زمانے تک کے لیے محفوظ ہو جاتی ہے، تو اس تصویر کا کیا حکم ہے؟“

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱/۴۶۶، رقم الفتویٰ: ۴۵۱۳

اس کے جواب میں ''اللجنة الدائمة'' نے لکھا ہے کہ

''حكم التصوير يعم ما ذكرتَ''(تصویر کا حکم ان سب کو شامل ہے، جو آپ نے ذکر کیے ہیں)(۱)

(۳)''اللجنة الدائمة'' سے ایک سوال یہ کیا گیا کہ

''هل التصوير الذي تستخدم فيه كاميرا الفيديو، يقع حكمه تحت التصوير الفوتوغرافي؟

(کیا وہ تصویر جس میں ویڈیو کیمرا استعمال کیا جاتا ہے، اس کا حکم فوٹوگرافی کی تصویر کے تحت داخل ہے؟)

اس کا جواب ''اللجنة الدائمة'' نے لکھا اور اس فتوے پر سعودی عرب کے چھ علما کے دستخط ثبت ہیں اور وہ علما یہ ہیں: صدرِ لجنہ ''شیخ عبدالعزیز بن باز''، نائب صدر ''شیخ عبدالرزاق العفیفی''، رکنِ لجنہ ''عبداللہ بن غدیان''، رکنِ لجنہ ''شیخ صالح بن فوزان''، رکنِ لجنہ ''شیخ عبدالعزیز آل الشیخ''، رکنِ لجنہ ''شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید''؛ ان سب علما کی تصدیق سے یہ جواب لکھا گیا:

''نعم ! حكم التصوير بالفيديوحكم التصوير الفوتو غرافي بالمنع والتحريم لعموم الأدلة''(۲)

(ہاں! ویڈیو کی تصویر کا حکم بھی عمومِ دلائل کی وجہ سے، فوٹوگرافی کی تصویر کی طرح منع و حرام ہونے ہی کا حکم رکھتا ہے)

(۴)ایک مصری عالم شیخ ابو ذر قلمونی نے اپنی کتاب ''فتنة تصوير العلماء والظهور في القنوات الفضائية'' میں ''مجلة البحوث ، (عدد: ۴۲، ص: ۱۶۱) کے حوالے سے لکھا ہے کہ شیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ

(۱) فتاوىٰ اللجنة الدائمة: ۱/۴۶۷، رقم الفتوىٰ: ۵۸۰۷

(۲) فتنة تصوير العلماء:۱۹

''ویڈیو کے ذریعے محاضرات یعنی تقریر و لکچر کی تصویر لینا کیسا ہے؛ تاکہ دوسرے مواقع پر ان سے استفادہ کیا جائے؟ اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ

" هذا محل نظر ، وتسجيلها بالأشرطة أمر مطلوب ولا يحتاج معها إلىٰ الصورة ولكن الصورة قد يحتاج إليها بعض الأحيان حتىٰ يعرف و يتحقق أن المتكلم فلان، فالصورة توضح المتكلم وقد يكون ذٰلک لأسباب أخرىٰ فأنا عندي في هذا توقف لأجل ما ورد من الأحاديث في حكم التصوير لذوات الأرواح وشدة الوعيد في ذلک "(۱)

(یہ محلِ نظر ہے اور ان محاضرات و لکچرس کا کیسیٹ میں ریکارڈ کرنا مطلوب ہے اور اس کے لیے صورت کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی ، صورت کی ضرورت تو کبھی کبھی پیش آتی ہے، تاکہ معلوم و متحقق ہو کہ فلاں بول رہا ہے؛ لہٰذا تصویر تو متکلم کی وضاحت کرتی ہے اور اس کی ضروت کبھی بعض دوسرے اسباب سے بھی ہوتی ہے، پس مجھے اس میں اس وجہ سے توقف ہے کہ جان دار کی تصویر کا حکم اور اس بارے میں سخت وعید احادیث میں وارد ہوئی ہے)

(۵) نیز شیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ ہی سے پوچھا گیا کہ

"هل جهاز التلفزيون يدخل ضمن التصوير أم أن ما يُعْرَضُ في هذا الجهاز من برنامج سيّئة هو الحرام فقط؟" (۲)

(کیا ٹیلی ویژن بھی تصویر کے حکم میں داخل ہے؟ یا اس آلے پر جو

---

(۱) فتنة تصوير العلماء: ۱۳

(۱) فتنة تصوير العلماء: ۱۴

بُرے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں، صرف وہ حرام ہیں؟) اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ ”کل التصویر محرّمٌ“ (تمام قسم کی تصویریں حرام ہیں)

(۶) شیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رَحِمَهُ اللهُ لکھتے ہیں کہ

”وأما التلفزيون فهو آلة خطيرة و أضرارها عظيمة كالسينما أو أشد ، وقد علمنا عنه من الرسائل المؤلفة في شانهٖ و من كلام العارفين بهٖ في البلاد العربية وغيرها ما يدل على خطرته وكثرة أضراره بالعقيدة والأخلاق وأحوال المجتمع ، وما ذلک إلا لما يبث فيه من تمثيل الأخلاق السافلة والمرائي الفاتنة والصور الخليعة وشبه العاريات والخطب الهدامة والمقالات الكفرية والترغيب في مشابهة الكفار في أخلاقهم و أزيائهم و تعظيم كبرائهم وزعمائهم والزهد في أخلاق المسلمين وأزيائهم والاحتقا رلعلماء المسلمين وأبطال الإسلام وتمثيلهم بالصور المنفرة منهم والمقتضية لاحتقارهم والإعراض عن سيرتهم وبيان طرق المكر والاحتيال والسلب والنهب والسرقة وحياكة الموامرات والعدوان على الناس ، ولاشک أن ما كان بهذه المثابة وترتبت عليه هذه المفاسد يجب منعه والحذر منه وسد الأبواب المفضية إليه ، فإذا أنكره الإخوان المتطوعون و حذروا منه ، فلا لوم عليهم في ذالک ؛ لأن ذلک من النصح لله و لعباده “(۱)

(۱) فتاویٰ الشیخ عبد العزیز بن باز: ۱۸۹/۳

(رہا ٹیلی ویژن، تو وہ ایک خطرناک آلہ ہے اور اس کے نقصانات سنیما کی طرح بہت بڑے ہیں؛ بل کہ اس سے بھی شدید ہیں اور ہم ٹیلی ویژن کے بارے میں لکھے ہوئے رسائل اور عرب ممالک وغیرہ میں اس کی جان کاری رکھنے والے لوگوں کے کلام سے یقیناً اس کے متعلق وہ باتیں جانتے ہیں، جو اس کی خطرناکی اور عقیدے، اخلاق اور معاشرے کے احوال پر اس کے نقصانات پر دلالت کرتے اور یہ اسی لیے ہے کہ اس میں گرے ہوئے اخلاق اور فتنہ پرور مرثیوں، فحش اور ننگی عورتوں کی تصاویر اور دین کو منہدم کرنے والے بیانات اور کفریہ مقالات اور اخلاق وعادات اور طور طریقوں میں کفار سے مشابہت کی ترغیب اور ان کے بڑوں اور لیڈروں کی تعظیم اور مسلمانوں کے اخلاق وطور وطریقوں سے بے رغبتی اور ان کے علما اور اسلام کے بہادروں کی تحقیر وتوہین اور ان سے نفرت پیدا کرنے والی اور ان کی حقارت کا تقاضا کرنے والی تصاویر اور ان کی سیرتوں سے اعراض اور دھوکہ، حیلہ بازی، لوٹ گھسوٹ، چوری اور سازشوں اور لوگوں پر ظلم زبردستی کی نقالی کو پیش کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو چیز اس حالت پر ہو اور اس پر یہ مفاسد مرتب ہوتے ہوں، اس سے منع کرنا، ڈرانا اور اس تک لے جانے والے دروازوں کو بند کرنا واجب ہے؛ لہٰذا جو مطوع (رضا کار) بھائی اس پر انکار کرتے اور اس سے ڈراتے ہیں، ان پر کوئی ملامت نہیں؛ کیوں کہ یہ اللہ کے لیے اور بندوں کے حق میں خیر خواہی ہے)

(۷) بعض لوگوں کو شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کے متعلق یہ غلط فہمی تھی کہ آپ ویڈیو کو جائز کہتے ہیں، اس کے بارے میں ان سے قریب رہنے والے شیخ عبد

العزیز بن عبداللہ الراجحی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا، تو انھوں نے کہا کہ

"أما بعد: فإني لا أعلم أن سماحة شيخنا عبد العزيز بن باز رحمہ اللہ يفتي بجواز التصوير بالفيديو !!! وإنما الذي أعلمه أنه يفتي بمنع التصوير مطلقاً إلا للضرورة كالتصوير لبطاقة الأحوال أو جواز السفر أو لرخصة قيادة السيارة أو للشهادة العلمية"(۱)

(بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ بے شک میں نہیں جانتا کہ ہمارے شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ ویڈیو سے تصویر لینے کے جواز کا فتوے دیتے تھے، میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ آپ مطلقاً تصویر کے ممنوع ہونے کا فتویٰ دیتے تھے، سوائے اس کے کہ کوئی ضرورت ہو، جیسے شناختی کارڈ، پاسپورٹ، ڈرائیونگ لائسنس، اور تعلیمی سرٹیفکیٹ کے لیے تصویر)

(۸) شیخ علامہ صالح بن فوزان سے سوال کیا گیا کہ

" مَا حُكْمُ اسْتخدامِ الوَسَائِلِ التعليميَّةِ منْ فيديو، و سينما، وغيرهما في تدريس الموادّ الشرعيّة كالفقه والتفسير وغيرها من الموادّ الشرعية ؟ وهل في ذلک محدود شرعي؟ " (۲)

(شرعی علوم، جیسے فقہ و تفسیر وغیرہ کی تعلیم و تدریس کے لیے ویڈیو اور سینما وغیرہ تعلیمی وسائل سے مدد لینے کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اس میں کوئی شرعی حد ہے؟)

اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ

(۱) فتنة تصوير العلماء:۱۵

(۲) المنتقىٰ :۲۰۶/۳

" الّذيْ أراه أنّ ذلک لایجُوزُ ؛ لأنّهٗ لا بُدّ أن یکون مصحوباً بالتصویر، و التصویر حرامٌ ، ولیس هُناک ضرورةٌ تدعو إلیه "
(میرا خیال یہ ہے کہ یہ جائزنہیں ہے؛اس لیے کہ ان میں لازم ہے کہ یہ تصویر سے منسلک ہوں اور تصویر حرام ہے اور یہاں کوئی ایسی ضرورت بھی نہیں، جو اس کی داعی ہو)

(۹) شیخ صالح بن فوزان نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ
" المشروع للمسلم رجلاً کان أو امرأةً احترام شهر رمضان و شغله بالطاعات وتجنب المعاصي و السيئات في كل وقت وفي رمضان آكد لحرمة الزمان ،والسهر لمشاهدة الأفلام والمسلسلات التي تعرض في التلفاز أو الفيديوأو بواسطة الدش أو استماع الملاهي والأغاني كل ذلک محرم ومعصية في رمضان و غيره لكنه في رمضان أشد إثماً "(۱)
(مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو، اس کے لیے مشروع یہ ہے کہ رمضان کا احترام کرے اور نیکیوں سے رمضان کو مشغول رکھے اور معاصی اور گناہوں سے ہر وقت پرہیز کرے اور رمضان میں زمانے کے تقدس کی وجہ سے اور زیادہ کرے اور فلموں اور ان پروگراموں کو دیکھنے کے لیے جاگنا، جو ٹیلی ویژن اور ویڈیو یا بذریعے ڈش، پیش کیے جاتے ہیں یا لہو ولعب کا اور گانوں کا سننا یہ سب کا سب رمضان وغیرِ رمضان، ہر وقت حرام ہے؛ لیکن رمضان میں اور زیادہ گناہ کا باعث ہے)

(۱) المنتقیٰ: ۵/۷۸

(۱۰) شیخ ناصر الدین الالبانی نے ایک سوال کے جواب میں ''ٹیلی ویژن'' کے بارے میں لکھا ہے:

" فهُنا حينما نقول: الصور الفوتوغرافية هل هي جائزة أو محرّمة؟ نقول: إنّها محرمة إلّا مالا بُدّ منه ، كذلک التلفاز ، والتلفاز – الحقيقة– من المخترعات التي هي من حيث تعلّقها بالصور والتصوير هي من جهة أخطر و أشد تحريماً من الصور الجامدة غير المحركة ، لكنّه في الوقت نفسه هي إذا كانتْ مستثناةً من التحريم هي أنفع من هذهِ الصور الجامدة ، فإذاً حكم التلفاز كحكم التصوير الفوتوغرافي وغيره، الأصل فيه حرام ، فما كان يجوز بضرورة جاز، سواءٌ في التصوير الفوتوغرافي أو ما يتعلق بالتلفاز هذا التصوير المتحرک "(۱)

(جب ہم یہاں یہ پوچھتے ہیں کہ کیا فوٹوگرافی کی تصویر جائز ہے یا حرام ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ حرام ہے؛ الا یہ کہ کوئی ضرورت ہو۔ اسی طرح ٹیلی ویژن بھی ہے اور ٹیلی ویژن، جو درحقیقت ان ایجادات میں سے ہونے کی وجہ سے، جن کا صورتوں اور تصویر سازی سے تعلق ہے، وہ ایک اعتبار سے جامد غیر متحرک تصاویر سے زیادہ خطرناک اور سخت حرام ہے؛ لیکن فی الوقت وہ اگر حرام ہونے سے مستثنیٰ ہو، تو جامد تصاویر سے زیادہ نفع بخش بھی ہے، پس اس صورت میں ٹیلی ویژن کا حکم فوٹوگرافی وغیرہ کی تصویر کی طرح ہے کہ اصل میں حرام ہے؛ لہٰذا جو تصویر بہ ضرورت جائز ہوگی، وہ جائز ہے، خواہ وہ فوٹوگرافی کی تصویر ہو یا ٹیلی

(۱) فتاویٰ الشیخ الألباني: ۱۲۴

ویژن سے متعلق یہ متحرک تصویر ہو۔)

(۱۱) شیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رَحِمَهُ اللهُ نے اس سوال کے جواب میں کہ بعض علمائی۔وی پر تصویر سے گریز کرتے ہیں اور آپ نے وسائلِ اعلام سے دعوت الی اللہ کا کام لینے کی بات کہی ہے؟ فرمایا کہ

" لا شک أن استغلال وسائل الإعلام في الدعوة إلى الحق و نشر أحكام الشريعة و بيان الشرک ووسائله والتحذير من ذٰلک ومن سائر مانهى اللّٰه عنه من أعظم المهمات بل من أوجب الواجبات. ولا شک أن البروز في التلفاز مما قد يتحرج منه بعض أهل العلم من أجل ما ورد من الأحاديث الصحيحة في التشديد في التصوير و لعن المصورين ولكن بعض أهل العلم رأى أنه لا حرج في ذٰلک إذا كان البروز فيه للدعوة إلى الحق و نشر أحكام الاسلام والرد على دعاة الباطل عملاً بالقاعدة الشرعية ، وهي ارتكاب أدنىٰ المفسدتين لتفويت كبراهما إذا لم يتيسر السلامة منهما جميعاً ، وتحصيل أعلى المصلحتين ولو بتفويت الدنيا منهما إذا لم يتيسر تحصيلهما جميعاً "(۱)

(اس میں کوئی شک نہیں کہ ذرائع ابلاغ کا دعوت الی الحق، احکام شریعت کی نشر واشاعت، شرک اور اس کے ذرائع کی وضاحت اور شرک سے اور اللہ کی منع کردہ تمام باتوں سے ڈرانے میں استعمال کرنا، بڑے اہم کاموں میں سے ہے؛ بل کہ اہم واجبات میں سے ہے اور

(۱) فتاویٰ الشیخ عبد العزیز بن باز: ۲۴۴/۵

اس میں شک نہیں کہ بعض اہلِ علم ٹیلی ویژن پر آنے سے اس لیے احتراز کرتے ہیں کہ احادیث میں تصویر کے بارے میں سخت وعید اور تصویر لینے والوں پر لعنت وارد ہوئی ہے اور بعض اہلِ علم کا خیال یہ ہے کہ ٹی۔ وی پر آنے میں ایک شرعی قاعدے کی بنا پر کوئی حرج نہیں کہ جب کہ دعوت الی الحق، احکام کی نشر واشاعت اور باطل کی دعوت دینے والوں کی تردید مقصود ہو اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ دو مفسدوں میں سے کم درجے کے مفسدہ کا ارتکاب کرلیا جائے؛ جب کہ بڑے مفسدے سے بچنا ممکن نہ ہو اور دو مصالح میں سے اعلیٰ کو لیا جائے، اگرچہ ادنیٰ کو چھوڑنا پڑے؛ جب کہ دونوں مصالح کا پانا میسر نہ ہو)

(۱۲) شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ نے ٹیلی ویژن میں علما کے آنے اور پروگرام پیش کرنے کے بارے میں یہ نظریہ اپنایا ہے کہ ضرورت کے تحت یہ جائز ہے، بلاضرورت جائز نہیں، وہ اس سلسلے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"إن على المسئولين في الدول الإسلامية أن يتقوا الله في المسلمين وأن يولوا هذه الأمور لعلماء الخير والهدى والحق، كما أن على علمائنا أن لا يمتنعوا من إيضاح الحقائق بالوسائل الإعلامية وألا يدعوا هذه الوسائل للجهلة والمتهمين وأهل الإلحاد، وأن يوجهوها على الطريقة الإسلامية حتى لا يكون فيها ما يضر المسلمين شيباً أو شباناً، رجالاً أو نساءً، كما وأن على العلماء أن يقدموا للناس إجابات وافية حول ما يبثه التلفاز ريثما يتولاها الصالحون، وأن على الدول الإسلامية أن

تولی الصالحین حتیٰ یبثوا الخیر و یزرعوا الفضائل"(۱)
(اسلامی ممالک میں ذمہ داروں کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے سلسلے میں اللہ سے ڈریں اوران معاملات (ٹی۔وی وغیرہ) کا متولی علمائے خیر وعلمائے حق کومقرر کریں، جیسے کہ ہمارے علما کے ذِمے ہے کہ وہ ذرائع ابلاغ سے حقائق کی وضاحت سے منع نہ کریں اوراس ذرائع کو جاہلوں اوردین میں متہم لوگوں اوراہلِ الحاد کے لیے نہ چھوڑ دیں اور یہ کہ ان ذرائع کواسلامی طریقے کے مطابق ڈھالیں، یہاں تک کہ ان میں کوئی بات مسلمانوں میں سے کسی بوڑھے یا جوان، مرد یا عورت کو نقصان دینے والی بات نہ رہے، جیسے کہ علما کے ذمے ہے کہ وہ لوگوں کو اب ان چیزوں کے بارے میں شافی جوابات دیں، جو ٹیلی ویژن نشر کرتا ہے؛ تاکہ صالح لوگ اس کی تولیت و ذمہ داری اٹھائیں اور اسلامی ممالک پر لازم ہے کہ صالحین کوان کا ذمہ دار بنائیں؛ تاکہ خیر پھیلائیں اورفضائل کولوگوں میں بوئیں)

(۱۳) کتاب " فتنة تصویر العلماء "میں لکھا ہے کہ

" قال أحد العلماء: ومنكر عظيم أن يقوم المحاضر في المساجد يحاضر الناس والمصورة (أي الكاميرا) موجهة إليه والبث المباشر (أي التلفاز والقنوات الفضائية)داخل في التحريم ، فهو يعتبر صورة والناس يسمونه صورة فهي محرمة "(۲)

(۱) فتاویٰ الشیخ ابن باز: ۲۲۸/۵

(۲) فتنة تصویر العلماء: ۷-۸

(بعض علما نے کہا کہ یہ بڑا منکر ہے کہ لکچر دینے والا مساجد میں لوگوں کو لکچر دے اور کیمرا اس کی طرف لگا رہے اور بلا واسطہ نشر (جیسے ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ میں ہوتا ہے وہ) بھی حرمت میں داخل ہے؛ کیوں کہ وہ تصویر ہی شمار ہوتی ہے اور لوگ بھی اس کو تصویر ہی کہتے ہیں؛ لہٰذا یہ حرام ہے)

(۱۴) شیخ یحییٰ بن موسیٰ الزہرانی رحمۃ اللہ امام الجامع الکبیر ،تبوک نے اپنی کتاب "الرویۃ الإسلامیہ لوسائل الأعلام" میں "فتاویٰ علماء البلد الحرام" کے حوالے سے "شیخ عثیمین" کا یہ فتویٰ درج کیا ہے کہ

" لا شک أن الدول الكافرة لا تألوا جهداً في إلحاق الضرر بالمسلمين ، عقيدةً و عبادةً وخلقاً و آداباً و أمناً ، وإذا كان كذلك فلا يبعد أن تبث من المحطات ما يحقق مرادها ، عليه لا يجوز اقتناء ها ولا الدعاية لها ولا بيعها ولا شراؤ ها ؛ لأن هذا من التعاون على الإثم والعدوان"(۱)

(بلاشبہ کافر ملک برابر و مسلسل مسلمانوں کو عقیدے وعبادت اور ان کے اخلاق وتہذیب کے لحاظ سے ضرر پہنچانے میں کوشاں ہیں اور جب بات یہ ہے، تو یہ بعید نہیں کہ یہ لوگ ان (بلاغی واخباری) اسٹیشنوں کے ذریعے وہ باتیں پھیلائیں، جن سے ان کی مراد پوری ہوتی ہے ؛لہٰذا ٹیلی ویژن کا رکھنا، اس کی دعوت دینا، اس کا بیچنا وخریدنا سب ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ گناہوں پر تعاون ہے)

(۱) بہ حوالہ: الرویۃ الإسلامیۃ لوسائل الأعلام:۲۹

(۱۵)''فتاویٰ اسلامیہ'' میں ہے کہ ویڈیو کی فلم بیچنے کے بارے میں پوچھا گیا تو شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں ارشادفرمایا کہ

'' هذهِ الأشرطة يحرم بيعها و اقتنائها و سماع ما فيها والنظر إليها لكونها تدعو إلى الفتنة والفساد. والواجب إتلافها والإنكار على من تعاطاها هسماً لمادة الفساد وصيانة المسلمين من أسباب الفتنة''(۱)

(ان کیسٹوں کا بیچنا اور حاصل کرنا اور ان میں جو کچھ ہے، اس کا سننا اور دیکھنا حرام ہے؛ کیوں کہ یہ فتنے وفساد کی طرف دعوت دیتا ہے اور فساد کے مادے کو ختم کرنے اور مسلمانوں کو اسبابِ فتنے سے بچانے کے لیے ان کو تلف کردینا اور ان کے استعمال کرنے والے پر انکار کرنا، واجب ہے)

(۱۶)''شیخ صالح بن عثیمین'' سے شادی کے موقعے پر ہونے والی خرافات ومنکرات کے بارے میں سوال کرتے ہوئے، فوٹوگرافی اور ویڈیوگرافی کے بارے میں بھی پوچھا گیا کہ اس کا کیا حکم ہے؟ تو ان کا جواب یہ تھا:

''وأما تصوير المشهد بآلة التصوير فلا يشک عاقل في قبحة و لا يرضیٰ عاقل فضلاً عن مومن أن تلتقط صور محارمه من الأمهات والبنات والأخوات والزوجات وغيرهن لتكون سلعة تعرض لكل أحد أو ألعوبة يتمتع بالنظر إليها كل فاسق!! وأقبح من ذلک تصويرالمشهد بواسطة الفيديو لأنه يصور المشهد حيا بالمرأى والمسمع

(۱) فتاویٰ الإسلامية: ۲/۲۸۶

وهو أمر ينكره كل ذي عقل سليم ودين مستقيم ، ولا يتخيل أحد أن يستبيحه من عنده حياء و إيمان!! "(۱)

(رہا اس موقعے کی آلۂ تصویر سے تصویر کشی کرنا، تو کوئی عاقل اس کی قباحت میں میں شک نہیں کرتا اور کوئی عقلمند اس سے راضی نہیں ہوتا؛ چہ جائے کہ کوئی مؤمن راضی ہو کہ اپنے محارم میں سے اپنی ماؤں، بیٹیوں، بہنوں اور بیویوں وغیرہ کی تصویر لی جائے، تاکہ وہ ایک سامان کی طرح ہر کس و ناکس کے سامنے پیش کی جائے یا کسی کھلونے کی طرح ہر فاسق و فاجر اس کو دیکھ کر لذت لے!! اور اس سے بھی زیادہ بُری بات یہ ہے کہ اس موقعے کی تصویر ویڈیو سے لی جائے؛ کیوں کہ یہ ویڈیو موقعے کی تصویر کشی اس طرح کرتا ہے کہ گویا وہ آنکھوں کے سامنے زندہ موجود ہے اور یہ ایسی بری بات ہے کہ ہر عقلِ سلیم و دینِ مستقیم والا اس کا انکار کرتا ہے اور کوئی شخص یہ خیال نہیں کرسکتا کہ جس کے پاس حیا و ایمان ہے، وہ اس کو جائز قرار دے گا!!)

"ڈش آنٹینا" کا حکم

آج کل ایک اور چیز کا رواج ہو گیا ہے، جس کو "ڈش آنٹینا" کہتے ہیں اور اس کے ذریعے دنیا بھر کے تمام ٹی۔ وی اسٹیشنوں سے جب چاہے اور جو چاہے، دیکھا جا سکتا ہے، اس کے بارے میں بھی ان علما کے کلام میں حکم بیان کیا گیا ہے، لیجیے ملاحظہ کیجیے:

(۱) "ڈش آنٹینا" کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یہ جائز ہے؟ جب کہ اس

(۱) فتاویٰ الإسلامية: ۱۸۷/۳

میں تمام دنیا بھر کے چینلوں سے اچھی بُری، سب قسم کی چیزیں ٹیلی ویژن پر نمایاں کی جاتی ہیں؟اس کا جواب شیخ عثیمین نے دیا کہ

"ولا شک أن الدول الکافرة لاتألوا جهداً في إلحاق الضرر بالمسلمین عقیدةً وعبادةً وخلقًا وآدابًاوأمنًا، وإذا کان کذلک فلایبعد أن تبث من هذه المحطات ما یحقق لها مرادها ،وإن کانت قد تدس في ضمن ذلک ما یکون مفیداً من أجل التلبیس والترویج ؛ لأن النفوس لا تقبل –بمقتضی الفطرة–ما کان ضرراً محضاً ؛ ولکن المؤمن حازم فطن علمه اللّٰه تعالیٰ کیف یقارن بین المصالح والمفاسد وبین المنافع والمضار وعنده من القوة والشجاعة ما یستطیع به التخلص من أوضار هذه المفساد والمضمار وإذا کان أمر هذه الدشوش ما ذکر في السوال فإنه لا یجوز اقتناؤها والدعایة لها ولا بیعها و شرائها لأن هذا من التعاون علی الإثم والعدوان المنهي عنه". (۱)

(اس میں شک نہیں کہ کافر حکومتیں مسلمانوں کو عقیدے، عبادت اخلاق وآداب اور امن کے لحاظ سے نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتیں اور جب معاملہ ایسا ہے تو یہ کوئی بعید نہیں کہ وہ ان ٹی۔ وی اسٹیشنوں سے وہ بات نشر کریں، جوان کی مراد کو پورا کرنے والی ہو، اگر چہ اسی کے ضمن میں تلبیس وترویج کے لیے مفید باتیں بھی اس میں ٹھونس دی جاتی ہیں ؛ کیوں کہ فطرۃً نفوس ان چیزوں کو قبول نہیں

(۱) فتاویٰ إسلامية: ۳۷۸/۴

کرتے، جو محض نقصان دہ ہوں؛ لیکن مومن بڑا محتاط اور ذہین ہوتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ یہ سکھاتے ہیں کہ وہ کس طرح مصالح ومفاسد اور منافع ومضار کے مابین جوڑ پیدا کرے اور اس کے پاس ایک قوت و شجاعت ہے، جس سے وہ ان مفاسد ومضار کے نقصان سے بچ سکتا ہے اور جب ان ''ڈشوں'' کا معاملہ وہ ہے، جو سوال میں مذکور ہے، تو ان کو لینا اور ان کی دعوت دینا اور ان کا بیچنا اور خریدنا سب ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ گناہ اور ظلم پر تعاون ہے، جس سے منع کیا گیا ہے)

(۲) شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ نے ''ڈش آنٹینا'' کے متعلق بیان کہا کہ

" أما بعد: فقد شاع في هذه الأيام بين الناس ما يسمى "الدش" أو بأسماء أخرىٰ، وأنه ينقل جميع ما يبث في العالم من أنواع الفتن والفساد والعقائد الباطلة والدعوة إلىٰ أنواع الكفر والإلحاد مع ما يبثه من الصور النسائية ومجالس الخمر والفساد وسائر أنواع الشر الموجودة في الخارج بواسطة التلفاز. وثبت لدىٰ أنه استعمله كثيرمن الناس ، وأن آلاته تباع وتصنع في البلاد ؛ فلهذا وجب علي التنبيه على خطورته ووجوب محاربته والحذر منه وتحريم استعماله في البيوت وغيرها ، وتحريم بيعه وشرائه وصنعته أيضاً لما في ذلک من الضرر العظيم والفساد الكبيروالتعاون على الإثم والعدوان ونشر الكفر والفساد بين المسلمين والدعوة إلى ذلک بالقول والعمل ، فالواجب على كل مسلم و مسلمة الحذر من ذلک والتواصي بتركه"(۱)

---

(۱) فتاویٰ إلاسلامية: ۳۷٦/۴

(ہمارے اس زمانے میں ایک چیز شائع ہوئی ہے جس کو لوگ ''ڈش'' وغیرہ نام رکھتے ہیں اور یہ وہ تمام چیزیں شائع کرتی ہے، جو عالم میں مختلف قسم کے فتنے وفساد، عقائدِ باطلہ اور کفر والحاد کی انواع و اقسام کی طرف دعوت کی قبیل سے شائع ہوتی ہیں، ساتھ ساتھ عورتوں کی تصاویر، شراب وفساد کی مجالس اور دیگر شرور، جو باہر کی دنیا میں موجود ہے، اس کو بھی ٹیلی ویژن کے واسطے سے شائع کرتی ہے اور میرے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس کو بہت سے لوگ استعمال کرتے ہیں اور یہ آلہ ہمارے شہروں میں بھی خریدا اور بیچا اور بنایا جا رہا ہے؛ لہٰذا مجھ پر واجب ہوا کہ میں اس کے خطرے پر اور اس کی مخالفت اور اس سے پرہیز کے واجب ہونے پر اور گھروں وغیرہ میں اس کے استعمال کے حرام ہونے پر اور اس کے خریدنے، بیچنے اور بنانے کے حرام ہونے پر لوگوں کو تنبیہ کروں؛ کیوں کہ اس میں عظیم نقصان، بڑا فساد اور گناہ وظلم پر تعاون اور مسلمانوں کے درمیان کفر وفساد اور قول و عمل سے اس کی طرف دعوت ہے؛ لہٰذا ہر مسلمان مرد وعورت پر اس سے بچنا اور اس کو چھوڑنے کی نصیحت کرنا واجب ہے)

(۳) نیز ''شیخ ابن جبرین'' نے کہا کہ ''ڈش آنٹینا'' کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ

" هذا الجهاز إذا حصل به استقبال ما تبثه الدول الكافرة كاليهود والنصارى والرافضة وحصل بسببه بثة فتنة و شک وميل إلى الحرام وفعل الجرائم من الزنا ونحوه ومن السرقة والاختلاس ومن إفساد المال في سبيل الحصول على الحرام من المسكرات والمخدرات

ومن الشكوک في العقائد الإسلامية ونشر الشبهات التي توقع المسلم في حيرة من دينه ومن تعظيم دين الكفار وتمجيد أفعالهم وإنتاجهم ونحو ذلک من المفاسد فإنه حرام بيعه وشراؤه والدعاية له و إيراده ونشره لدخول ذلک في التعاون عليه الإثم والعدوان ولكونه يتعاطى فعلا يجره إلى الفساد "(۱)

(اس آلے (ڈش آنٹینا) سے جب یہود و نصاریٰ اور روافض کی کافر مملکتوں کی جانب سے نشر کی جانے والی باتوں کا استقبال ہو رہا ہے اور اس کے سبب فتنہ اور دینی امور میں شک اور حرام چیزوں کی طرف میلان بڑھ رہا ہے اور جرائم جیسے زنا وغیرہ اور چوری وڈکیتی اور نشہ آور چیزوں کے حاصل کرنے کے لیے مال کو بگاڑنا اور اسلامی عقائد میں شکوک اور شبہات کی نشر واشاعت، جو مسلمان کو دین کے بارے میں حیرت میں ڈال دے اور کافروں کے دین کی تعظیم و بڑائی اور ان کے افعال اور ان کی چیزوں کی تعریف وتوصیف وغیرہ مفاسد پھیل رہے ہیں، تو اس کا بیچنا، خریدنا، اس کی دعوت دینا، اس کو لانا اور نشر کرنا سب حرام ہے؛ کیوں کہ یہ "تعاون علی الاثم والعدوان" میں داخل ہے)

فلم کے بارے میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

ایک زمانے میں بائسکوپ یعنی تھیٹر میں اسلامی شخصیات پر فلم دکھائی جانے لگی اور کچھ لوگوں نے اس کو پرچھائیں وعکس قرار دے کر جواز کی بات کہی؛ مگر

(۱) فتاویٰ الإسلامية: ۳۷۸/۴

حضرت حکیم الامت تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے اس کو متعدد وجوہ سے حرام قرار دیا اور ایک وجہ یہ بھی لکھی کہ

"شریعتِ اسلامیہ میں جان دار کی تصویر مطلقاً معصیت ہے، خواہ کسی کی ہو اور خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ اور کسی مسلمان کی تصویر بنانا اور زیادہ معصیت ہے کہ اس میں ایسے شخص کو آلہٗ معصیت بنانا ہے، جو اس کو اعتقاداً قبیح جانتا ہے؛ اگر چہ اس تصویر کی طرف کوئی امرِ مکروہ بھی منسوب نہ کیا گیا ہو، محض تفریح و تلذز کے لیے ہو؛ کیوں کہ محرماتِ شرعیہ سے تلذذ بالنظر بھی حرام ہے"۔(۱)

"ٹی-وی" کے بارے میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ کا فتویٰ

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ اس سوال کے جواب میں کہ "ٹیلی ویژن پر کسی عالم کی تقریر سننا یا کرکٹ دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟" بارہ وجوہات سے اس کو حرام قرار دیتے ہوئے ایک وجہ بہ الفاظِ صریح یہ لکھی ہے:

"اس میں عموماً اصل کے بہ جائے فلم آتی ہے، جو تصویر ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور جس مجلس میں تصویر ہو، وہاں جانا بھی حرام ہے"۔

اور ایک وجہ یہ لکھتے ہیں:

"ٹی وی جیسے آلۂ لہو ولعب، بے دینی، فواحش ومنکرات کے مرکز پر دینی پروگرام دکھائے جاتے ہیں اور انہیں اشاعتِ اسلام کا نام دیا جاتا ہے، یہ دین کی سخت بے حرمتی ہے اور مسلمان کے لیے ناقابلِ برداشت توہین ہے"۔(۲)

---

(۱) امداد الفتاویٰ: ۲۵۸/۴

(۲) احسن الفتاویٰ: ۱۹۹/۸

''وی۔سی۔آر'' کے بارے میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رَحِمَہُ اللہُ کا فتوی

آپ نے اپنی نگرانی میں رسالہ ''ٹی وی کا زہر، ٹی بی سے مہلک تر'' لکھوایا تھا ''ویڈیو کیسٹ'' کے بارے میں اس میں لکھا ہے کہ

یہ اپنی فتنہ سامانی میں ٹی۔وی سے بھی دوگام آگے ہے، اس میں تو ہوتی ہی محفوظ تصویر ہے۔بعض لوگ یہاں بھی وہی تقریر شروع کر دیتے ہیں کہ اس کی تصویر بھی پانی یا آئینے میں دیکھنے والے عکس جیسی ہے؛ حالاں کہ کوئی عقل کا کورا بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ تصویر وعکس دو بالکل متضاد چیزیں ہیں، تصویر کسی چیز کا پائے دار اور محفوظ نقش ہوتا ہے عکس ناپائے دار اور وقتی نقش ہوتا ہے۔اصل کے غائب ہوتے ہی، اس کا عکس بھی غائب ہوجاتا ہے۔ویڈیو کے فیتے میں تصویر محفوظ ہوتی ہے جب چاہیں، جتنی بار چاہیں، ٹی۔وی کی اسکرین پر اس کا نظارہ کرلیں اور یہ تصویر تابعِ اصل نہیں؛ بل کہ اس سے بالکل لاتعلق اور بے نیاز ہے ۔کتنے ہی لوگ ہیں، جو مر کھپ گئے، دنیا میں ان کا نام ونشان نہیں؛ مگر ان کی متحرک تصویریں ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں ۔ایسی تصویر کو کوئی پاگل بھی عکس نہیں کہتا، صرف اتنی سی بات کو لے کر ویڈیو کے فیتے میں ہمیں تصویر نظر نہیں آتی، تصویر کے وجود کا انکار کردیا، کھلا مغالطہ ہے ۔اگر یہ منطق تسلیم کر لی جائے کہ فیتے میں تصویر محفوظ نہیں بل کہ معدوم ہے اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقوش ٹی۔وی اسکرین پر جاکر تصویر بنا دیتے ہیں، تو اس لاحاصل تقریر سے اصل حکم پر کیا اثر پڑا؟ تصویر محفوظ

ماننے کی تقدیر پر ٹی۔ وی صرف تصویر نمائی کا ایک آلہ تھا، اب تصویر سازی کا آلہ بھی قرار پایا، کہ صرف تصویر دکھاتا ہی نہیں، بناتا بھی ہے۔ اب تو اس کی قباحت دوچند ہوگئی۔ ایک نہ شُد دو شُد!!

مختصر یہ کہ ''ٹی-وی''، ''ویڈیو کیسٹ'' کی تصویر کے متعلق زائد از زائد یہ کہا جاسکتا ہے کہ سائنس کی ترقی نے فنِ تصویر سازی کو ترقی دے کر اس میں مزید جدت پیدا کردی اور تصویر سازی کا ایک دقیق انوکھا طریقہ ایجاد کرلیا۔(۱)

حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ نے ٹی۔ وی پر ''حج فلم'' کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

جو شخص ''ٹی۔ وی'' اور ''ویڈیو فلم'' کو جائز کہتا ہے، وہ تو بالکل غلط کہتا ہے، شریعت میں تصویر مطلقاً حرام ہے؛ خواہ دقیانوسی زمانے کے لوگوں نے ہاتھ سے بنائی ہو یا جدید سائنسی ترقی نے اسے ایجاد کیا ہو۔ جہاں تک ''حج فلم'' کا تعلق ہے، اس کے بنانے والے بھی گناہ گار ہیں اور دیکھنے والے بھی، دونوں کو عذاب اور لعنت کا پورا پورا حصہ ملے گا۔(۲)

آپ سے دینی بیان و تقریر ٹی۔ وی اور ویڈیو پر سننے کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا کہ

''ہماری شریعت میں جان دار کی تصویر حرام ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے، ٹیلی ویژن اور ویڈیو

(۱) احسن الفتاویٰ: ۳۰۲/۸

(۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۸۶/۷

فلموں میں تصویر ہوتی ہے، جس چیز کو آں حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حرام وملعون فرمار ہے ہوں، اس کے جواز کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان چیزوں کو اچھے مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، یہ خیال بالکل لغو ہے، اگر کوئی ام الخبائث (شراب) کے بارے میں کہے کہ اس کو نیک مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، تو قطعاً لغو بات ہوگی، ہمارے دور میں ٹی۔ وی اور ویڈیو ''ام الخبائث'' کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ سینکڑوں خبائث کا سرچشمہ ہیں۔(۱)

ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

''ٹی۔وی'' اور ''ویڈیو فلم'' کا کیمرہ، جو تصویریں لیتا ہے، وہ اگر چہ غیر مرئی ہیں؛ لیکن تصویر بہ ہر حال محفوظ ہے اور اس کو ٹی۔وی پر دیکھا، دکھایا جاتا ہے، اس کو تصویر کے احکام سے خارج نہیں کیا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہاتھ سے تصویر بنانے کے فرسودہ نظام کے بہ جائے سائنسی ترقی میں تصویر سازی کا ایک دقیق طریقہ ایجاد کر لیا گیا ہے؛ لیکن جب شارع صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تصویر کو حرام قرار دیا ہے، تو تصویر سازی کا طریقہ خواہ کیسا ہی ایجاد کر لیا جائے، تصویر تو حرام ہی رہے گی۔(۲)

حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن امروہوی کا فتویٰ

جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، نارتھ کراچی کے شیخ الحدیث اور رئیس دارالافتا ''حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن مدظلہ العالی'' نے خالص تصویر کشی، تصویر سازی اور تصویر کے استعمال کے موضوع پر ایک علمی وتحقیقی اور قیمتی رسالہ ''ڈیجیٹل کیمرے

(۱) آپ کے مسائل: ۳۸۹/۷ - ۳۹۰

(۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹۷-۳۹۸

کی تصویر کی حرمت پر مفصل و مدلل فتویٰ'' کے نام سے تالیف فرمایا ہے، جس میں مولانا موصوف نے اولاً احادیث وروایات، صحابہ وتابعین اور ائمہ مسالک کی تصریحات وتوضیحات کو مستند وموثوق بہا مراجع سے نقل فرما کر، حرمتِ تصویر کے اجماعی واتفاقی ہونے کو ثابت فرمایا ہے؛ بعد ازیں ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویریں، فلم، کیمرے اور ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کشی، ٹی۔وی اسکرین، موبائل اسکرین پر آنے والی تصاویر وغیرہ جدید فروعی مسائل اور علمائے زمانہ کے نقطہائے نظر کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور ان مسائل کے حوالے سے جمہور اہلِ فتاویٰ کے مسلک کو نقلاً وعقلاً صحیح وراجح ثابت فرما کر بعض اہلِ علم کی جانب سے پیش کردہ اعتراضات وشبہات کے تحقیقی والزامی جوابات بھی دیے ہیں۔

الغرض! تصویر کشی وتصویر سازی کے جملہ مسائل پر مع دلائل تفصیلی کلام کرنے کے بعد اخیر میں یہ فتویٰ دیا ہے کہ

(الف): ہاتھ اور فلم کیمرے کی تصویر ایک حکم میں اس لیے ہے کہ جس طرح ہاتھ سے تصویر بنائی جاتی ہے، ویسے ہی کیمرے کا بٹن دبا کر تصویر کا عکس محفوظ کیا جاتا ہے؛ نیز مقاصد اور علل میں بھی دونوں برابر ہیں۔

(ب): ڈیجیٹل کیمرے میں (0-1) زیرو۔وَن کے زید کا بعینہٖ عکس نہ ہونے کے باوجود، اس کی حرمت کے تین وجوہ ہیں:

الف: زید کی تصویر کے اصل ہونے کی بناپر۔ب: زید کی تصویر کے سبب ہونے کی بناپر۔ج: بوقتِ تعارض جانبِ حرمت کو ترجیح ہونے کی بناپر۔(۱)

اس رسالے کا مطالعہ کرنے کے بعد ہند و پاک کے اساطین مدارسِ اسلامیہ اور

(۱) ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کی حرمت پر مفصل و مدلل فتویٰ: ۱۴۷-۱۴۸

حضرات علما و مفتیانِ دین نے اپنی تصدیقات وتوثیقات کے ذریعے اس فتوے کو مبنی برحق قرار دیا اور اپنا بھی وہی مسلک بتایا ہے۔ تصدیق کرنے والے مدارس کے نام یہ ہیں:

(۱) جامعہ اسلامیہ دار العلوم، دیوبند

(۲) ندوۃ العلما، لکھنؤ

(۳) جامعہ فاروقیہ کراچی، پاکستان

(۴) دار الافتا ختم نبوت کراچی، پاکستان

(۵) جامعہ عربیہ احسن العلوم کراچی، پاکستان

(۶) جامعہ خلفاء راشدین گریس ماری پور، کراچی، پاکستان

(۷) جامعہ سکھر، پاکستان

(۸) دار الافتا جامعہ اسلامیہ دار العلوم رحیمیہ، بلوچستان

(۹) دار الافتا قاسم العلوم ملتان، پاکستان

(۱۰) دار الافتا دار العلوم کبیر والا، پاکستان

(۱۱) دار الافتا ربانیہ، جی۔ او۔ آر۔ کالونی کوئٹہ، پاکستان

(۱۲) دار الافتا جامعہ رشیدیہ آسیا آباد، بلوچستان۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کا فتویٰ

مولانا خالد سیف اللہ صاحب کا فتویٰ اوپر بھی نقل کیا جا چکا ہے، جس میں وہ ویڈیو گرافی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

> ”لوگوں کو دین کی باتیں سکھانا، سیکھنے اور سکھانے کی ترغیب دینا یقیناً نہایت نیک کام، اجر وثواب کا باعث ہے؛ لیکن اس کے لیے تصویر کشی اور فوٹو گرافی جائز نہیں، بلا ضرورتِ شرعی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا گناہِ کبیرہ ہے“۔(۱)

(۱) کتاب الفتاویٰ: ۶/۱۶۹

بریلوی مکتبِ فکر کے فتاویٰ

فتاویٰ بریلی شریف میں ہے کہ سوال کیا گیا کہ

ایک امام صاحب کے گھر ٹیلی ویژن ہے، وہ اس پر خبریں اور کرکٹ میچ دیکھتے ہیں، امام صاحب ٹیلی ویژن پر کھیل وخبریں اور چرند پرند والی چینل دیکھنے کو جائز کہتے ہیں، کیا ان امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگا؟

اس کا جواب علمائے بریلویہ نے یہ دیا کہ

''کھیل جائز نہیں، اس کو دیکھنا بھی جائز نہیں، ٹیلی ویژن پر تصویریں چھپتی ہیں، اس پر کسی پروگرام کو دیکھنا جائز نہیں، اس امام پر توبہ لازم ہے۔(۱)

نیز اسی میں لکھا ہے کہ ''ان امور میں تصویر کھینچنا، کھنچوانا ہرگز جائز نہیں، علمائے کرام نے ایسی صورت میں تصویر کشی کی اجازت دی ہے کہ جس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو، تو اسی قدر رخصت ہے، جتنے سے یہ کام ہو جائے۔''شرح الأشباہ'' میں ہے: ''**ما أبیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا** '' تو محض ریکارڈ کے لیے تصویر کشی کیوں کر جائز ہو سکتی ہے؟ جب کہ ریکارڈ کے لیے رپورٹ کے ساتھ تصویر کوئی لازم و ضروری نہیں، جن جگہوں پر تصویر کشی و ویڈیو گرافی جیسے منکراتِ شرعیہ کا ارتکاب کیا جاتا ہو، وہاں مسلمانوں کی شرکت ناجائز وحرام ہے، خواہ وہ مجلس سیاسی ہو یا مذہبی۔(۲)

---

(۱) فتاویٰ بریلی شریف:۱۲۲

(۲) فتاویٰ بریلی شریف:۱۷۶

عرب وعجم کے ان علما کے فتاویٰ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ''کیمرے'' سے لی جانے والی تصویر، جس کو عکسی یا شمسی تصویر کہتے ہیں اور ''ٹی-وی'' اور ''ویڈیو'' کی تصویریں بھی تصویر ہی کا حکم رکھتی ہیں اور عام تصویروں کی طرح، ان کا حکم بھی حرام و ممنوع ہونے ہی کا ہے اور ان میں اگر فحش و بے حیائی بھی ہو، تو اس کی حرمت مزید ہو جاتی ہے اور یہ کہ موجودہ حال میں ٹیلی ویژن ایک خطرہ ہے اور اس کو علمائے کرام کی رہنمائی میں اگر اسلامی طریقے کے مطابق ڈھال لیا جائے، تو خوب؛ ورنہ اس کی حرمت واضح ہے۔